

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

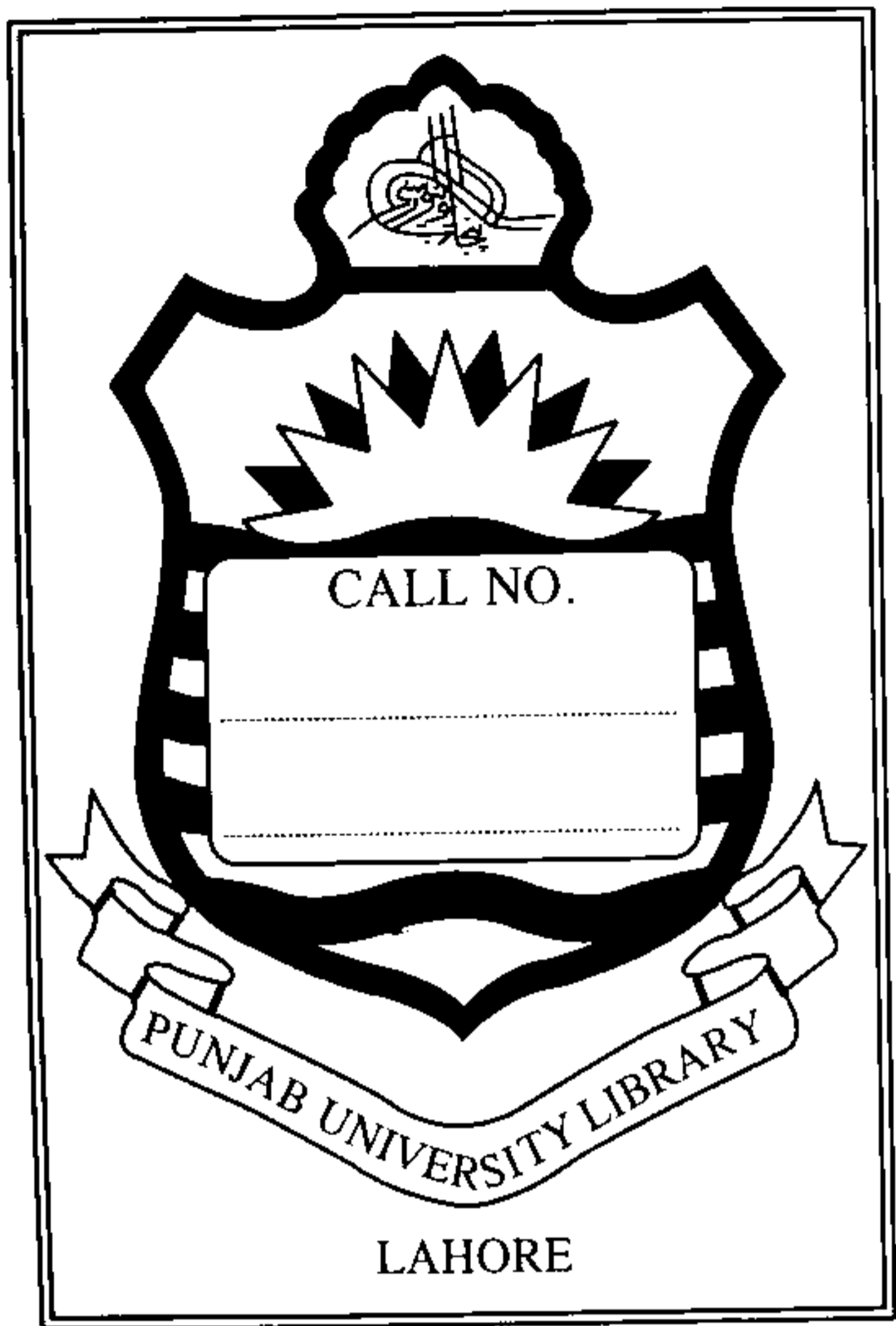


الصَّلَاةُ

وَالسَّعَادَاتُ

مؤلف  
سید فریدوس علی شاہ

شائع کردہ شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ قصور



(مخوف محفوظ)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

ترجمہ:- اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو! رحمت بھیجو اُس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر

# الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

مؤلفہ

سید فرورس علی شاہ  
مصنف چراغ سنت  
شائع کردہ



شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ  
بار اول  
تعداد ۱۰۰۰

(کتبہ دارالافتاء دہلی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تعارف و اعتماد

ناظرین کرام! رسالہ صلوٰۃ و سلام لکھتے وقت چند مقامند پیش نظر تھے:-

۱۔ درود شریف، سلام، ذکر اذکار اور دعا کے فضائل و فوائد اور طریقہ۔

۲۔ ان دینی مسائل میں توہم و تفسیح اور آئے دن پیش آنے والے افراط و تفریط

کی اصلاح، یعنی نامناسب بدد و بدن کی روک تھام۔

۳۔ حضرات اہل سنت والجماعت میں سے امام اعظم ابوحنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ

کے مسلک مشہور و مختار پر حقیقی مذہب کی مہتمم مشہور متداول کتابوں سے ان مسائل

کی وضاحت بقدر ضرورت

ہے۔ حضرات علماء دیوبند شکس اللہ سعیدیم سے بعض الزامات متعلقہ کا ازالہ

اعتماد اس لیے آٹھ تھریں میں ایک بات جو مستقل مشاہیرین کے بار بار راقم الحروف

کے سامنے آئی، اور قریب تھا کہ میرے عزائم میں حائل ہو، وہ یہ تھی کہ وقت کا

تقاضا کچھ اور ہے، اور علمی مسائل اس قدر نوری توجہ کے طلبگار ہیں کہ علماء کرام

نے اس سلسلہ میں اگر وقت کی ضرورت کو محسوس نہ کیا تو بہت غلطی سے وقت میں

غریب سے عام بیزاری پیدا ہو جانے کا شدید خطرہ ہے، اس لیے وقت کا مطالبہ

ایک اور طرف ایک ہے کہ مسلمان قوم تنازع لہجیات اور جہد لبثقا کی جہم پر متفق

ہو کر اپنے جہد در چند مہاشب و مشکلات کا حل سوچنے کے لئے ان تجزیہ مسائل

توسلے:- فہرست مزمین کتاب آخر میں دیکھیے۔

کو ہمیشہ کے لئے بھول جائے، بے شک یہ مسئلہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، اس کی اہمیت کو نظر انداز کرنا مسلمان قوم پر اہل علم کی طرف سے ظلم عظیم ہوگا۔

لیکن اس کے اسباب و نتائج، مبادی و لواحق کا تجزیہ کرنے کے بعد بندہ راقم الحروف اس نتیجہ پر پہنچا کہ مذہبی اختلافات کا یہ زور شور یہ ہنگامہ آرا مئی چند ناعاقبت انگلیشن خود غرض اور شکم پرور لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اس لئے اس کا انہراد کسی ایک فرد تو کیا جماعت کا کام بھی نہیں ہے، فقط عوام کا ذہنی شعور، یا حکومت کا دیوبند سے ختم کر سکتا ہے۔ پر اسے نکلے لوگ جانتے ہیں کہ شیعہ سنی، اور بریلوی دیوبندی اختلافات میں حضرات علماء دیوبند کا قدم ہمیشہ سست اور پیچھے رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ سرفیصد جھوٹے الزامات جو ان پر نہایت بے باکی اور زبان و قلم کی چالاکی عائد کئے گئے، ان کا جواب مدافعت کے رنگ میں بھی بقدر ضرورت نہیں دیا گیا اس لئے کہ ان حضرات کی کوششیں عظیم دین کی اشاعت، اور انگریزی میاست کو اسلامی ممالک میں ناکام بنانے پر مصروف تھیں، اور اس سلسلہ میں ان حضرات کو ہر نایاب کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں، وہ بھاری بیان نہیں ہیں۔ دوسری طرف ان کا اثر پوری قوت سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا رہا، اور آج تک بریلوی جماعت کو اہمیت پر ان اختلافات کو طوعاً کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔

کی ضرورت مسلم ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس اختلاف کی ابتدا کدھرت ہوئی ہے، شیعہ سنی اختلافات اور فسادات کے ذمہ دار یقیناً شیعہ حضرات ہیں۔ اس لئے کہ اہل سنت، ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مخلص ہیں مگر شیعہ حضرات، خلفاء ثلاثہ کی شان میں کسی وقت بھی اپنی زبان بند کرنا تو کجا اور اذاری اختیار کرنے کے لئے بھی تیار نہیں

ہیں، بریلوی دیوبندی اختلافات میں بریلوی کا مقام بالکل وہی ہے جو اول الذکر فریقین میں شیعہ کا مقام تھا، یعنی علماء دیوبند کی اردو عبارتوں کو عربی میں بگاڑ کر علماء حرمین شریفین کے پاس پیش کیا اور کفر کا فتویٰ لے لیا۔ پھر ہندوستان میں اسے شائع کر دیا لیکن حقیقت حال پر مطلع ہوتے ہی حضرات علماء حرمین نے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا اب حالت یہ ہے کہ علماء عرب تو علماء دیوبند کو ہزار زبان سے مسلمان کہتے ہیں اور بریلوی اسی جھوٹے فتویٰ کی لکیر پیٹ رہے ہیں۔ وہی عبارتیں جن کا جواب چوبائے سنت میں تفصیل سے شائع ہو چکا ہے اور کوئی بریلوی آج تک ان حقائق کی تکذیب یا تردید کی جرأت نہیں کر سکا، وہی مسائل جو قرآن و حدیث کی تصریحات ہیں، وہی مضامین جو بزرگان دین، ائمہ مجتہدین اور اولیاء مقررین کی تصنیفات و ارشادات میں صاف صاف موجود ہیں، جب علماء دیوبند کی کسی کتاب میں نظر آجاتے ہیں تو اسے گتاخی اور بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔ پھر اسی گناہ پر انہیں گلی بازار میں آوارہ گردوں کی زبان سے کافر کہلایا جاتا ہے، اور بد اخلاقی کا یہ مظاہرہ نہ معلوم کب تک جاری رہے گا؟ یہ سب کچھ برداشت کیا جا سکتا ہے، لیکن بریلوی حضرات آگے چلتے ہیں، اور کافر کافر کی اس ٹیم کو تیز تر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ غلام مولوی کافر ہیں، اور جوان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، اس سے مصافحہ کرنا سلام کا جواب دینا بھی کفر ہے، یہ ہمہ گیر کفر آگے بڑھتا ہے، اور دیوبندی کو دہابی کہہ کر جانور سے بدتر قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب احکام

ص ۶۱ پر فرماتے ہیں:-  
 ”آج کل کے دہابی رافضی وغیرہ ایسا شخص سب سے بدتر مرتد ہے۔ اسے جزیہ

نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد، اُس کے ہم مذہب ہوں  
یا مخالف مذہب فرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا  
محض زنا ہوگا، مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے.....  
.... خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ..... الخ

مطلب یہ ہے کہ دیوبندیوں کا نکاح کسی انسان حیوان سے نہیں ہو سکتا، البتہ بریلویوں  
کا نکاح حیوانات سے ہو سکتا ہے۔ ص ۶۲ پر فرماتے ہیں:-

”یہودی کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اگر خدا کا نام لے کر ذبح کرے،  
وہابی دیوبندی وغیرہ کا ذبیحہ نجس اور مردار قطعی ہے، اگرچہ لاکھ بار خدا  
کا نام لے۔ یہ سب مرتد ہیں وَلَا ذَبِيحَةً لِّسُرِّ تِلْكَ“

تہذیب ایدان اور حمام الحرمین میں خان صاحب گالی گلہج پر آتے آتے ہیں ص ۱۱۳  
تک پورے دس صفحات تک گالیوں کی ایک لمبی فہرست مرتب کی ہے اور تہذیبی کے  
اس منظرہ کو علماء عرب کی طرف منسوب کیا ہے گالیوں کی فہرست قابل دید ہے، دوزخ  
کے کتے خان صاحب کا تکیہ کلام ہے۔ ص ۱۲ پر مناظرہ رنگ میں آئی کہ کتے اور  
ٹوٹے بھی کہہ دیا، مگر غصہ ہے کہ ہمتا نظر نہیں آتا۔ کتاب میں کئی جگہ دیوبندیوں کو واجب  
قرار دیا ہے، ایک دیوبندی کو قتل کرنا مسو کافر کے قتل سے افضل ہے، بادشاہ اسلام اس  
کام کا مجاز ہے ص ۱۴، ص ۱۵۔

ناظرین! یہ گالی گلہج اور بازاری طرز کلام آپ نے دیکھ لیا، شرچہ بریلویت کی  
شرافت اور تہذیب آپ کے سامنے ہے۔ حضرات علماء دیوبند نے پچاس سال تک یہ  
شور و غوغا سنا، لیکن قرآن و حدیث کی تعلیم اور اقامت دین کی ساعی جہیلہ میں مستغرق

حضرات کے صبر و سکون، قنات و دتار اور تہذیب و تحمل پر قربان جائے کہ کھنڈ کی بھٹیاریوں کے اس بازار سے گزرتے وقت بھی اللہ کے بندے قائلوا سلاماً کی تصویر نظر آتے ہیں فرماتے ہیں :- ” مولوی احمد رضا خاں اور مولوی حسنت علی وغیرہ کو کافر نہ کہا جائے ”  
 فتاویٰ دارالعلوم دیوبند امداد المفتین جلد ۱ ص ۱۹۲

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحم فرماتے ہیں :-  
 ” بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا، تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے ” فتاویٰ امدادیہ مطبوعہ ۲۳۶ کراچی  
 بھائی مسلمانوں کا مقام غور ہے، حضرات علماء دیوبند کے اس فتویٰ کے بعد ہر قسم کے فسادات کی ذمہ داری بریلوی جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بریلوی جماعت دو حصوں میں بٹ چکی ہے۔ مولانا ابراہیم الحسین مدظلہ اور مولانا عبدالحمید مدظلہ حضرات علماء دیوبند کے ساتھ اختلافات کے باوجود تکفیر نہیں کرتے، لیکن اب تک بریلویوں کی ایک ہندسی مشعب اور گورنمنٹ مدرسہ بارہا تکفیر پر افسوس ہے۔ ایک تعلیم یافتہ صحیح الرائے مسلمان کے لئے یہ مقام نہایت ہی پریشان کن ہے۔ حضرات علماء دیوبند کو کافر کہے تو آخر کس بنا پر؟ اور کافر نہ کہے تو بریلویوں کے نزدیک وہ خود بھی کافر ہے۔ ایک مسلمان کو کافر کہنے والا اللہ کے دین میں کافر قرار دیا جاتا ہے اور نہ کہنے والا بریلویوں کے ہاں کافر سمجھا جاتا ہے۔ تکفیر کے اس جکڑ میں ہم لوگوں نے آخر یہی فیصلہ کر لیا کہ خدا کا کافر بننے سے بریلویوں کا کافر بن جانا اچھا ہے۔ اَنَا بَرَاءٌ مِّنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُونَ مِنَ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ بھاری زبان حال ہے اور اس کا نتیجہ بَلْ أَبَيْنَا وَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَاءَ حَتَّىٰ تُوْمِنُوا (الایۃ ممتحنہ) ایک لازمی نتیجہ ہے۔



اس ظاہر فرق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان تو سب کی ساری مسیبت فقط  
 شیعہ اور بریلوی ہیں۔ ناظرین کرام! شیعہ اور بریلوی کا یہ اتحاد و اتفاق فقط  
 تبرا بازی اور بہتان تراشی تک محدود نہیں ہے، بلکہ خدا گواہ ہے کہ جتنے مسائل  
 میں ان کا جھگڑا ہوا ہے ساتھ چل رہا ہے یہ تمام انہوں نے شیعہ مذہب سے  
 لئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا علی قاری حنفی شریعہ شفاء ص ۲۹ میں فرماتے ہیں۔  
 ”کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دنیا کی ہر بات کو  
 جانتے ہیں شیعوں کا عقیدہ ہے“

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جنیلانی نے غنیۃ الطالبین ص ۱۵۶ پر واضح طور پر  
 فرمایا ہے کہ شیعہ بارہ اماموں کو بھی عالم ماکان و مایکون سمجھتے ہیں۔ (بریلوی ہر  
 پیر کو عالم الغیب سمجھتے ہیں)

ناظرین کرام! یہ فیصلہ شدہ بات ہے کہ بریلویوں کے تمام مسائل علم غیب اور  
 بشریت، تعینات، غیر اللہ کی منت دانہ، بزرگوں کی قبروں پر بدعات کرنا وغیرہ  
 وغیرہ یہ تمام بریلوی مسائل شیعوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں۔ اگر کسی شخص  
 تسلی کرنا چاہے تو شیعوں کے کسی مجتہد سے دریافت کرے، ایک تبرائی کہتی  
 وہ بھی نکل چکی ہے۔ آج یہ کہنا بالکل درست ہو گا کہ بریلوی یعنی شیعہ اور شیعہ  
 یعنی بریلوی دو قالب یک جان ہیں۔ بدعت و سنت کے اس دورِ انقلاب میں  
 یوں بھی ہر جگہ بریلوی شیعوں کو ساتھ ملا کر سنت کو مٹا رہے ہیں، قریب ہے کہ  
 یہ لوگ تعزیراً اٹھالیں، اور وہ لوگ گیارہویں پر آمادہ ہو جائیں، تقریباً گھومتے  
 ہو چکے ہیں۔ بریلویت اور شیعیت کا یہ عجیب و غریب ملک کے بیاریات سے قطعاً نا آشنا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
تَحْمِیْدًا وَنُصَلِّیْ عَلَیْ رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ  
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا سَلَامًا (سُوْرَةُ اَحْزَابِ)

ترجمہ: سبے شک خداوند تعالیٰ اپنے حبیب پر خاص رحمتیں نازل کرتا ہے  
اس صورت میں کہ دنیا میں آپ کا ذکر ملتا کرتا ہے۔ آپ کی شہادت  
کو قائم کرتا ہے۔ نبوت کے دن آپ سے مقام شفاعت اور  
مقام محمود کا وعدہ کرتا ہے۔ فرشتے آپ کے لئے خصوصی رحمتوں  
کی دعا کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اللہ سے آپ کے لئے  
زیادہ رحمت کی دعا کرتے رہو اور خوب اچھی طرح سے سلام پڑھا کرو  
دُرود شریف کو عربی زبان میں صَلَوَاتٌ کہتے ہیں۔ صَلَوَاتٌ خداوند تعالیٰ کی طرف  
سے یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ فرشتوں کے سامنے آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی  
تعریف اور بزرگی بیان کرتا ہے۔ فرشتوں کی صَلَوَاتٌ یہ ہے کہ فرشتے آپ  
کے لئے اللہ کی جناب میں بزرگی اور عظمت کی دعا انگلتے ہیں۔ ایمان والوں  
کی طرف سے جو دُرود شریف کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے لئے برکت اور  
زیادتی کی دعا ہے۔

صَلَوَاتٌ کی دو قسمیں ہیں۔ خاص اور عام۔ خاص صَلَوَاتٌ تو فقط انبیاء

علیہم السلام کے لائق ہے۔ اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق ہے جس کا مطلب دنیا میں نیک نامی، دین کا غلبہ، اور قیامت تک شریعت کا جاری ہونا ہے۔ اور آخرت میں تمام اہمتوں کی شفاعت۔ مقام محمود اور بلند درجات ہیں۔ عام صلوات جو ایمان والوں کے لئے ہے۔ اس کا نتیجہ اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف جانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درود شریف آپ کے حق میں ایک بہت بڑی دعا ہے جو اہمت کو محبت، عقیدت، اور آپ کے بڑے بڑے احسانات کی شکرگزاری کے لئے سکھائی گئی ہے۔ لیکن درحقیقت آپ کے احسانات کا شکر یہ ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے ہم اپنی عاجزی، اور بے بسی کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کی جناب میں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اپنے حبیب خاص پر ایسی خاص الخاص رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جو آپ کی شانِ عظیم کے لائق اور مناسب ہوں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا فائدہ، درود پڑھنے والے کو پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ درود شریف پڑھنے سے ہم اپنی سچی محبت اور دلی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ کی ذات مبارک بندہ آدمی کے درمیان ایک واسطہ اور وسیلہ ہے۔ ہم آپ کی تابعداری کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ کے حق میں دعا کرنا درحقیقت ساری مخلوقات کے حق میں خیر و برکت کی دعا ہے۔ کیونکہ نہریں پانی ڈالنا دراصل کھیتوں کو سیراب کرنا ہے۔ اس لئے یہ دعا ساری مخلوق کے لئے دعا ہے۔ (بامعہوم) مدارج النبوت ص ۱۸۱

معلوم ہوا کہ درود شریف ایک اعلیٰ قسم کی دعا ہے، اور خوش قسمتی کی حد ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے درود پڑھنے کا طریقہ بھی آپ سے سیکھ لیا۔  
درود شریف کے مسائل کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

## باب اول

### فصل اول درود شریف کے فضائل کے بیان میں

۱۔ سب سے بڑھ کر تو فضیلت اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلوة کی نیت اپنی اور اپنے ملائکہ کی طرف فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَخْتَلِفُونَ عَلٰى النَّبِيِّ۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جمعہ کے روز جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

۳۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔

۴۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ قیامت کے روز میرے ساتھ اس کو قرب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔

۵۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے بہت سے فرشتے اس کا کام پر ہیں کہ یہاں کہ یہاں اور جو شخص میری امت میں

سلام بھیجتا ہے اس کو میرے پاس پہنچاتے ہیں۔

۶۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے مجھ کو خوشخبری سنائی کہ یہ وردگاہ عالم فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا، اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ میں نے یہ سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔

۷۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر صلوٰۃ کی کثرت کیا کرتا ہوں، تو کس قدر صلوٰۃ اپنا معمول رکھوں۔ فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے، میں نے کہا کہ ایک رُبع یعنی تین رُبع اور دُعاؤں میں۔ فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے، اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، نصف؟ فرمایا جس قدر چاہو اور اگر زیادہ کر دو تو اور بہتر ہے۔ میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھو گا۔ فرمایا تم اب تمہارے سب فکروں کی بھی کفایت ہو جائے گی، اور تمہارا گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔

۸۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں، اور اس کے دس گناہ معاف ہوں اور اس کے دس درجے بڑھیں، اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ اور ملائکہ اس کے لئے ستر بار دعا کرتے ہیں۔

۱۰۔ کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تم چاہتے ہو کہ قیامت کے روز تم کو پیاس نہ لگے؟  
عرض کیا ہاں۔ ارشاد ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود کی کثرت کیا کرو۔  
روایت کیا اس کو اصبہانی نے۔

۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر دُرود کی کثرت کرے گا، وہ عرش کے سایہ میں  
ہوگا۔ روایت کیا اس کو ویلی نے۔

۱۲۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر میری قبر کے  
پاس دُرود شریف پڑھتا ہے، اُس کو میں خود سنتا ہوں۔ اور جو مجھ سے  
فاصلے پر دُرود پڑھتا ہے۔ وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ یعنی بذریعہ ملائکہ  
کے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

۱۳۔ در مختار میں اصبہانی سے نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر دُرود پڑھے اور وہ قبول ہو جائے تو آسمان  
کے گناہ اُس کے مٹو ہو جاتے ہیں۔

۱۴۔ شفا میں ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان مجھ پر  
دُرود بھیجتا ہے۔ فرشتہ اُس دُرود کو لے کر مجھ تک پہنچاتا ہے، اور نام لے  
کر کہتا ہے کہ فلانا ایسا ایسا کہتا ہے یعنی اس طرح دُرود بھیجتا ہے۔

۱۵۔ ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
کثرت کرو مجھ پر دُرود بھیجنے کی، تحقیق وہ پاکیزگی ہے واسطے تمہارے۔ یعنی  
بسبب دُرود کے گناہوں سے پاکی، اور ہر طرح کی ظاہری و باطنی جانی و مالی

پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

۱۶۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں، یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے، اب اختیار ہے خواہ کم درود بھیجو مجھ پر یا زیادہ، مقتضود یہ ہے کہ درود بکثرت پڑھنا چاہئے

۱۷۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص درود بھیجے مجھ پر کسی کتاب میں، ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے، جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

۱۸۔ امام مستغزی رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی ہر روز سو بار درود پڑھے اس کی سوجھتیوں پوری کی جائیں، تیس دنیا کی، باقی آخرت کی۔

۱۹۔ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سو بار مجھ پر دس بار درود بھیجے، اور نام کو دس بار قیامت کے روز اس کے لئے میری شفاعت ہوگی۔

۲۰۔ ابو سعید ابن شاپر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود پڑھے، نہ مرے گا جب تک کہ اپنا جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔

۲۱۔ ویلیج نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز اور حضرات سے وہ شخص زیادہ نجات



پاؤں گاہے دنیا میں مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا۔ (از رسالہ زاد السعید)

## فصل دوم درود شریف کی خاصیت اور تاثیر کے بیان میں

۱۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تمام دعائیں رُکھی رہتی ہیں جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود نہ پڑھو۔  
 ۲۔ حضرت شہ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان منتقل رہتی ہے، اُد پر نہیں جاتی جب تک کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو۔  
 ۳۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کا کان بولنے لگے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرے، اور آپ پر درود پڑھے، اور یوں کہے کہ جس نے مجھ کو یاد کیا ہو اللہ تعالیٰ اس کو خیر و رحمت سے یاد فرما دیں۔

۴۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس شخص کو منظور ہو کہ میرا مال بڑھ جاوے وہ یوں کہا کرے **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَلِّ عَلَىٰ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ**

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا، اُس کا پاؤں سر گیا، آپ نے فرمایا جو شخص تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اُس کا نام لے لے اُس نے کہا **عُصَمَاءُ صَلِّ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** اسی وقت سونگ اُتر گئی۔  
 ۶۔ ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا۔ آپ نے یہی عمل کیا اسی وقت سونگ اُتر گئی۔

۷۔ حدیثوں میں نماز حاجت تمام حوائج پوری ہونے کے لئے آئی ہے،

اس میں بھی بعد نماز کے دُرود شریف پڑھا جاتا ہے۔ دُرود شریف کو کامیابی حوائج میں دخل ٹھہرا۔

۸۔ حفظِ قرآن مجید کی دُعا حدیث شریف میں آئی ہے، اُس دُعا کے ساتھ بھی

دُرود شریف پڑھا جاتا ہے۔ پس دُرود شریف کو حفظِ قرآن مجید میں بھی دخل ہوگا

۹۔ ابو موسیٰ مدنی نے بسندِ ضعیف روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ، مجھ پر دُرود بھیجو، وہ چیز یاد آ جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۰۔ سب سے لذیذ تمہ اور شیریں تر خاصیت دُرود شریف کی یہ ہے کہ اس کی

بدولت مسافر کو خواب میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت زیارت

مکبتر ہوئی ہے۔ بعض دُرودوں کو بالخصوص بزرگوں نے آزما پایا ہے۔ شیخ

عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے، کہ

شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی

اور گیارہ بار قل ھواللہ، اور بعد سلام سو بار یہ دُرود شریف پڑھے انشاء اللہ

تعالیٰ تین جمعے نہ گزرنے پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی، وہ دُرود شریف یہ ہے

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِي سَلَمَةَ وَآلِ اَبِي سَلَمَةَ

۱۱۔ شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں

بعد الحمد کے پچیس بار قل ھواللہ اور بعد سلام کے یہ دُرود شریف ہزار مرتبہ

پڑھے، دولت زیارت نصیب ہو۔ وہ یہ ہے صَلِّ اللّٰهُ عَلٰی النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

۱۲۔ شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس دُرود شریف کو پڑھنے

سے دولت زیارت نصیب ہو اللہم صل علی سیدنا محمد بحر  
 انوارک و معدن اسرارک و لسان محبتک و عروس مملکتک  
 و امام حضرتک و طرائق ملکک و خزائن رحمتک و طریق  
 شریعتک المتلذذ بتوحیدک افسان عین الوجود و السبب  
 فی کل موجود عین اعیان خلقک المتقدّم من نور ضیاءک  
 صلوة تدرم بدوامک و تبقی ببقائک لا منتهی لهادونک  
 صلوة ترضیک و ترضیہ و ترضی بہا عنایا رب العالمین

۱۳۔ اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے  
 اللہم رب الجبل و الحرام و رب البیت الحرام و رب الشکر  
 و المقام ابلغ لروح سیدنا و مولانا محمد منّا السلام  
 مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پڑھنا اور  
 ظاہری اور باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔ (از رسالہ زاد السید مولانا نقانوی)

## فصل سوم

### درد و شرف کے متعلق حکایات عجیب و غریب کے بیان میں

۱۔ موہب لدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں  
 کم وزن ہو جائیں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پونہ سرائگشت کے برابر  
 نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پتہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن  
 کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کون ہیں؟ آپ کی

صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے۔ آپ فرمادیں گے میں تیرا ہی ہوں، اور یہ درود ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا۔ میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔

۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہ جلیل القدر تابعی اور خلیفہ راشد ہیں، شام سے مدینہ منورہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے دُوحہ شریفہ پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔

۳۔ دُوحۃ الاحباب میں امام اسمعیل بن ابراہیم مزنی سے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا، اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ وہ ہلے مجھے بخش دیا، اور حکم دیا کہ مجھ کو تقسیم و احترام کے ساتھ بہشت میں لے جاؤں اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کون درود ہے؟ فرمایا یہ ہے۔ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَا الذَّاكِرَاتِ وَكُلَّمَا عَفَلَ عَن ذِكْرِي الْغَافِلُونَ**۔

۴۔ شاہجہاں اللغات میں ابن ناکہانی کی کتاب فخر میر سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ شیخ صالح موسیٰ ضریبی تھے، انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ مجھ سے نقل کیا، کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا، اند میں اس میں موجود تھا، اس وقت مجھ کو غنودگی ہی ہوئی، اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز ولے اس کو ہزار بار پڑھیں۔ ہنوز تین سو بار یہ کویت نہ پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی۔ اور **بَعْدَ الْمَمَاتِ كَيْفَ عَلَيَّ كَلِّ**

شَيْءٌ قَدِيرٌ بَعِيٌّ اس میں معمول ہے، اور خوب ہے۔ وہ درود یہ ہے۔  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاةً تُجَنِّبُنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَهْوَاءِ  
 وَالْأَفَاتِ وَتَقْضِي لَنَا بِهَا جَمِيعَ الْحَاجَاتِ وَتَطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ  
 جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْتَعْنَا بِهَا أَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا  
 أَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ  
 اور شیخ مجد الدین صاحب قاموس نے بھی اس حکایت کو بند خود روایت  
 کیا ہے۔

۵۔ بعض رسائل میں عبید اللہ بن عمر قواریب سے نقل کیا ہے کہ ایک کاتب میرا  
 ہمایہ تھا وہ مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ  
 نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے سبب پوچھا، کہا  
 میری عادت تھی جب نام پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب میں لکھتا  
 تو صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑھاتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ  
 نے دیکھا، اور نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل پر گزرا۔

۶۔ دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور ہے کہ مؤلف کو سفر میں وضو کے لئے پانی  
 کی ضرورت تھی، اور ڈول رسی کے نہ ہونے سے پریشان تھے۔ ایک لڑکی نے  
 یہ حال دیکھ کر دریافت کیا، اور کنوئیں کے اندر تھوک دیا۔ پانی کنارے تک  
 اہل آیا۔ مؤلف نے حیران ہو کر اس کی وجہ پوچھی۔ اُس نے کہا یہ برکت درودِ شریف  
 کی ہے۔ جس کے بعد انہوں نے یہ کتاب دلائل الخیرات تالیف کی۔

۸۔ ایک معتمد دست نے راقم سے ایک خوشنویس لکھنؤ کی حکایت بیان کی،

کہ ان کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اول ایک بار درود شریف ایک بیاض پر جو اسی غرض سے بنائی تھی لکھ لیتے اس کے بعد کام شروع کرتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکرِ اموات سے خوف زدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھئے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے؟ ایک مجذوب آہٹلے اور کہنے لگے 'بابا کیوں گھبراتا ہے؟ وہ بیاض سرکار میں پیش ہے اور اس پر صاد بن رہے ہیں۔'

۹۔ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مرحوم کے داماد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس مکان میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا وہاں ایک ہینے تک خوشبو عطر کی آتی رہی۔ حضرت مولانا محمد تاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو بیان کیا، ارشاد فرمایا یہ برکت درود شریف کی ہے۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر درود شریف کا شغل فرماتے۔

۱۰۔ ابو زرہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس سے سبب حصول اس درجے کا پوچھا۔ اس نے کہا میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آتا میں درود لکھتا تھا۔ اس سے مجھے یہ درجہ ملا۔

۱۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کی ایک اور حکایت ہے کہ ان کو بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی درجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا یہ پانچ درود شب جمعہ کو میں پڑھا کرتا تھا۔ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ بَعْدَ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ بَعْدَ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ**

كَمَا أَمَرْتُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا تَحِبُّ أَنْ  
يُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا يَلْبَغِي أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ -  
اس درود کو دس دفعہ کہتے ہیں۔

۱۲۔ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک صالح کو کسی نے خواب  
میں دیکھا۔ اُس سے حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا،  
اور مجھے بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔ سبب پوچھا گیا تو اُس نے کہا  
کہ فرشتوں نے میرے گناہ اور میرے درود کو شمار کیا۔ سو شمار درود کا زیادہ  
بنگلا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اتنا بس ہے۔ اس کا حساب مت کرو، اور اس  
کو بہشت میں لے جاؤ۔

۱۳۔ شیخ ابن حجر مکی رح نے لکھا ہے کہ ایک مرد صالح نے معمول مقرر کیا تھا  
کہ ہر رات کو سوتے وقت درود بعدِ مہین پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات  
خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف  
لائے، اور تمام گھر اس کا روشن ہو گیا۔ آپ نے فرمایا وہ مُنْتَهَا دُرُودِ  
بہت پڑھتا ہے کہ بوسہ ڈوں۔ اُس شخص نے شرم کی وجہ سے رخسارہ سامنے  
کر دیا۔ آپ نے اس کے رخسارے پر بوسہ دیا۔ بعد اِس کے وہ بیدار ہو  
گیا تو سارے گھر میں مُشک کی خوشبو باقی رہی۔

۱۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة میں لکھا ہے  
کہ جب حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان  
پر ہاتھ بڑھانا چاہا۔ ملائکہ نے کہا صبر کرو۔ جب تک نکاح نہ ہو جائے، اور

ہر ادا نہ کر دو۔ انہوں نے پوچھا ہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا کہ رسول نبول  
صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود پڑھنا۔ اور ایک روایت میں بیس بار آیا ہے۔  
۱۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں، اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ  
علیہ نے جلاء الافہام میں ص ۲۹۷ پر یہ واقعہ لکھا ہے۔

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا کہ شبلی رحمۃ اللہ  
علیہ تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان کو گلے لگایا۔ پھر دونو  
آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے کہا، حضرت آپ نے ایسا کیوں کیا؟  
حالانکہ آپ اور بغداد کے سب لوگ شبلی کو دیوانہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے جواب  
دیا۔ میں نے وہی کچھ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ ایک دن مجھے خواب  
میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ شبلی  
حاضر ہوئے اور آپ نے اٹھ کر انہیں دونو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں  
نے عرض کیا حضور شبلی پر اتنی ہر بانی کس وجہ سے ہے؟ فرمایا یہ ہر نماز کے بعد :-  
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ  
بِالنُّبُوَّةِ الْمُنِيَّةِ كَذُوفاً رَّحِيْمًا پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین دفعہ درود  
شریف پڑھتا ہے۔

135240

فضائل اور حکایات درود شریف کے بہت زیادہ ہیں۔ بزرگان دین نے  
درود شریف کی جو برکات دیکھی ہیں بے شمار ہیں۔ بطور نمونہ یہی کافی ہے۔  
(نوٹ) اس فصل کی اکثر روایات رسالہ زاد السجد مولانا تقاوی سے لی گئی ہیں۔



# فصل چہارم دُرود شریف کے الفاظ کے بیان میں قرآنی سلام

۱۔ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

۲۔ سَلَامٌ عَلَىٰ الْمُرْسَلِينَ ۝

یہاں دُرود شریف کے ۲۵ لفظ اور سلام کے ۱۵ لفظ بیان کئے جاتے ہیں

## ۱۔ دُرود شریف

۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

ترجمہ :- اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص خاص رحمت، برکت، بزرگی، عزت

شرف، نام کی بلندی نازل کر، اور آپ کی آل پر بھی، اور آپ کو رہنے کے لئے

ایسی جگہ عطا فرما، جو تیرے قریب والی ہو۔ جس جگہ تیرا زیادہ قرب حاصل ہو۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ دُرود پڑھے گا، اس کے لئے میری شفا

واجب اور ضروری ہے۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَائِمَةِ وَالصَّلَاةِ النَّافِعَةِ صَلِّ

عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنِّي يَا هَذَا لَا تَسْخَطُ بَعْدَهُ أَبَدًا

ترجمہ :- اے اللہ! اے رب اس منادی کے جو قیامت تک قائم ہے، اور اے

اب نماز کے جو نفع دینے والی ہے۔ خاص رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

اور مجھ سے ایسا راضی ہو جا کہ اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہو۔

یہ لفظ اذان سے مناسبت رکھتے ہیں۔ شفاء شریف میں تقریباً اس مضمون کی روایت موجود ہے۔ یہ اذان کے بعد کا درود شریف اور دعائے مشہور دعا جس میں وسیلہ کا لفظ آتا ہے وہ بھی ثابت ہے۔ دونوں جمع کر کے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔

۳۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ -

ترجمہ :- اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں خاص رحمت نازل فرما، اور ان کی آل پر بھی۔ تمام مومن مسلمان مردوں عورتوں پر۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کے پاس خیرات کرنے کے لئے مال نہ ہو، تو

اس درود شریف سے اس کو صدقہ خیرات کی طرح نفس کی پاکیزگی نصیب ہوگی۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَأَيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ -

ترجمہ :- اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص رحمت نازل فرما، اور آپ کی آل پر، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برکت دے، اور ان کی آل کو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر، اور ان کی آل پر۔ جیسا کہ تو نے ہر بانی اور برکت، اور رحمت کی ابراہیم پر اور ان کی آل پر۔ بے شک تو ہی تعریف کیا ہوا بزرگی والا حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی نے فرمایا کہ یہ درود التجات کے بعد پڑھا جائے۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى

اَلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ  
 ترجمہ :- اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص رحمت نازل فرما اور  
 آپ کی آل پر۔ جیسا کہ تو نے ابراہیم کی آل پر رحمت فرمائی۔ بے شک تو  
 بے تعریف کیا ہوا بزرگی والا۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت  
 بھیج اور ان کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت دی آل ابراہیم کو۔ بے شک تو بے  
 تعریف کیا ہوا بزرگی والا۔

۶۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ  
 اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ۝ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ  
 مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

(ترجمہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔)

۷۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى  
 اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ۝  
 ۸۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى  
 اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ۝ وَبَارِكْ  
 عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ  
 حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

۹۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ

وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَهْلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ  
 ۱- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ  
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۱۱- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ  
 إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
 آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۱۲- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْ وَاجِبَهُ وَذُرِّيَّاتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْ وَاجِبَهُ وَذُرِّيَّاتِهِ  
 كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

اس روایت میں ازواج کا لفظ ہے یعنی آپ کی پاک بیبیاں، اور ذریعہ  
 آپ کی اولاد ہے۔

۱۳- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَنْزِلْ وَاجِبَهُ وَذُرِّيَّاتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَنْزِلْ وَاجِبَهُ وَذُرِّيَّاتِهِ كَمَا  
 بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۱۴- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى حَمْدِ النَّبِيِّ وَأَنْزِلْ وَاجِبَهُ أَهْلَاتِ الْمُؤْمِنِينَ  
 وَذُرِّيَّاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ  
 ترجمہ :- اے اللہ! خاص رحمت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی  
 ہیں، اور آپ کی بیبیوں پر، جو ایمان والوں کی مائیں ہیں، اور آپ کی اولاد

اور خاندان پر جیسا کہ رحمت کی تو نے حضرت ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو ہے توفیق  
کیا ہوا، بزرگی والا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو  
کہ ہمارے گھرانے پر درود پڑھتے وقت ثواب کا پیمانہ بھر کر لے تو یہ درود پڑھے  
۱۵۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى  
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ  
عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى  
مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَ  
عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

اس درود شریف میں ترحّم کا لفظ زیادہ آیا ہے۔ ترحّم کا مطلب  
یہ بتا ہے کہ اے اللہ! اپنی ذات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہریان بنا  
بہت زیادہ رحمت فرما کے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

۱۶۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى  
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ  
بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ  
وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ  
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ  
كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ

اللَّهُمَّ سَلِّمْ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ  
وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ

اس روایت میں تحنن کا لفظ آیا ہے۔ یہ خان سے ہے۔ اس کے معنی رحمت  
برکت، رزق، وقار کے ہیں۔ ٹھیک معنی یہ ہیں۔ اے اللہ توجہ کر آپ کی  
طرف ..... الخ۔ سَلِّمْ۔ سلامتی نازل فرما۔ خیریت فرما۔

۱۷۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَىٰ  
مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ كَمَا  
صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ  
فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ

۱۸۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ  
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔ اللَّهُمَّ بَارِكْ  
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ  
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔

یہ نماز والا درود شریف ہے۔ اس کی تشریح آگے بیان ہوگی۔ اس کی  
روایت سب سے زیادہ صحیح اور مضبوط ہے۔

۱۹۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ  
إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ  
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔

۲۰۔ اللَّهُمَّ صَلِّ مُحَمَّدِ بْنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الْأُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ  
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ -

۲۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ  
وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ  
صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلَهُ جَزَاءٌ وَحَقُّهُ اَدَاةٌ وَّ اَعْطِهِ  
الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمُحْمُوْدَ الَّذِي وَعَدْتَهُ  
وَاجْرَهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهُ وَاجْزِهِ اَفْضَلُ مَا جَانَيْتَ نَبِيًّا  
عَنْ يَوْمِهِ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهِ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اٰخْوَانِهِ  
مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصّٰلِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن سات بار اسے پڑھے، اور رات

جمعہ تک ایسا کرے اس کو شفاعت نصیب ہوگی۔

۲۲۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَبِيِّ  
الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ  
اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ -

اس عبارت میں ایک لفظ اُمّی آیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ کے

تمام کالائ پیدائشی اور اصلی ہیں۔ آپ نے کسی سے کھنا پڑھنا نہیں سیکھا

۲۳۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ  
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمُ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى

أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ  
 عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتِ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ  
 ۲۴۔ اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ  
 مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ وَبَارِكْ  
 عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ  
 آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ۔  
 ۲۵۔ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ۔

یہ پچیس صحیح روایتیں درود شریف کی یہاں درج کی گئی ہیں۔ اور بھی صحیح روایتیں  
 کئی ایک ہیں۔ یہاں نمونہ کے لئے کچھ درود شریف بیان کئے گئے ہیں۔ اب سلام  
 کا حال سنئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام دونو برابر درجہ کے  
 لازمی حق ہیں۔ سلام کا طریقہ التّحیّات میں سکھایا گیا تھا۔ پھر جب قرآنِ کیم  
 میں درود اور سلام دونو کا حکم دیا، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہمیں سلام کا طریقہ تو  
 التّحیّات میں معلوم ہو چکا ہے۔ درود کا طریقہ بتائیے۔ پھر آپ نے درود شریف  
 سکھایا۔ اس لئے حدیث میں سلام کے الفاظ تقریباً وہی ہیں جو التّحیّات  
 میں آتے ہیں۔

### سلام کا سنت طریقہ

۲۶۔ التّحیّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا  
 النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ  
 الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا



بندۃ ورسولہ۔

رحمہ :- زبان کی سب عبادتیں اللہ کے لئے ہیں۔ اور بدن کی تمام عبادتیں، اور پاک مال کی عبادتیں (مرقاۃ ص ۵۵۱ و بصر ص ۳۲۴) سلام ہو آپ پر اے نبی ص، اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حدیث کی صحیح اور سچی کتابوں میں یہ روایت اس طرح ہے کہ پہلے پہلے صحابہ رض نماز میں التَّحِيَّاتِ کی بجائے یوں پڑھتے تھے۔ اللہ پر سلام ہو، فرشتوں پر سلام ہو، فلاں فلاں پر سلام ہو۔ جب آپ معراج شریف سے واپس آئے (مرقاۃ ص ۵۵۵) تو آپ نے فرمایا: اللہ پر سلام نہ کہو، کیوں اللہ تو خود سلام ہے پس جب تم نماز میں بیٹھو تو یوں کہو التَّحِيَّاتِ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتِ... آخر تک، اللہ خود سلام ہے۔ اس کا مطلب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات

ص ۳۱ پر بیان فرماتے ہیں۔ "خداوند تعالیٰ ہر آفت بیماری، نقص، کمی سے پاک ہے۔ بندوں کو ظاہری باطنی معیبتوں سے سلامتی بخشتا ہے۔ پس سلامت رہنا اس کی اپنی چیز ہے اور اس سے سلامتی مانگی جاتی ہے اس شخص کے لئے جس کو حاجت اور خوف پیش آئے۔ مطلب یہ کہ سلام پڑھنا سلامتی اور خیریت کی دعا مانگنا ہے۔ اور یہ دعا اس شخص کے واسطے مانگی جاسکتی ہے جو حاجت مند ہو، اور اس پر آفتوں کا خطرہ ہو۔ خداوند تعالیٰ پر سلام نہیں پڑھا جاسکتا کیونکہ وہ تو سلامت ہی سلامت ہے۔ سلام تو مخلوق پر پڑھا جاتا ہے۔"

اس موقع پر چند باتوں پر غور کرنا چاہئے۔

- ۱۔ التحیات میں ہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام پڑھنے کا طریقہ خود حضورؐ نے سکھایا۔ اس سے بہتر سلام کیا ہوگا۔
- ۲۔ جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ سلام بھی ضرور پڑھتا ہے۔ جب تک سلام نہ پڑھے نماز ادا نہیں ہوتی۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اپنی ذات پر سلام کا طریقہ سکھانے سے پہلے التحیات۔ الصلوات۔ الطیبات میں اللہ کا پورا پورا ادب اور توحید کا سچا عقیدہ مکمل کو دیا۔ زبان کی سب عبادتیں، بدن کی سب عبادتیں، پاک مال کی سب عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ ساری عبادتیں ان تین نکتوں میں آگئیں، اور غیر اللہ کے لئے بندگی کا کوئی حصہ باقی نہ رہا۔ زبان کی سب عبادتیں قرآن، کلام، درود، سلام، سب اللہ پاک کو خوش کرنے کے واسطے ہیں۔ کوئی کلام عبادت نہیں ہوگی جب تک اللہ کے لئے نہ ہو۔ درود اور سلام بھی ہم اس لئے پڑھتے ہیں کہ اللہ کے قرآن میں حکم دیا ہے۔ زبان کے علاوہ سارے بدن سے جتنی تالیفاری اور عبادت کی جاتی ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ عمرہ۔ سچ بولنا۔ نیچی نظر سے دیکھنا۔ فیبت سے بچنا۔ اچھے اخلاق، اچھی عادتیں پیدا کرنا۔ عرض قلم نیکیاں ظاہری اور باطنی اللہ کے لئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیفاری بھی اللہ کو خوش کرنے کے واسطے ہے۔ ماں باپ، استاد، بزرگ سب کا حق پہنچانا اللہ کے لئے ہے۔ پاک مال کی عبادت وہی ہوگی جو اللہ کو خوش کرنے کے واسطے ہو، ثواب اس کا اپنے لئے رکھ لے، ہا کسی مسلمان رشتہ دار یا بزرگ کو پہنچائے

جن کو ثواب پہنچے گا ان کو خوشی بھی ضرور حاصل ہوگی۔ لیکن یہ بعد کی چیز ہے۔ عمل کرتے وقت جب پاک مال خرچ کیا ہے تو اس وقت اللہ کو تالیف داری کی نیت تھی۔ پھر کسی اللہ کے پیارے کو اس کا ثواب بھیج دیا۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں۔ یا مجھ پر ان کے دینی دنیاوی حقوق ہیں۔ اور اللہ کے دین میں اس بات کی اجازت بھی ہے۔ تو ان کو خوش کرنا بھی اللہ کی خوشی کے واسطے ہے۔ اس میں کوئی دنیاوی غرض نہ ہو تو اچھی بات ہے۔ اگر دنیا کی غرض پیش آگئی اور کچھ کلمہ کلام پڑھ کر بزرگوں کو ثواب بھیجا۔ کچھ دیگ لکائی اور بزرگوں سے سوال کیا۔ اے اللہ کے پیارے دیگ لے لو اور میری شکل آسان کرو اور یہ ایک قسم کی سوداگری ہے۔ ایک تبادلہ ہے، خرید و فروخت ہے۔ اس میں اللہ کی عبادت کی نیت کہاں ہے؟ جن لوگوں نے بزرگان دین سے دنیا داری بنا رکھی ہے۔ اپنے خیال میں لیکن دین بنا رکھا ہے وہ محبت کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں؟ سچی محبت تو یہ ہے کہ پاک مال اللہ کو خوش کرنے کے لئے مسکینوں کو دیا جائے (کیونکہ قرآن میں ہر جگہ مسکینوں کو دینے کا حکم آیا ہے) پھر اس کا ثواب کسی کو بے غرض بھیج دو۔ اس سے روحانی برکات نصیب ہوتی ہیں (یہ مسئلہ چہارن سنت میں الحمد للہ پوری تھی بیان ہو چکا ہے) خلاصہ یہ کہ سلام سے پہلے جو تین ضروری عقیدے نماز میں ہم کو سکھائے گئے ہیں۔ جو شخص یہ تین اصول اچھی طرح نہ مانے، اس کا سلام پڑھنا بے کار ہے، ضائع ہے۔ بھائیو! پہلے توحید سیکھو، پھر سلام پڑھو۔ پاک مال کی عبادت صرف اللہ کے لئے ہے، اور ناپاک مال پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

## ایک عامیانه سوال

لین دین اور تجارت کے تمام کاموں میں جب تک کوئی چیز انسان کے نام پر نہ لگائی جائے۔ حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح نکاح کے وقت عورت پر کسی مرد کا نام لگایا جاتا ہے تب اس مرد پر حلال ہوتی۔

### جواب

عورت پر جس مرد کا نام لگا جائے صرف اس پر حلال ہوتی ہے نہ کہ دوسروں پر۔ اگر یہی قاعدہ تمہارا یہاں جاری کیا جائے تو مطلب یہ نکلا کہ بزرگ کے نام کی منت بزرگ پر حلال ہے۔ باقی سب پر حرام ہوئی پھر آپ لوگ اس کو کیوں کھاتے ہیں؟ اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ کوئی چیز حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ کی شریعت کی اجازت سے نہ حاصل کی جائے، اور جب اللہ کے قانون سے حاصل کی گئی تو اللہ کے نام نے اسے حلال کیا۔ اللہ کا نام درمیان میں نہ آئے تو نکاح کیسے ہو؟ اللہ کا نام لگنا یہی ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس چیز کو حاصل کیا جائے، اور اسی طرح اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کی جائے۔ اب یہ فیصلہ ہم آپ کے اصناف پر چھوڑتے ہیں کہ اللہ کے نام پر مسکینوں کو دینے کا حکم تو قرآن میں جابجا موجود ہے، لیکن بزرگوں کے ساتھ سوداگری کا حکم قرآن، حدیث، اور فقہ حنفی میں کہاں ہے؟

سلام ہو آپ پر اے نبیؐ اور رحمت اللہ کی، اور برکتیں اُس کی، خداوند تعالیٰ کی خدائی مان لینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کی باری آئی شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت ص ۲۵۱ پر فرماتے ہیں:-

دور خطاب السلام علیک در سوال کردہ اند۔۔۔۔۔ الخ  
 ترجمہ :- السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ میں جو حاضر کا لفظ ہے۔ سلام جو تم پر  
 (آپ پر) اس پر ایک سوال تو یہ ہے کہ نماز میں کسی بشر کو مخاطب کرنا نماز کا  
 مفہد ہے۔ پھر چونکہ آپ بھی بشر ہیں تو آپ کو مخاطب کرنے سے نماز کیوں نہیں  
 ٹوٹتی؟ جواب یہ ہے کہ بشر تو آپ ہیں مگر یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ  
 کو مخاطب کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (یعنی بشر ہونے کا انکار نہیں ہے، لیکن  
 اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خاص مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کو مخاطب کرنے سے نماز فاسد  
 نہیں ہوتی)۔

دوسرا سوال :- نماز پڑھنے والے کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 حاضر نہیں ہوتے بلکہ غائب ہوتے ہیں تو یہ حاضر کا لفظ نماز میں سلام میں کیوں بولنا  
 ہے؟ چونکہ آپ حاضر نہیں ہیں اس لئے السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ہونا چاہئے۔  
 جواب :- شیخ نے جواب میں تین طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک جواب تصوفیانہ  
 ہے۔ یعنی صوفیائے کرام کے خیال میں چونکہ حقیقت محمدیہ دنیا کے ہر ذرہ میں چھپی  
 ہوئی ہے اس لئے نماز میں اپنے اندر اس حقیقت کو مخاطب کر سکتا ہے۔ یاد رہے  
 کہ حقیقت محمدیہ ایک صوفیانہ اعتبار ہے۔ تحقیق کے لئے دیکھو چراغِ حقیقت ص ۱۸۸  
 دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے، نماز میں اپنے تصور میں  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ الہی میں حاضر سمجھ کر سلام عرض کرتا ہے  
 (یہ تصور قائم کرنا اور سمجھنا نماز کا اپنا کام ہے کیونکہ بارگاہِ الہی میں حاضر ہونا  
 بھی ایک تصور اور خیال ہے) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:-

”جب تو تشہد میں بیٹھے تو نہایت ادب سے بیٹھ، اور اس بات کا صاف اقرار کر کہ تمام وہ چیزیں جن کے ذریعہ سے تو اپنا تعلق قائم کرتا ہے نمازیں، اور پاکیزہ اخلاق سب اللہ کے لئے ہیں، اسی طرح التَّحِيَّاتُ، یعنی بادشاہی اللہ کی ہے اور حاضر کر لے تو اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی ذات مبارک کو، یعنی تصور کر لے۔ پھر کہ سلام ہو آپ پر اے نبیؐ اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی، اور تجھے پکی امید ہوئی چاہئے کہ تیرا سلام آپ کو پہنچ جائے گا، اور آپ تجھے بہت اچھا جواب دے گا۔“

امام غزالیؒ نے بات صاف کر دی۔ اگر حضورؐ حاضر ہوتے تو امام غزالیؒ فرماتے۔ آپ کو حاضر ناظر سمجھ کر سلام پڑھ۔ اس کی بجائے وہ فرماتے ہیں، حاضر کر لے (یعنی تصور کر لے) امید رکھ کہ تیرا سلام آپ کو پہنچ جائے گا۔ یعنی فرشتے پہنچا دیں گے۔ مواہب لدنیہ کی عبارت کا مطلب بھی صاف ہو گیا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ دونوں جواب صوفیانہ اقوال سے لئے ہیں اور اصلی جواب جس کو وہ درحقیقت کے لفظ سے شروع کرتے ہیں یہ ہے :-

”درحقیقت این دعا است در نماز اگرچہ بصیغہ مخاطب است“

ترجمہ :- درحقیقت یہ سلام کا لفظ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعائے حاضر کا مخاطب نہیں ہے۔ اگرچہ لفظ مخاطب کے ہیں۔

چونکہ سلام کی اصل قصۂ معراج ہے، اور معراج میں خداوند تعالیٰ نے آپ کو یہی مخاطب کا لفظ فرمایا تھا۔ وہ لفظ اسی طرح چھوڑ دیا گیا ہے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو لفظ سکھائے تھے وہ لفظ برکت والے سمجھ کر تبدیل نہ کئے

گئے۔ اب یہ صرف آپ کے لئے ایک دُعا ہے۔ گفتگو اور حاضر ناظر سمجھ کر بات چیت نہیں ہے۔

اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے کہ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ یہ اس وقت تھا جب کہ آپ حاضر تھے، اور مائے زندہ تھے۔ آپ کی وفات شریف کے بعد صحابہؓ اس طرح سلام پڑھتے تھے السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی صحابہؓ نے وفات کے بعد یہ لفظ چھوڑ دیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ اب بھی زندہ ہیں۔ مگر شیخ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ وفات سے پہلے آپ حاضر تھے یعنی بعد میں نہیں ہیں۔

بندہ مؤلف عرض کرتا ہے کہ بخاری شریف کتاب الاستیذان باب المصافحہ میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی کی موجود ہے: ”جب آپ ص کا انتقال ہوا تو ہم صحابہ نے یوں پڑھا شروع کر دیا السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ جو لوگ السَّلَامُ عَلَيْكَ سے حاضر ناظر کی دلیل نکالتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہؓ کا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا کرنے والے صحابہ کتنے تھے، لیکن بخاری شریف کے لفظوں سے ظاہر ہے کہ تمام صحابہؓ نے سلام کا لفظ حاضر و غائب میں فرق کرنے کے لئے ایک دفعہ بدل دیا۔ پھر یہ خیال پیدا ہوا ہو گا کہ برکت ان لفظوں میں ہے جو آپ نے خود سکھائے تھے۔ اس لئے دوبارہ کچھ صحابہؓ یا سب نے السَّلَامُ عَلَيْكَ کہنا شروع کر دیا۔ اب یہاں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

۱- کیا یہ تبدیلی ہوئی یا نہ ہوئی؟ شیخ عبدالحقؒ کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ ہوئی۔

۲- کیا صحابہؓ میں اس موتہ پہ کوئی اختلاف ہوا؟ ظاہر ہے کہ نہ ہوا، کیونکہ کسی روایت میں اختلاف کا ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ سب صحابہؓ کا عقیدہ یہی تھا کہ وفات کے بعد آپ حاضر نہیں ہیں۔

۳- ان صحابہؓ کو وہابی وغیرہ کیوں نہ کہا جائے؟

شیخ عبدالحق محدثؒ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں بھی پورے دُور سے یہ بات فرمائی ہے۔ مطالع المسرّلت شرح دلائل الخیرات مصنفہ فاسی ص ۱۶۳ پر یا محمدؐ کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”یہ حقیقتاً پکارنا اور ندا کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ نداء حقیقی وہ ہوتی ہے

جہاں منادی یعنی وہ شخص جس کو بلایا گیا ہے زندہ اور حاضر ہو یعنی

دنیوی زندگی سے زندہ اور سامنے موجود ہو، سن رہا ہو، یا اس کے

سننے کی توقع ہو۔ لیکن یا محمدؐ کہنے والا چونکہ آپ کو متوجہ کرنے

اور بلانے کی نیت نہیں رکھتا اس لئے یا محمدؐ کہنے میں ہرج نہیں ہے“

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۵۵۶ میں فرماتے ہیں:-

”روایت ہے کہ جب آپ کو معراج ہوا تو آپ نے اللہ کی تعریف

میں یہ لفظ عرض کئے اَلْحَيَاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ

خداوند تعالیٰ نے فرمایا السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

وَبَرَكَاتُهُ۔ آپ نے جواب میں عرض کیا السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى

عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ لَّا



إِلَّا اللَّهُ وَاشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
 علامہ علی قاری فرماتے ہیں وَبِهَذَا يَظْهَرُ وَجْهُ الْخِطَابِ وَإِنَّهُ عِنْدَ  
 حِكَايَتِ مَعْرَاجِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ..... الخ  
 ترجمہ :- یہیں سے معلوم ہوا کہ السَّلَامُ عَلَيْكَ میں مخاطب اور حاضر کا لفظ  
 کہنے کی وجہ ظاہر ہو گئی۔ اور یہ کہ ان لفظوں میں محراج کا واقعہ بیان کرنا مقصود  
 ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ لفظ حاضر ناظر کا ثبوت نہیں ہے بلکہ محراج شریف کے واقعہ کو  
 بیان کرنے کے لئے تبدیل نہیں کیا گیا، ورنہ تبدیل کر دیا جاتا۔ کیونکہ آپ اب حاضر  
 نہیں ہیں اور غائب کے لئے ناسب کا لفظ آتا ہے۔

علامہ ابن نجیم فقیہ حنفی بحر الرائق ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں :-  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں تین تحفے پیش کئے  
 الْحَيَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ - خداوند تعالیٰ نے بھی جواب  
 میں تین چیزیں عطا فرمائیں۔ سلام۔ رحمت۔ برکت۔ پھر آپ نے اس انعام کو  
 اللہ کی جناب سے لے کر اللہ کے نیک بندوں پر تقسیم کر دیا۔ یعنی السَّلَامُ عَلَيْنَا  
 وَحَلَلْنَا عِبَادَ اللَّهِ الصَّالِحِينَ - سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔  
 نیک بندے انبیاء علیہم السلام اور فرشتے اور صالح ایمان دار ہیں۔ کیونکہ حضور  
 فرماتے ہیں جب کوئی شخص یہ لفظ کہتا ہے تو زمین آسمان کے درمیان جتنے نیک  
 بندے ہیں سب کو اس کا سلام پہنچتا ہے۔

عباد عباد کی جمع ہے عباد کا بیان آگے آتا ہے۔ صالحین صالح کی جمع  
 ہے۔ صالح وہ ہے جو اللہ کے اور بندوں کے تمام حق ادا کرے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

اس لفظ میں دو بڑی شہادتیں ہیں :-

۱۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کی ذات میں، نہ اس کی صفاتوں میں، نہ اس کے کاموں میں۔

۲۔ محمدؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بندہ عبد کا ترجمہ ہے۔ عبد کا تعلق عبادت اور عبودیت دونوں سے ہے۔

اللہ کی تقدیر اور ہر فیصلے پر بندہ کا راضی ہونا عبودیت ہے۔ اور ایسا کام

کرنا جس سے اللہ راضی ہو عبادت ہے۔ نزع ظاہر ہے۔ عبودیت افضل

ہے۔ کیونکہ عبادت تو آخر میں معاف ہو جائے گی۔ مگر عبودیت یعنی رضا کی صفت

جنت میں بھی حاصل ہوگی۔ معلوم ہوا کہ آپؐ عبد ہیں، عبودیت کی وجہ

سے، بعض نے کہا ہے کہ عبودیت میں اگرچہ حاجت اور محتاجی پائی جاتی ہے

لیکن مخلوق کے لئے اس سے بڑا رتبہ کوئی نہیں، یہی وجہ ہے کہ عبد کا لفظ

سورۃ سے پہلے آیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ معراج شریف کی آیت میں آپؐ

کو بارگاہِ الہی سے عبد کا خطاب ملا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

فَاَوْحٰی اِلَیْہِ عِبْرٰتِہٖ مَا اَوْحٰی۔ بحر الرائق ص ۳۲۵

شیخ عبدالحق محدثؒ ترجمہ مشکوٰۃ ص ۴۳ میں صالحین اور صالح کی تشریح

اس طرح فرماتے ہیں :-

”صالح کا لفظ فساد اور بگاڑ کی ضد ہے۔ بندہ صالح وہ ہوتا ہے، جو

عبودیت کا حق پورا پورا ادا کرے، اور اس پر مضبوطی سے قائم رہے۔“

اور کسی وجہ سے بھی اس کے ظاہر باطن کے کارخانہ میں خلل نہ آئے۔ اصلاح بہت آونچا  
 مقصد اور بند مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں انبیاء کو صالحین کہا گیا ہے، اور  
 بات یہ ہے کہ صلاح کے لفظ میں مراتب اور درجات بہت ہیں، اور جتنی سلامت  
 کسی شخص میں زیادہ ہوگی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دنیا بھر کے نمازیوں کے  
 سلام سے اس کو اتنا ہی حصہ سلامتی کا مل جائے گا۔ اور صلاح کا آخری مرتبہ وہ  
 ہے، جو ہمارے شیخ اور جنوں انسانوں کے شیخ غوث الثقلین محی الدین جیلانی قدس  
 سرہ العزیز نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں بیان کیا ہے۔ کہ صلاح اس حالت  
 کا نام ہے جب بندہ کی مرتبی ارادہ اور خواہش نفس کی ختم ہو جائے، اور بندہ اللہ کی  
 پسند باتوں پر قائم ہو جائے۔ صالح حقیقت میں وہ ہے جو اس مقام پر پہنچ چکا ہو  
 خداوند تعالیٰ کی ہر بات اس کے ہر کام کی ذمہ دار ہو جاتی ہے۔ قرآن میں آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا ہے۔ بے شک میرا کارساز اللہ ہے جس نے آملی ہے کتاب  
 اور وہی کام بناتا ہے صالحین کے یعنی نیکوں کے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے نفع کو  
 حاصل کرنے اور نقصان کو دور کرنے سے تدبیر کا لہذا رکھ لیا ہے۔ تقدیر کا لہذا  
 اس کا متولی اور ذمہ دار بن گیا ہے (یعنی اللہ کے حکم پر قائم ہے۔ نفع نقصان کی پروا  
 نہیں کرتا) اور جب بندہ اس حالت میں ہو، تو سلام اور سلامتی اس کو حاصل ہوگی،  
 ہر مصیبت اور آفت سے بچ گیا۔ کیونکہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو چکا ہے،  
 ہر حالت میں راضی اور خوش ہے۔

۵ راضی برضا ہوں تو سکون ابدی ہے

بر درد میں آرام ہے، ہر غم میں خوشی ہے

معلوم ہو چکا ہے کہ سارا تشہد آسمانی سیر کی کسی محفل کی ایک گفتگو ہے۔ کچھ کلام الہی ہے کچھ حضور کا ارشاد ہے، کچھ جبریل علیہ السلام کا۔ لیکن نماز پڑھنے والا اب یہ تمام الفاظ اپنی نیت اور ارادہ سے اپنی طرف سے پڑھتا ہے۔ پہلے خداوند کو تخریم پیش کرتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتا ہے، پھر اپنے نفس پر پھر تمام اولیاء اللہ پر سلام پڑھتا ہے۔ بحر الرائق ص ۳۲۵ ثانی ص۔

اور اس میں ایک خاص راز ہے ہر دو رکعت کے بعد بیٹھنے کا حکم ہوتا ہے، اور بیٹھ کر واقعہ معراج شریفہ کا اپنی لفظوں سے اس کی زبان پر اس لئے لایا گیا تاکہ نمازی کی روح کو اس پاکیزہ آسمانی سیر کی یاد اور پر کی طرف کھینچے اور زمین کشش کم ہو، نماز میں توجہ اور حضور نصیب ہو۔

ناظرین! تشہد کے اس بیان میں آپ نے چند باتوں پر غور کیا ہوگا:-

۱۔ سلام سے پہلے عقیدہ توحید کا درست کیا گیا ہے۔ ہر شخص ان تین لفظوں پر غور کرے ورنہ سب نیکیاں برباد، گناہ لازم۔

۲۔ یہ سلام جو خود آپ نے سکھایا ہے اس کے تین حصے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام، نمازی کی اپنی جان پر سلام۔ اولیاء اللہ پر سلام۔ گویا کہ یہ مکمل سلام ہے، اور باقی ناقص ہوں گے۔

۳۔ نماز میں انسان کسی وقت قیام میں ہوتا ہے، کبھی رکوع میں، کبھی سجدہ میں،

کبھی قومہ اور جلسہ میں، لیکن سلام پڑھنے کی حالت جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے پسند فرمائی ہے، وہ کونسی ہے؟ پورے ادب سے آرام سے بیٹھ کر سلام

پڑھا جاتا ہے۔ پھر افسوس ہے ان لوگوں کی عقل پر، جو بیٹھے ہوئے سلام کے لئے

اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا خداوند تعالیٰ کی تعظیم کافی نہ ہوئی؟ کیا روشن ہدایت کے مقابلہ میں اپنا قیاس اور اٹکل لانا چاہتے ہیں؟

۴۔ نماز میں بھی سلام آہستہ پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کو بلند آواز سے سلام پڑھنا پسند ہوتا تو شریعت میں التحیات اور اُردو شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہوتا۔ اگر سلام بلند آواز سے پڑھنے میں حضورؐ کی تعظیم زیادہ ہوتی ہے تو نماز میں اس برکت سے کیوں محروم کیا گیا ہے؟ یہ بحث پوری تفصیل سے آگے آ رہی ہے۔

۵۔ سلام سے پہلے تین نکتوں میں توحیدِ خالص بیان کی گئی، اور سلام کے بعد پھر کلمہ شہادت میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار لیا گیا۔ ادھر بھی توحید، ادھر بھی توحید درمیان میں سلام، گویا کہ سلام کے دونوں طرف توحید کے دو بازو اور دو پر لگاؤ جن سے اُڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پہنچتا ہے۔ دونوں پر سلامت ہو تو یہ پرندہ اُڑ سکے گا۔ ورنہ اس کی پرواز باطل ہو جائے گی۔

ایک طرف یہ عقیدہ کہ ساری عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ دوسری طرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلوار جھوٹی عبادت، عابد اور معبود کا سرکاٹ رہی ہے درمیان میں سلام شریف، گویا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور ہے تیشہ کے تمام اجزاء یہ ہیں۔

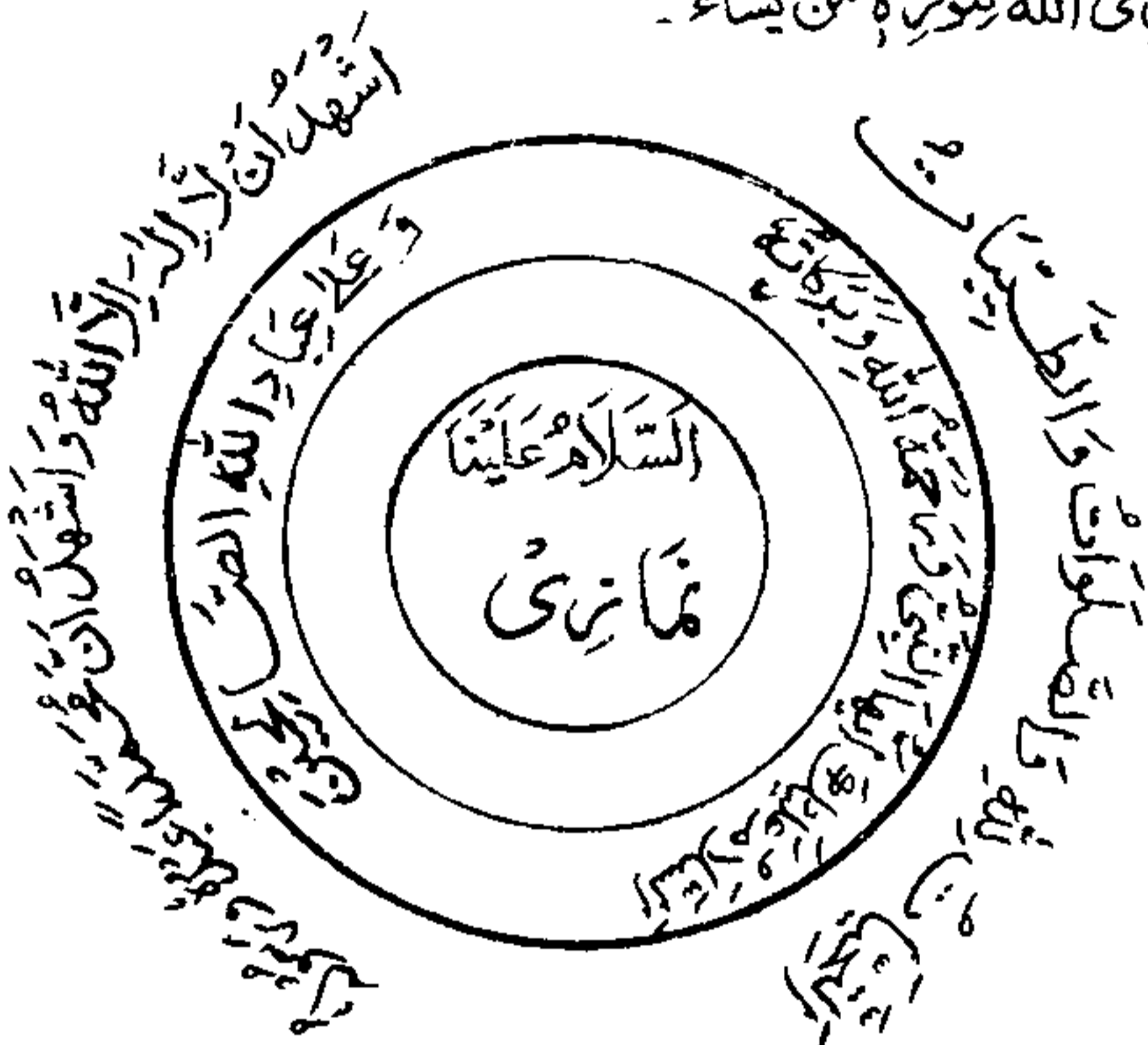
۱۔ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ ۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ پر سلام

۳۔ نمازی کی اپنی جان پر سلام ۴۔ اولیاء اللہ پر سلام

۵۔ کلمہ شہادت۔

یہاں غور کیجئے نمازی کا اپنا وجود بالکل درمیان میں ہے۔ اس کے ایک طرف

سرورِ کائنات کی ذاتِ بابرکات ہے۔ بائیں طرف تمام اولیاء اللہ ہیں۔ یہ ایک دائرہ ہے۔ اس پر ایک دائرہ اور ہے۔ جس کا دائرہا تو س التَّحِيَّاتُ ہے، بائیں تو س کلمہ ہمارا ہے۔ یہ دونوں تو س ایک نمازی کے ارد گرد دو مضبوط تعلقے ہیں۔ اگر نماز پڑھنے والا ان دونوں طرف کی نورانی دیواروں میں پھسارے تو اس کا سینہ نور علی نور ہو جائے،  
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ مِّنْ نُّورٍ مَّن يَشَاءُ۔



۶۔ کلمہ شہادت میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بعد جِدَّةٌ وَرَسُولُهُ جو اقرار لیجاتا ہے یہاں انصاف سے دیکھو تو سارے جھگڑے ختم ہیں۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔  
عبد اور صالح کی تشریح آپ پڑھ چکے ہیں۔ علامہ ابن نجیم فقیہ حنفی عبودیت کے متعلق فرماتے ہیں هِيَ مُنْبِئَةٌ عَنِ النَّقْصِ لِذَلَالَتِهَا عَلَى الْإِفْتِقَارِ وَالْحَاجَةِ

## کَمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِي فِي جَوَاهِرِ الْقُرْآنِ مَجْرَ الْوَالِدِ ۳۲۴

فرماتے ہیں عبدیتِ عبودیت حاجت اور محتاجی کا پتہ دیتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی نے جو اہر القرآن میں بیان کیا ہے۔

بھائی مسلمانو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو ہمارے تصور سے، عقل سے، دہم و خیال سے بھی بہت ہی بلند ہے۔ یعنی قُربِ الہی کے جو درجات آپ کو حاصل ہیں اس کی حقیقت ہماری سمجھ سے بہت بالاتر ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرمایا کرتے تھے: ”خدا کی حقیقت کو پہچاننا تو کجا، ہم بنی آدم تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پوری طرح نہیں پہچان سکتے“ (شہادۃ) حضرت مولانا محمد تاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب ”جوہر جبین ص ۲۸ حصہ دوم میں فرماتے ہیں:۔ ”اور ستر اس میں یہ ہے کہ اناضہ وجود، اور کمالات وجود مخلوقات کی جانب اگرچہ خزانہ خداوندی ہی سے ہوتا ہے مگر بہ شہادت آیت خَاتَمُ النَّبِيِّينَ اور آیت النَّبِيِّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْفَسْهَمِ چنانچہ تقریرات مرقومہ بالا سے واضح ہو چکا اور نیز بہ شہادت دیگر آیات و تائید تحقیقات ارباب مکاشفانہ وہ سب اناضہ بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ شب کو بواسطہ قمر اناضہ نور آفتاب ہوا کرتا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ قرآن، حدیث، اور صوفیائے کرام کے کشف سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر چیز کو جو وجود ملا ہے اور اس میں جو خوبیاں پیدا کی گئی ہیں مثلاً علم، عمل، حسن قوت وغیرہ، سب خوبیاں اللہ کی جناب سے آتی ہیں لیکن درمیان میں واسطہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ مبارک ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ رات

کے وقت سورج ہمارے سامنے نہیں ہوتا لیکن چاند کے سامنے ہوتا ہے۔ چاند سورج سے روشنی لے کر چمکتا ہے، تو چاند کی روشنی سے دنیا ساری چمک جاتی ہے۔  
اس مضمون کے مطالعہ کے لئے حضرت مولانا کی تصنیفات۔ آپ جیات  
قبلہ نما، اجوبہ اربعین تحذیر الناس قابل دید ہیں۔ مگر صرف اہل علم کے لئے  
جاہلوں سے خدا کی پناہ۔

یہ واسطہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ لیکن یہ مقام خدائی کا نہیں، بندگی  
کا مقام ہے۔ آپ اتنی بلند شان کے باوجود عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ بندہ، اور  
رسول ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہونا آپ کی سب سے بڑی شان ہے  
جو کچھ بلائے عبدیت اور بندگی سے آگے کچھ نہیں بلا۔ عبد اللہ آپ کا عظیم شان  
نام ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ بطور نام صرف آپ کے لئے آیا ہے (سورہ جن)  
بحر الرائق کے حوالہ میں عبدیت کا معنی بیان ہو چکا ہے۔ یعنی بندہ کا اپنے مالک  
کی تقدیر پر راضی ہونا۔ اور یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ عبد وہ ہے جس پر حکم وارد  
ہو نہ کہ خود حکم چلائے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کو عبدیت سے بہت ہی محبت ہے۔ قاضی عیاض شفاء باب التواضع میں  
فرماتے ہیں۔ آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ بادشاہ بنی بننا چاہتے ہیں یا بندہ بنی  
تو آپ نے بندہ بنی بننا پسند فرمایا۔ اس موقع پر اسراہیل علیہ السلام نے فرمایا  
اس تواضع کی وجہ سے آپ کو تین چیزیں عطا ہوئی ہیں۔ آپ تمام انسانوں  
کے سردار ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کے لئے زمین پھٹے گی  
سب سے پہلے آپ شفاعت فرمائیں گے۔



دوسری حد :- حضرت ابو امامہ رضی فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ عصا پر ٹیک لگاتے ہوئے ہماری طرف تشریف لائے۔ ہم آپ کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے فرمایا نہ قیام کرؤ نہ کھڑے ہو، عجمی قوموں کی طرح۔ وہ ایک دوسرے کی اس طریقہ سے تعظیم کرتے ہیں۔ یہاں مشکوٰۃ شریف باب القیام کی ایک حدیث سن لیجئے۔ حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آپ سے زیادہ محبت کسی سے نہ تھی۔ اس کے باوجود صحابہ رضی آپ کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ صحابہ رضی کو معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پسند فرماتے ہیں۔

اور فرمایا میں بندہ ہوں کھانا کھاتا ہوں غلام کی طرح بیٹھ کر اور بیٹھا ہوں غلام کی طرح (شفاء شریف ص ۷۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ میری تشریف کرتے وقت مجھے حد سے نہ گزار دینا۔ حد سے آگے نہ بڑھا دینا۔ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو (بندگی) کی حد سے گزار دیا۔ میں تو صرف بندہ ہوں، پس تم اتنا کہو جب تک کہ *وَرَسَّ عَسْرًا لَكَ* بندے اللہ کے اور رسول اُس کے ہیں (شفاء ص ۷۶) واضح ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے۔ مشکوٰۃ شریف، باب المفاخرہ میں بھی موجود ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں حدیث کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں :-

”میری تشریف میں حد سے نہ گزرو“ اور اس میں جھوٹ نہ ہو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف کرتے کرتے حد سے گزر گئے، اللہ

اور اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ مجھ کو خدا کا بندہ اور رسول کہو۔ بندہ ہونا آپ کا خاص درجہ ہے، اور اس میں آپ کی خاص تعریف ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب المفاخرۃ میں ہے۔ حضرت مطرف کے والد رادی ہیں کہ میں بنی عامر کے وفد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوا، تو ہمارے وفد نے عرض کیا، کیا آپ ہمارے سید یعنی سردار ہیں؟ آپ نے فرمایا سردار اللہ ہے۔ پھر ہم نے عرض کیا۔ آپ خوبوں میں ہم سب سے افضل ہیں اور کمالات میں ہم سب سے بڑے ہیں۔ فرمایا یہ بات کہو، یا اس سے بھی کم، اور یاد رکھو کہ شیطان تم کو اپنا وکیل نہ بنالے (یا یہ منہی ہے کہ شیطان تم کو دیر آدر بے باک نہ کرے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، سید تو آپ ہیں ہی، لیکن ان لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ نبی اور رسول سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہے۔ کیوں کہ بشریت کے تمام درجوں میں سب سے اونچا درجہ نبوت اور رسالت ہے، پھر سب ان لوگوں نے عرض کیا۔ آپ ہم سب سے افضل ہیں بزرگیوں میں اور سب سے بڑے ہیں کمالات میں، تو فرمایا یہ لفظ کہ لو، یا اس سے بھی کم کہو، اور میری تعریف کرتے وقت ایسا مبالغہ نہ کرو جو مخلوق کے لائق نہ ہو خالق کے لائق ہو۔ یعنی اتنی باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ بلکہ اگر اس سے بھی شکر ہو اور احتیاط کرو، اور مبالغہ اور جھوٹ کے راستے میں نہ جاؤ تو بہتر ہے، شیطان تم کو اپنا وکیل نہ بناٹے، یعنی شیطان کے قائم مقام نہ بن جاؤ کہ جو تم چاہو سوچنے سمجھنے کے سوا شیطان کے وکیل بن کر میری تعریف کرنے لگو

شیخ نے دوسرے معنی یہ لکھے ہیں کہ شیطان تم کو شوخ اور بے باک، دلیر، بے خوف نہ بنا دے کہ جیسی نعت اور تعریف تمہارا جی چاہے وہی بیان کر دو۔ بعض لوگوں نے حدیث کے معنی میں اور تاویل کی ہے۔ مگر حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بعض قولکم اور لایستجرینکم سے یہاں یہی معنی مناسب ہے (اشعۃ اللغات ص ۱۰۱) ان دونوں حدیثوں کو ملا کر دیکھئے، اور ہمارے زمانہ کی نعت خوانی پر غور کیجئے پہلی حدیث، میری تعریف میں حد سے نہ بڑھو، جیسا کہ عیسائی لوگ علیہ السلام کی تعریف میں بڑھتے بڑھتے کہاں تک پہنچ گئے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ کی نعت میں بمانعہ اور زیادتی کا سخت خطرہ ہے۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عیسائے علیہ السلام نے تو عبید اللہ اور سہیل کی تعلیم دی تھی، پھر ان کے بعد کیا عیسائی قوم کی ایک انہیں خدا ماننے لگی؟ یہ تو ناممکن ہے۔ دنیا کی تمام قوموں میں مذہب اور سیاسی نظریات کی تبدیلی پر کئی صدیاں خرچ ہوتی ہیں۔ عیسائیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جب آپ آسمان پر اٹھائے گئے تو آپ کے حواریوں نے پورے آسمان اور ہمت سے دین کی تبلیغ شروع کر دی، اور خوب کامیابی ہوئی۔ ایک کثرت تک عیسائیت توحید کی علمبردار تھی لیکن زمانہ ندرت کی درازی سے تہمت عمل میں شستی پیدا ہوئی تو نجات کے لئے آسمان اور سستی طرفیوں پر غور ہونا پڑا لوگوں کی بے ہمتی، وہم پرستی جہالت کو دیکھ کر لاپچی علمائے مذہب کو بدلنا پڑا کر دیا۔ محبت اور عقیدت کی آڑ میں اللہ کے بندے اور رسول کو کہنے والوں نے جو کچھ کہا سُننے والوں نے خاموشی سے سنا کہ بے ادبی نہ ہو جائے، حقانی علماء اچھے، بد تمیزی کے اس سیلاب سے لڑائے۔ لڑائیوں تک تو بہت پہنچی، لیکن

جاہل قوم ادب کے نام پر ادب کی حقیقت سے محروم ہو چکی تھی۔ کفر و اسلام کی یہ جنگ ایک صدی تک جاری رہی۔ بندہ اور رسول کہنے والے کچھ قتل ہو گئے، کچھ جنگوں میں جا بے، اور جب مطلع صاف ہوا تو لا الہ الا اللہ کہنے والا زمین پر کوئی نہیں تھا۔ عیسائیت کی یہ تاریخ دنیا میں کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ ہر نبی کی اُمت اسی طریقہ سے بگڑی۔ ہمیشہ سے دین کی بربادی کا ذمہ وار جھوٹا ادب اور جھوٹی محبت ہے۔ قرآن کریم کی زبان سے مرنے والوں کا مرتبہ سن کر غافل نہ ہو جائیے۔ اب یہی دور ہماری قوم پر آیا ہوا ہے۔

عمر ہوتا ہے جاہ پیمائے کارواں ہمارا

فرق صرف اتنا ہے کہ اس دین کے لئے آیا یا امت قائم رہنے کی ضمانت دی جا چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل حق کی معمولی کوششیں بہت بڑا کام کر جاتی ہیں، عِبْدُكَ وَسُؤْلُكَ کے دونوں لفظ تشہید میں بہت بڑا کام دے رہے ہیں، عِبْدُكَ کا لفظ ہر قسم کی خدائی، ہر قسم کے اختیار کی نفی کے ساتھ ساتھ خداوند کی جناب میں انتہائی قرب و قبول کا پتہ دیتا ہے۔ رسول اتنا شاندار اور بزرگ لفظ ہے کہ اس سے بڑھ کر آپ کی تعریف کسی لفظ سے ہو ہی نہیں سکتی۔ حضرات صوفیائے کرام نے حقیقت محمدیہ کے لئے اپنے کشف سے کتنے خوبصورت الفاظ تجویز کئے ہیں۔ وجود کا نقطہ اول۔ حقیقت الحقائق۔ ستر الاسرار۔ برزخ کبریٰ وغیرہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جتنی شان و شوکت محمد رسول اللہ کے لفظ میں ہے اتنی کہاں؟ جیسا کہ شیخ کے حوالہ میں گزر چکا ہے انسانیت کا سب سے بڑا کمال رسالت ہے، اور رسالت کا سب سے بڑا کمال انسانیت

رسول کی بلندی کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے، وہ خدا سے باتیں کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اسے مخلوق کی رہنمائی اور ہدایت عطا فرمائی، اس رہنمائی کے لئے اس کا انسان ہونا بہت ضروری ہے۔ ایک بھوکے کو کھانا کھلانے کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جس کو بھوک لگتی ہو۔ ایک غم زدہ کو تسلی وہی دے سکتا ہے، جس کو غم آتا ہو۔ صبر۔ معافی، رحم، ہمدردی غرض تمام اسلامی اخلاق کی گہرائیوں کو سمجھنے کے لئے انسان ہونا بہت ضروری ہے۔ رسول کے متعلق خدائی کا تصور عیسائی عقیدہ ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نائب مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی خدائی ان کو بخش دی ہے، عطا کر دی ہے، ذاتی خدا آسمانی باپ ہے اور عطائی خدا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بندہ میں خدا کا اثر آنا یہ ہندو اور برہمن کا عقیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے آپ کو رسول قرار دیا، اور وکیل نہ قرار دیا۔ عربی زبان میں وکیل اسے کہتے ہیں جو اپنے موکل کی طرف سے مختار لگتی ہو جیسا ہمارے ہاں مقدمہ کا وکیل ہوتا ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ لیکن رسول کا کام صرف امانت پہنچانا، اور بھیجنے والے کی مرضی کے مطابق اسے ادا کرنا ہے۔ اس میں تبدیلی کا حق نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ کا وکیل بننا کسی مخلوق کے لئے ناممکن ہے البتہ انسان اللہ کا رسول بن سکتا ہے۔ دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے

وَكُنِيَ بِاللَّهِ وَكَيْلًا - اللہ کے ہوتے ہوئے کسی وکیل یعنی کارساز کی ضرورت ہی نہیں۔ اللہ خالقِ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيْلٌ۔

اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، اور وہ سب کے کام بنانے والا ہے،

قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ - آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں۔

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ - لوگو! میں تم پر وکیل نہیں ہوں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ - محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط رسول میں (خدا نہیں ہے)

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ رسول خدا نہیں ہوتے۔ اس کا اوتار بھی نہیں ہوتے۔

اس کے بیٹے بھی نہیں ہوتے، اور اس کے وکیل اور مختار کُل بھی نہیں ہوتے۔

بات کو ختم کرنے سے پہلے قرآن کریم پر ایک نظر ڈال لیجئے عجب کون سے

محکم ماننے والا۔ طوعاً یا کرہاً۔ عباد اپنی جان کا مالک بھی نہیں ہوتا۔ آتا کہ

ملکیت ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباد کا لفظ زیادہ

ان مہتوں پر بولا گیا ہے جن کو خدا سمجھ کر پُجا گیا۔ یعنی، انبیاء، اولیاء، ملائکہ

اور جنات۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عباد کا لفظ خدائی کا شہدہ اور گروہ

کے لئے آتا ہے۔ اب آپ سمجھ چکے کہ نماز میں سلام، درود اور عبادہ کا

رہنورد۔ چاروں لفظ آپ کی بندگی کے لئے زبردست دوشن دلائل ہیں۔

کو سمجھ لینے کے بعد ایک مسلمان کے لئے کسی شرک میں مبتلا ہونا ناممکن

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات عربی مصنفہ حضرت فاسی میں

عبداللہ نام سے خداوند تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ بہت بلند فرما دیا ہے۔ عبودیت

غافل نہ ہونا انسان کا کمال ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ خداوند تعالیٰ کو سب سے

زیادہ پسند ہے۔ یہی وجہ عبداللہ علی الاطلاق آپ ہی کا اسم گرامی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تعریف میں نصاریٰ کی طرح خدا

برطضا۔ ۵۲۔ اگر حد نہ ہوتی تو آپ یہ کیوں ارشاد فرماتے ؟  
 ۲۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الطَّيِّبَاتِ الصَّلَوَاتِ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا  
 النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَنْ عِبَادِ  
 اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ  
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

۳۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الطَّيِّبَاتِ الصَّلَوَاتِ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا  
 النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ  
 اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ  
 لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ الْمُبَارَكَاتِ الصَّلَوَاتِ الطَّيِّبَاتِ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ  
 أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَنْ عِبَادِ  
 اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا  
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

بہت بڑا سلام ہو آپ پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔  
 ۳۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الطَّيِّبَاتِ الصَّلَوَاتِ  
 عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى  
 عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ  
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اسْئَلُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ اَعُوذُ بِاللّٰهِ  
 مِنَ النَّارِ۔

اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت سے ..... اللہ سے جنت مانگنا ہوں  
اور آگ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

۳۱۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّكَاٰتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ لِلصَّلٰوَاتِ لِلّٰهِ السَّلَامُ  
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى  
عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

۳۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ  
الصَّلٰوَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اُرْسَلَهُ  
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَاَنْ السَّاعَةَ اَتِيَتْ لَّا رَيْبَ فِيْهَا  
السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ  
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ۔

ساتھ نام اللہ کے اور ساتھ اللہ کے سب ناموں سے اچھا ہے .....  
بھیجا ہے اللہ نے آپ کو حق سے ساتھ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے  
اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں شک نہیں ..... کے اللہ  
سچے بخش دے اور ہدایت دے۔

۳۳۔ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلٰوَاتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ السَّلَامُ  
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔  
بادشاہی اللہ کی ہے۔

۳۴۔ بِسْمِ اللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلٰوَاتُ لِلّٰهِ التَّزَكِيَّاتُ لِلّٰهِ



السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى  
عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ شَهِدْتُ أَنَّ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شَهِدْتُ أَنَّ  
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ -

پاکیزہ چیزیں اللہ کے لئے ہیں۔

۳۵۔ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ النَّوَكَيَاتُ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ  
لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ  
رَسُولُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ  
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ -

۳۶۔ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ النَّوَكَيَاتُ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ  
لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ السَّلَامُ  
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى  
عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ -

۳۷۔ التَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ  
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ -

۳۸۔ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ  
وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنَّ  
لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -

۳۹۔ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ  
اللَّهِ

الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ  
۴۔ بِسْمِ اللَّهِ وَالسَّلَامَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ۔

درود اور سلام کے یہ چالیس طریقے آپ نے پڑھ لئے۔ حدیث کی روایت سے  
معلوم ہوتا ہے کہ سلام کا طریقہ معراج شریف سے واپسی پر آپ نے صحابہ کو سکھا  
دیا۔ پھر جب ان اللہ وَهَذَا بِسْمِكَ يَصَلُّونَ عَنْ النَّبِيِّ (الایۃ پارہ ۲۲ رکوع ۴)  
نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو آپ  
پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو التجیات میں معلوم ہو چکا ہے۔ درود شریف کس طرح  
پڑھیں؟ پھر آپ نے درود شریف کے الفاظ سکھائے جیسا کہ آپ پڑھ چکے  
ہیں۔ یہ چالیس روایات بطور نمونہ ہیں۔

## فصل پنجم۔ افضل درود شریف کے بیان میں

سب سے بہتر درود شریف کون سا ہے۔ اس بات میں علماء کا اختلاف ہے  
اکثر علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ سب سے افضل درود شریف وہ ہے جو نماز میں پڑھا  
جاتا ہے۔ اس لئے کہ نماز ایک بلند مقام ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی زبان مبارک سب زبانوں سے زیادہ پاکیزہ اور مقبول ہے۔ آپ نے اپنے  
لئے جو درود شریف پسند فرمایا، اور اپنی زبان مبارک سے نماز میں داخل فرمایا،  
وہی سب سے بہتر ہونا چاہئے اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ  
صحابہ نے پوچھا کس طرح درود شریف پڑھیں تو اس سوال کے جواب میں جو طریقہ  
آپ نے سکھایا۔ اس سے بہتر نہ الفاظ ہو سکتے ہیں نہ معنی اور کیفیات، ہر

اعتبار سے کافی ثنائی کامل تکمل وہی درود شریف ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اللہم کے لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی روایت اور سند سب سے اونچی اور بچی ہے امام نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ افضل درود شریف پڑھوں گا تو اسے نماز والا درود شریف ہی پڑھنا چاہئے، تب قسم پوری ہوگی زیادہ معتبرات یہی ہے مدارج القبولہ ص ۱۸۳

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص نماز والا درود شریف پڑھے گا، اس نے یقیناً وہ درود شریف پڑھا جس کا قرآن نے حکم دیا ہے اور تمام فضائل درود شریف کے اس کو حاصل ہوں گے۔

بعض علماء کے نزدیک افضل وہ ہے جس میں مقدار اور کیفیت زیادہ ہو چنانچہ امام رافعی نے مروزی سے روایت کی ہے کہ افضل اور اعلیٰ درود شریف پڑھنے کی قسم کھانے والا یہ درود شریف پڑھے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُونَ  
وَكَمَا سَهَا عَنهُ الْغَافِلُونَ۔

ترجمہ :- اے اللہ! اپنی خاص رحمت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر۔ جب کبھی یاد کریں تجھ کو یاد کرنے والے اور بھول جائیں تیری یاد کو غافل ہونے والے۔ یعنی ہر وقت۔ کیونکہ یاد اور غفلت لوگوں میں ہر وقت پائی جاتی ہے۔

قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قسم اس درود شریف سے پوری ہوتی ہے  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ أَهْلُهُ وَمُسْتَحِقُّهُ۔

ترجمہ :- اے اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خاص رحمت بھیج جس کے وہ لائق اور حق دار ہیں۔

بارزی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ افضل درود شریف یہ ہے۔  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ أَفْضَلُ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُومَاتِكَ  
 ترجمہ :- اے اللہ! محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی رحمت نازل فرما، جو  
 تیری سب رحمتوں سے افضل ہو اور تیرے علم کے برابر ہو۔ یعنی جس طرح  
 تیرا علم بے حساب ہے اسی طرح رحمت بے حساب ہو۔  
 کمال ابن الطمام فقیہ حنفی فرماتے ہیں۔ سب اچھی کیفیات اس درود شریف  
 میں موجود ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ أَبَدًا أَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ  
 نَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ تَسْلِيمًا وَبِرَحْمَةٍ  
 شَرَفًا وَتَكْرِيمًا وَأَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 ترجمہ :- اے اللہ! ہمیشہ ہمیشہ نازل فرما اپنی افضل رحمتیں ہمارے سید اور رسول  
 پر جو تیرے بندے اور تیرے نبی اور تیرے رسول ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر اور ان کی آل پر، اور سلامتی نازل فرما ان پر بہت بہت سلامتی، اور  
 زیادہ بخشش ان کو عزت اور بزرگی، اور قیامت کے دن رہنے کے لئے  
 ان کو وہ جگہ عطا فرما جو تیرے نزدیک بہت ہی قریب کی جگہ ہو۔

(تفسیر روح المعانی ص ۸۳  
 ۲۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے یہ چلتا ہے کہ درود شریف کو نقطہ رحمت

پر بند رکھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جس شخص کو خداوند تعالیٰ نے بیان کی قوت عطا کی ہو، اور وہ اچھے مطالب کو واضح لفظوں میں بیان کر سکے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور تعظیم ظاہر ہوتی ہو تو اس کی اجازت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عبد الرزاق - عبد بن حمید - ابن ماجہ - ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود صحابی نے فرمایا جب تم درود پڑھو تو نہایت خوبصورت الفاظ میں پڑھا کرو۔ کیونکہ ہمیں کیا معلوم؟ شاید یہی درود حضور کی جناب میں پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا آپ ہمیں بتائیے کہ کس طرح پڑھیں آپ نے فرمایا لوگوں کہو:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَسَرَ حَمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
وَأِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَسِرِّ سَوْلِكَ  
إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَسِرِّ سَوْلِ الرَّحْمَةِ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ  
مَقَامًا مَحْمُودًا يُغِيْطُهُ بِهِ الْآرَافُونَ وَالْآخِرُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ  
وَالِإِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

اے اللہ کرے اپنی خاص بہر بنیاں اور رحمت خاصہ اور ہر قسم کی برکتیں تمام رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام اور نبیوں کے خاتم پر جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ نیکی کے امام اور پیشوا ہیں۔ ساری مخلوق کے لئے رحمت کے رسول ہیں۔ اے اللہ ظہر اگر آپ کو بڑی شفاعت کے مقام میں جہاں تمام پہلے اور پچھلے لوگ آپ پر رشک کریں۔۔۔۔۔۔ الخ رُدِّحِ الْعَالِي ص ۸۳۔ شفا شریف ص ۴۴

حضرت، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بہ درود شریف لوگوں کو سکھایا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ دَاخِي الْمُدْحُوَاتِ وَبَارِي الْمُسْمُوكَاتِ اجْعَلْ قَسْرَ الْفَتْرِ  
 مَعْرُوفًا وَتَوَاهِي بَرَكَاتِكَ وَرَأْفَةَ تَحَنُّنِكَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ  
 وَرَسُولِكَ الْفَاحِجِ لِمَا أُغْلِقُ وَالْحَائِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعَلِّمِ لِمَا  
 يَلْحَقُ وَالذَّاهِبِ لِحَيْثَاتِ الْأَبَاطِيلِ كَمَا حَقَّقَ فَاغْطَلِجْ بِأَمْرِكَ  
 وَطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِرًا فِي مَرْضَاتِكَ ذَاعِيًا لِرُوحِكَ حَانِظًا لِعَهْدِكَ  
 مَاضِيًا عَلَيَّ نِقَازِ أَمْرِكَ حَتَّى أُرْمَى قَبَسًا لِقَابِسِ الْأَعْدَاءِ اللَّهُ  
 تَصِلُ بِأَهْلِهِ أَسْبَابَهُ بِهِ هُدَيْتِ الْقُلُوبَ بَعْدَ خَوْصَاتِ الْفِتَنِ  
 وَالْآثَامِ وَآبِهَجِ مَوْضِعَاتِ الْأَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْأَحْكَامِ وَ  
 مُنِيرَاتِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ وَخَازِنُكَ عَلِيٌّ  
 الْمَجْرُوفُ وَشَهِيدُكَ يَوْمَ النَّدِيِّ وَبَعِيْتُكَ نِعْمَةٌ وَرَسُولُكَ  
 بِالْحَقِّ نَحْمَةٌ اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي عَدَنِكَ وَاجْزَلْهُ مَضَاعِفًا  
 الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ مُهَيِّئَاتٍ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِنْ فَوْزِ تَوَابِكَ  
 الْمَحْلُولِ وَجَزِيلِ عَطَايِكَ الْمَعْلُولِ اللَّهُمَّ اَعْلُ عَلَيَّ بِنَاءِ  
 النَّاسِ بِنَاعَهُ وَآكِرِمْ مَشْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزَلُهُ دَائِمًا لَهُ  
 نُورًا وَاجْرَهُ مِنْ انْبِعَاتِكَ لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ  
 ذَا مَنْطِقِ عَدْلٍ وَخُطَّةِ فَصْلِ وَبُرْهَانِ عِظَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 ترجمہ :- اے اللہ! زمین کی مانند بھی ہوئی چیزوں کو بچھانے والے، اور آسمان جیسی  
 اعلیٰ ہوئی چیز کو پیدا کرنے والے۔ کر دے اپنی معزز بہر بایاں، اور بڑھتی ہوئی بریں

بہت زیادہ عنایت و عطوفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ جو بند چیزوں کو کھولنے والے ہیں۔

(ملا علی تاری شرح شفاء ص ۱۲۵ پر فرماتے ہیں "مشکل باتوں کو بیان کرنے والے یعنی نیکی کے بند خزانوں کو آپ نے لوگوں کے سامنے کھول دیا۔ ورنہ ہم کس طرح سمجھ سکتے کہ نیکی کیا چیز ہے؟ اور حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے آسمان زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو ساری دنیا کی فتوحات عطا فرمائی۔ دنیا بھر کے خزانے آپ کی امت کو مل گئے۔" یعنی خزانوں سے مراد قیصر اور کسریٰ اور دوسری کافر قوموں کے خزانے ہیں۔ یہ بات نئی طرز کے دانشور نوٹ کریں۔ کیونکہ یہ لوگ ایسی حدیثوں سے علم نیچب نکلی اور کیا کیا تفسیریں لے رہے ہیں)

تمام پہلے نبیوں پر مہر کرنے والے، سچی بات کو سچائی سے ظاہر کرنے والے، باطل کے لشکروں کا مغز توڑنے والے، جیسا کہ یہ کام آپ کے ذمہ ڈالا گیا، پس مضبوطی دکھائی تیرے حکم سے تیری بندگی میں۔ تیری رضا مندی کی تلاش میں جلدی سے کھڑا ہونے والے، تیری وحی کو اچھی طرح سمجھنے والے اور یاد رکھنے والے، تیرے وعدوں کی حفاظت کرنے والے، یعنی وعدوں پر قائم رہنے والے، تیرا حکم جاری ہونے کی کوشش جاری رکھنے والے، یہاں تک کہ روشنی طلب کرنے والوں کے لئے ہدایت کے شعیلے بند کر دے جو لوگ اللہ کی نعمتوں کے لائق ہیں، اللہ کی نعمتیں ان کے پاس اللہ کے ہیاں کھینچنے

ذرائع اور وسائل کو پہنچا دیتی ہیں۔ آپ کی برکت سے دلوں کو ہدایت نصیب ہوئی  
فتنوں اور گناہوں میں گھسنے کے بعد۔ آپ نے بیان فرمائے واضح نشانات  
ہدایت کے، اور ظاہر محکم شریعت کے، اور اسلام کو واضح کرنے والے مسائل،  
پس وہ تیرے دین کے بیان کرنے میں امانتی ہیں۔ اور تیرے پوشیدہ بھیدوں  
کے خزانچی ہیں۔ اور قیامت کے دن انبیاء کے حق میں ان کی اُمتوں پر گواہی  
دینے والے ہیں۔ اور تیرے بھیجے ہوئے ہیں نعمت بنا کر، اور تیرے سچے رسول ہیں  
سب جہانوں کے لئے رحمت بن کر۔ اے اللہ! دائمی اور ابدی جنت میں آپ  
کے لئے جگہ کشادہ کر۔ اور جزائے ان کو طرح طرح کی نیکیوں کی اپنے فضل  
سے جو خوش ذائقہ خوشگوار ہیں، نہ بے لطف کرنے والی ہیں۔ آپ تیرا ثواب  
حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جس میں رہنا ہے اور تیری بڑی بخشش جس  
سے بار بار سیراب ہوں۔ اے اللہ! سب لوگوں سے آپ کا گھر اونچا بنا۔ آپ کی  
بہانی اور آپ کی منزل اپنے پاس باعزت بنا۔ آپ کو پورا پورا نور عطا فرما،  
اور پورا بدلہ اس طریقہ سے کہ کھڑا کرے تو آپ کو قبر شریف سے اس حالت میں  
کہ آپ کی شہادت قبول ہے۔ آپ کی شفاعت تجھ کو پسند ہے۔ آپ کا کلام  
انصاف ہی انصاف ہے، اور آپ کے سامنے ایک فیصلہ کن ٹہم ہے، اور  
اجواب کرنے والی دلیل اور ثبوت ہے۔ (شفاعہ شریف ص ۵۶)

صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَسَلِّمْ

ناظرین! سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا درود شریف آپ نے دیکھ لیا جو درحقیقت بہت  
بڑی نعمت ہے۔ لیکن اس نعمت کا مقابلہ ہمارے زمانہ کی نعمتوں سے بھی کر لیجئے



کہ آج ہمارے نوت خواں کیسی اڑکھی بولیاں بولنے لگ گئے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ یوں بھی درود پڑھتے تھے۔ **سُبْحَانَكَ يَا شَرِيفُ ص ۵۰**  
**اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَ النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**  
**صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔ لَيْلِكَ اَللّٰهُمَّ رَابِعِيْ وَسَعْدِيْكَ۔**  
**صَلٰوةُ اللّٰهِ الْمُبْرَكَةِ الرَّحِيْمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ**  
**وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَكَ لَكَ مِنْ**  
**شَيْءٍ يَا رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ**  
**النَّبِيِّيْنَ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ**  
**الْعٰلَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ**  
**الْمُنِيْرِ وَعَلَيْهِ السَّلَام۔**

ترجمہ :- بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر (درجہ بدرجہ) اے ایمان والو! تم بھی رحمت بھیجو آپ پر، اور  
 سلام بھیجو خوب اچھی طرح سے۔ حاضر ہوں تیری خدمت میں بار بار اے اللہ! میرے  
 رب! اور بار بار تیری عبادت کا ساتھ دیتا ہوں۔ رحمتیں اللہ کی جو مشفق مہربان  
 ہے۔ اور دعائیں مُقَرَّبِ فرشتوں کی، اور نبیوں کی، اور صد لقیوں کی، اور  
 شہیدوں کی، اور نیک لوگوں کی، اور دعائیں ہر اس چیز کی جو تیری تسبیح  
 کہتی ہیں اے سب جہانوں کو پالنے والے! (یہ تمام دعائیں) حضرت محمد کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو عبد اللہ کے بیٹے ہیں، جو نبیوں پر مہر یا آخری نبی ہیں  
 اور تمام رسولوں کے سردار ہیں، اور پرہیزگاروں کے امام ہیں۔ سب جہانوں کو

پلنے والے یعنی اللہ کے رسول ہیں ساری مخلوق کی طرف۔ گواہی دینے والے ہیں  
انبیاء کے حق میں (شاید کا بیان آگے آئے گا) خوشخبری دینے والے نیک  
لوگوں کو۔ بلانے والے تیری طرف تیرے حکم سے۔ چراغ روشنی دینے والے،

## نور کے معنی

نور کا لفظ بھی آج کل انارڈی لوگوں کا تختہ مشق بنا ہوا ہے۔ سب  
بچے کہ اس کے متعلق بزرگان دین کے اقوال بیان کئے جائیں۔

قرآن کریم، اور حدیث شریف میں نور کا لفظ فقط دو معنوں میں آیا ہے

۱۔ نور یعنی روشنی جس کے مقابلہ میں ظلمت یعنی اندھیرا ہوتا ہے، یہ  
استعمال بہت ہے۔ جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ - اَمْ هَلْ تُسْتَوٰی

الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ - ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورٍ هِمْ وَتَرَ كَهْمًا فِي ظُلُمَاتٍ  
لَّا يُبْصِرُونَ۔ یہ معنی حقیقی ہے دوسرا معنی مجازی ہے۔ یعنی گمراہی کے

مقابلہ میں ہدایت، ہدی کے مقابلہ میں نیکی غرض ہر ذلیت کے مقابلہ میں فضیلت  
کو نور کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے خداوند تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرشتے، قرآن، اسلام، ایمان، دین، شریعت سب نور ہیں۔ جو گمراہی، ہدی  
کفر، جہالت کے اندھیرے کو مٹاتے ہیں۔ اور دنیا میں نیکی کا نور پھیلاتے

ہیں۔ تشبیہ اور استعارہ کے درجہ میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہو جاتا  
ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ سب نور نہیں ہیں بلکہ نور دینے والے ہیں۔ کیونکہ نور

یعنی روشنی، اُجھالا کرنا ان کا کام ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں خداوند

کے ناموں سے ہے نور۔ اور معنی اس کا ہے نور والا۔ یعنی خداوند تعالیٰ نور نہیں ہے، بلکہ نور والا ہے۔ نور کو پیدا کرنے والا ہے۔ آسمان زمین کو روشنیوں سے روشن کرنے والا ہے۔ ایمان والوں کے دلوں کو ہدایت سے روشن کرنے والا ہے۔ (مطلب یہ کہ نور کا معنی ہدایت ہے) اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو بھی نور کہا۔ قرآن میں ہے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔ (آلی) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرنے والی) بعض نے کہا ہے نور آپ ہیں، اور بعض نے کہا ہے نور قرآن ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو فرمایا سِرَاجًا مُنِيرًا یعنی چراغ روشن۔ اس لئے کہ آپ کا دین صاف روشن ہے۔ آپ کی نبوت ظاہر ہے، اور آپ کی تعلیم سے ایمان والوں کے دل روشن ہوئے۔ شفا شریف ص ۱۵۱

معلوم ہوا کہ نور کوئی راز کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کریم میں بار بار کفر کو اندھیرا اور ایمان کو نور کہا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سِرَاجًا مُنِيرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

”گفتہ اند کہ تشبیہ بہ سراج بجهت آنت کہ وجود عنصری در صلی اللہ

علیہ وسلم ارضی است“ ص ۱۲ مدارج النبوت

ترجمہ:- سورج چاند کی بجائے چراغ سے مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ چراغ کا جسم بھی زمین ہوتا ہے۔ آپ کا جسم بھی زمین ہی ہے۔ چراغ سے صرف نوری میں روشنی ہے اور آپ سے ظاہر و باطن میں۔ معلوم ہوا کہ زمین جسم کے باوجود آپ اللہ کے نور ہیں یعنی نور ہدایت۔ بزرگان دین کے عقاید

یہ تھے مگر نئے حنفی سرے سے جسم مبارک ہی نہیں مانتے۔ مورخہ ۳۱۳ کو  
 شہر قصور کی جامع مسجد میں صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے ایک بدعت  
 تقریب فرمائی ہے۔ فرمایا ”غزوة خندق میں پیٹ مبارک پر پتھر باندھنے کا  
 مقصد یہ تھا کہ نور آسمان کی طرف اڑ نہ جائے۔ لباس اور جوڑا بھی آپ  
 اسی لئے پہنتے تھے۔ ماشاء اللہ رکعتی ترقی ہو رہی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب  
 امید ہے کہ آپ قرآن کو بھی نور مانتے ہوں گے، پھر بہت مناسب ہوگا  
 کہ ہر ایک قرآن مجید کے ساتھ تین تین پتھر باندھ دئے جائیں، ورنہ خطرہ  
 ہے کہ یہ نور بھی اڑ نہ جائے۔“

واضح رہے کہ نور محمدی سے مراد آپ کی روح مبارک ہے ملاحظہ ہو  
 نشر الطیب مولانا تقی رحمت اللہ علیہ پہلا مشنوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی نور ہے، جسم مبارک بھی  
 نور ہے۔ کیونکہ آپ کا سارا وجود ہدایت، رحمت، برکت کا سرچشمہ ہے  
 آپ کے بال بالی سے ہدایت پھیلی، اس لئے تمام جسم مبارک ہدایت اور نور  
 ہے۔ جَعَلْنَا لَكَ نُورًا مِمَّا تَهْتَدُ بِهِ مِنْ نَشَاؤِكَ

۵ و صلی اللہ علیہ وسلم کر و شد نوراً پیدا،  
 زمین از رحمت اوساکن، فلک در عشق او تنیدا

## امام حسن بصری کا درود شریف!

امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے حوض کوثر سے گلاس بھر بھر کر پیئے، تو وہ شخص بے درد و شرفی پڑھے  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَوْلَادِهِ  
 وَأَنْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَصْحَابِهَا وَالصَّادِقِينَ  
 وَأَشْيَاعِهِ وَجُجَّتِهِ وَأُمَّتِهِ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ أَجَدَعِينَ يَا أَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِينَ۔

ترجمہ:- اے اللہ! محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص رحمت نازل فرما۔ اور  
 ان کے متعلقین پر اور ان کے اصحاب پر، اور آپ کی اولاد بیٹیوں اور  
 نواسوں پر۔ آپ کی بیٹیوں اور لونڈیوں پر اور اولاد کی اولاد پر یعنی  
 ساری نسل پر، اور آپ کے گھر والوں پر جن میں خادم بھی شامل ہیں، اور  
 آپ کے دامادوں پر اور آپ کے سسرال پر، اور آپ کے مددگار باہرین  
 و انصار پر، اور تاقیامت آپ کا دین ماننے والوں پر، اور آپ کے ساتھ  
 محبت رکھنے والوں پر یعنی علما اور اولیاء اور ساری اُمت پر، جس میں گنہگار  
 مسلمان بھی شامل ہیں۔ اور ہم پر بھی ان سب کے ساتھ اے سب رحم کرنے  
 والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

مُحِبَّتِ كِي عِلَامَت :- قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص  
 کسی چیز سے محبت کرتا ہے۔ اس پر قربانی کرتا ہے، اور اس کے مطالبات  
 چلنے میں تکلیف اٹھاتا ہے ورنہ وہ محبت میں سچا نہیں ہے۔ اس کا دعویٰ  
 جھوٹا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت والا وہ ہے۔ جس میں محبت  
 کی نشانیاں موجود ہوں۔ سب سے پہلی نشانی یہ ہے۔ آپ کی پیروی کرنا، آپ



کانٹ چھانٹ کر اَللّٰهُمَّ بن گیا۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں اَللّٰهُمَّ مَجْمَعُ الدُّعَا ہے۔ جس شخص نے اَللّٰهُمَّ کے ساتھ دُعَا مانگی، اُس نے اللہ کے تمام ناموں کے ساتھ دُعَا مانگی۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ ذاتی اور اصلی نام ہے۔ اسمِ اعظم ہے خداوند تعالیٰ کے سب نام اس میں آجاتے ہیں۔

## اسمِ اعظم کا بیان

نام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن سے فقط اُس شخص یا چیز کی پہچان ہوتی ہے اس کو اسم ذات کہتے ہیں۔ دوسرا وہ جس سے اُس شخص یا چیز کی کوئی صفت کوئی کام معلوم ہوتا ہے جیسے عالم۔ کاتب۔ دکاندار وغیرہ، خداوند تعالیٰ کا اصلی نام اللہ ہے اور باقی نام صفتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں صفات الہی کو اسم اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الایۃ) شیخ اکبر کے نزدیک ذاتی نام اللہ ہے یا رحمن ہے۔ قرآن کریم میں رحمن بھی ذاتی نام کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اسرائیلی شریعت میں رحمن ہی اسم ذات کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ چونکہ سب سے بڑا نام وہی ہوتا ہے جو ذاتی اور اصلی نام ہو اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا اسمِ اعظم اللہ ہے، یا الرحمن ہے۔

امام رازی پوری طرح مطمئن ہیں کہ ذاتی نام فقط اللہ ہے اور یہی اسمِ اعظم ہے فرماتے ہیں۔ اَلِاسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ قَوْلُنَا اللّٰهُ وَهَذَا هُوَ الْاَقْرَبُ

ترجمہ:- اسم اعظم اللہ سے اور میرے نزدیک یہی بات بہتر ہے۔

یہ فرماتے ہیں:- الْمَعْتَادُ عِنْدَنَا أَنَّ هَذَا اللَّفْظَ اسْمٌ عَلِيمٌ لِلَّهِ لَعَلَّ  
 دَانَهُ، لَيْسَ بِمَشْتَقٍّ مِنَ الْبِنْتِ وَهُوَ قَوْلُ الْخَلِيلِ وَسَيُوتِيهِ وَ قَوْلُ  
 أَكْثَرِ الْأَصُولِيِّينَ وَالْفُقَهَاءِ وَ يَدُلُّ عَلَى وَجْهِ تَفْسِيرِ كَبِيرٍ

اللہ کے معنی اور مطلب نکالنا شروع کر دیں تو یہ بھی ایک صفتی نام بن جائے گا  
 علامہ علی قاری فرماتے ہیں وَلِذَا قَالَ الْجَمُّهُورُ أَنَّهُ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ  
 قَالَ الْقَطْبُ السَّرْبَاتِي الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ  
 هُوَ اللَّهُ بِشَرْطِ أَنْ تَقُولَ اللَّهُ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ شَيْءٌ سِوَى اللَّهِ

ترجمہ:- یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک اسم اعظم یہی ہے، اور (مترجمہ)  
 حضرت شیخ بغدادی قاضی شرف نے فرمایا ہے اسم اعظم اللہ ہے لیکن اس شرط  
 سے کہ جب تو اللہ کہے تو تیرے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ یعنی اللہ کہتے  
 وقت تیرا دل لفظی معنوی اعتبارات سے خالی ہو یا غیر اللہ کی توجہ سے خالی ہو،  
 نوٹ:- یہ ارشاد حضرت شیخ نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔

اللہ ذات واجب الوجود کا نام ہے جس میں تمام کمالی صفات کی طرف اشارہ  
 ہو جاتا ہے۔ ع قلم این جا رسید و سر شکست

اللہ اسلامی نظریات، اسلامی عقاید، اسلامی مدرسہ کا سب سے پہلا، اور  
 آخری سبق یہی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی پھر ملی زمین  
 میں تیرہ سال تک بس اتنا ہی سبق پڑھایا۔ کیونکہ عرب کے بتکدہ میں جنات



کی، افسانوں کی، حیوانوں کی درختوں کی، رہیم کی، آگ، پانی، مٹی ہوا ہر چیز کی  
 پڑجا ہو رہی تھی۔ خدائی کا منصب ان کے ہاں کئی حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا  
 یہی وجہ ہے کہ عرب جیسی بہادر قوم سست، بے عمل، وہم پرست، بے اخلاص،  
 مردہ بن چکی تھی۔ جہالت اور جنگلی زندگی نے ان لوگوں میں طرح طرح کے  
 غلط عقیدے اور وہم پیدا کر دیے تھے۔ دنیا کی تمام بُرائیوں کی جڑ شرک ہے  
 اور یہ مہربانی مرض دنیا کی جس قوم میں پھیلا اس کی تباہی اور بربادی، ذلت،  
 بد حالی، افلاس، دوبارہ دو جہان کی، وسیع پیمانے پر زمین آسمان نے نوحان کے  
 آنسو بہائے۔ ہائے افسوس! ہزار بار افسوس کہ آج توحید کی گود میں سانپوں  
 لینے والی قوم۔ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیادری امت عاد و ثمود کی تاریخ  
 کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی ہے۔ کیوں نہ ہو کیا ہی اسرائیل نے مونس علیہ السلام  
 کے سانسے کھڑے ہو کر ایک بت کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

## شرک کے آباب

۱۔ شرک کا بنیادی اصول کسی مخلوق کی حد سے زیادہ تعظیم ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام  
 اور کئی ایک پیشواؤں کو اسی خوش اعتقاد ہی اور شخصیت پرستی نے رفتہ رفتہ  
 خدا بنا دیا۔ قرآن کہتا ہے۔ "اے کتاب والو! اپنے دین میں حارسے آگے  
 نہ بڑھو، اور اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کہو جو حق ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فقط  
 خدا کے پیغمبر ہیں۔" (سورۃ نسا، رکوع ۲۳)  
 فرمایا۔ "بے شک کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا خداوند تعالیٰ خود ہی

عیسیٰ بن مریم بن گیا ہے۔ ان کو فرما دیجئے کہ اگر خداوند تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو، اور ان کی والدہ کو، اور تمام رُودے زمین پر رہنے والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرنے تو کون اس کو روک سکتا ہے؟ زمین آسمان اور اس کے درمیان ہر چیز پر صرف اللہ کی بادشاہی ہے۔ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۃ مائدہ رکوع ۳)

ناظرین اس موقع پر سورۃ مائدہ رکوع ۱۶ از قال اللہ لعیسیٰ  
سورۃ آل عمران رکوع ۱۳ لیس لک من الامر شیء  
سورۃ توبہ رکوع ۱۰ لیس تغفر لہم  
سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۶ قل ادعوا الذین نزلناکم  
سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ و قالوا لن نؤمن لک  
ترجمہ والا قرآن مجید لے کر پڑھیں۔

۲۔ شرک کا ایک بڑا سبب معجزات اور کرامات ہیں۔ خداوند تعالیٰ اپنے دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے نیک بندوں کے ہاتھوں پر بطور دلائلِ نبوت کچھ عجائبات ظاہر کرتا ہے۔ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لاتے ہیں۔ مگر آنے والی نسلیں ان کو خدا سمجھنے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں ساٹھ کروڑ انسان عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس مغالطہ کو دور کرنے کے لئے ایک واضح اصول ہر جگہ بیان کیا۔ معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہے، (اسی طرح کرامت ولی کے اختیار سے باہر ہے)

۳۔ پہلی آیتوں میں تعظیماً اور محبت کا سجدہ جائز تھا۔ یہی بات ان کی گمراہی

اور شرک کا باعث ہوئی۔ اسلام نے یہ بنیاد ہی ختم کر دی۔  
 ۴۔ شرک کا ایک سبب انبیاء اولیاء کے متعلق ہر جگہ حاضر، ناظر اور علم غیب  
 کئی کا عقیدہ ہے۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ان کو خدا کے برابر سمجھ  
 کر ان سے حاجت طلب کی جاتی ہے۔ ان کی منتیں مانی جاتی ہیں۔ پھر ان کی  
 عبادت، سجدہ، سجود سب کچھ شروع ہو جاتا ہے۔ (علم غیب، اور حاضر ناظر  
 کا بیان انشاء اللہ پھر لکھا جائے گا)

۵۔ شرک کا ایک بڑا سبب جادو جنات اور شیاطین کا خوف خطرہ ہے،  
 اس مخفی خطرہ سے بچنے کے لئے وہم اور وسوس کا ایک جال پھیل جاتا ہے،  
 جنات کے نام کے چراغ جلائے جاتے ہیں۔ منتیں اور تدریس دی جاتی ہیں،  
 ان کی ڈھائی دی جاتی ہے۔ اسلام کا مضبوط عقیدہ دو نظموں میں ساری وبا کا  
 علاج کر دیتا ہے۔ اللہ کے حکم کے سوا کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکتی، نہ نفع  
 دے سکتی ہے۔

۶۔ شفاعت کو بزرگوں کی اختیاری چیز سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گناہ  
 کرتے وقت خدا کا خوف نہیں آتا۔ بزرگوں کے معاملہ میں بڑا اہتمام کیا جاتا ہے  
 ان کے درود فاتحہ میں سخت احتیاط کی جاتی ہے اور دین کی فکر بالکل نہیں کی  
 جاتی۔ اس خیال پر کہ خداوند تعالیٰ ناراض ہو گیا تو بزرگ راضی کر لیں گے اور  
 بزرگ ناراض ہو گئے تو کوئی سہارا نہیں ہے۔ یہ عقیدہ قوم کو بے عمل بنانے کے  
 لئے کافی ہے۔

۷۔ کسی قوم، کسی خاندان کو بننا ہوا سمجھنا شرک کی مستقل بنیاد ہے۔ یہود

نصاری اور ہندو انہیں بلاؤں میں گرفتار ہیں۔

۸۔ خداوند تعالیٰ نے اپنی خدائی کا اختیار اپنے پیارے بندوں کو بخش دیا ہے، اب یہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی تقدیر مرضی درمیان میں نہیں ہے۔ یہ عقیدہ تقدیر کے عقیدہ کے سرسرخ خلاف ہے۔ اللہ کے حکم کے ہوا ایک ذرہ نہیں ہل سکتا۔ جو شخص خدا کی تقدیر کا منکر ہے وہ بے ایمان ہے۔

۹۔ شرک کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ساروں کی رفتار سے وابستہ ہے۔ اسلام اس وہم کو سختی سے روکتا ہے۔ بخوشیوں کی بات ماننا بھی حرام ہے۔

۱۰۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیک لوگوں کی مرضی عین خدا کی مرضی ہے۔ دیکھتے چراغ سنت ص ۲۱۔

۱۱۔ شرک کا ایک ذریعہ قبر پرستی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عین وقت کے وقت چہرہ مبارک سے چادر الٹ کر فرمایا۔ خدایہود و نصاریٰ پر لعنت کر انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا (صحیح مسلم کتاب المساجد)

## شرک کا نقصان

شرک جہاں بھی پایا جاتا ہے اس پر ادب، تعظیم، محبت کا غلاف ضرور ہوتا ہے۔ برہنہ شرک نہ دنیا میں ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا بڑا بھاری نقصان یہ ہے کہ انسان خداوند تعالیٰ سے کٹ جاتا ہے۔ محبت، خوف، امید، عجز و نیاز، اور اطاعت تا بصداری، وفا و لہری، سب چیزوں کا رخ اللہ سے

پھر جاتے ہیں، لاکھوں کروڑوں انسان بلکہ مسلمان دنیا میں ایسے ہیں جو زمین و آسمان کا خالق مالک اللہ کو سمجھتے ہیں، اس کے بارہو اٹھتے بیٹھتے بزرگوں کو پکارتے ہیں۔ منڈتیں ان کی مانتے ہیں۔ ادب لحاظ ان کا کرتے ہیں۔ مزارات پر چراغ جلاتے اور جھاڑو لگاتے ہوئے عاجزی اور نیاز کی تصویر نظر آتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اپنی حاجات کا قبلہ ان کو سمجھتے ہیں۔ انسان کی عادت ہے کہ جس کا کھانا ہے اسی کے گن گاتا ہے۔ حاجت روائی کے اس پھندے نے کروڑوں انسانوں کا عقل و شعور چھین لیا، اور آج مسلمان اللہ کے نام سے بھی بدکنے لگا ہے۔ سچے عقیدے کی پکی نشانی یہ ہے کہ اس سے خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ جھوٹا عقیدہ انسان کو در بدر پھراتا ہے، اور بالآخر ذلت کی نیند سلا دیتا ہے۔

لے اللہ! لے مالک الملک! اس بد کنی بڑی اُمت پر رحم فرما! اور ان کو توحید کی نعمت سے محروم نہ فرما! آمین۔

**صَلِّ**۔ لے اللہ! اپنی خاص رحمت بھیج۔ نماز والے درود شریف میں ایک خبر یہ بھی ہے کہ صَلِّ امر کا صیغہ ہے جو طلب اور دعا کے لئے ہے اور یہ بھی اس کی فضیلت کی دلیل ہے وَذَكَرُوا أَنَّ الْإِيتَانَ بِصِغَةِ الطَّلَبِ أَفْضَلُ مِنَ الْإِيتَانِ بِصِغَةِ الْخَيْرِ رُوح المعانی ۹۰/۶۱ یعنی علمائے کہا ہے کہ درود شریف میں طلب اور دعا کا لفظ خیر کے لفظ سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ اللَّهُمَّ صَلِّ کا لفظ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اور صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بہتر ہے اگرچہ معنی ان کا بھی وہی ہے

فتاویٰ شامی ص ۱۱ میں ہے **وَالْجُمْلَةُ خَبَرِيَّةٌ لَفْظًا مَنْقُولَةٌ إِلَى الْإِنْسَاءِ**  
**أَوْ جَانِبًا فِيهِ بِمَعْنَى اللَّهُمَّ صَلِّ**۔ مطلب یہ ہے کہ **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
 کا معنی بھی یہی ہے جو **اللَّهُمَّ صَلِّ** کا ہے۔ باقی یہ بات کہ محدثین نے افضل درود  
**اللَّهُمَّ صَلِّ** کو چھوڑ کر **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** کیوں پسند کیا؟ اس کی وجہ،  
 روح المعانی بحث درود شریف میں یہ لکھی ہے کہ محدثین حدیث کی روایت میں  
 آپ کا ذکر بالعموم جملہ خبریہ کی صورت میں لاتے ہیں قال رسول الله فعل  
 وغیرہ تو اس ترکیب میں درود شریف بھی خبری صورت میں مناسب رہتا ہے، نہ کہ  
**اللَّهُمَّ صَلِّ** وغیرہ۔ نیز فرماتے ہیں **وَفِي التَّحْرِيرِ هِيَ مَوْضُوعَةٌ لِلْإِعْتِنَاءِ**  
**بِإِظْهَارِ الشَّرَفِ وَيَتَحَقَّقُ مِنْهُ تَعَالَى بِالرَّحْمَةِ عَلَيْهِ وَمِنْ غَيْرِهِ**  
**بِالدُّعَاءِ**۔ درود شریف کا مقصد آپ کی بزرگی کا اظہار ہے، اور یہ خداوند  
 تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور فرشتوں یا بنی آدم جنات  
 وغیرہ کی طرف سے دعا ہے۔ **صَلِّ** پر ہے **اللَّهُمَّ عَظَمَةٌ فِي الدُّنْيَا... الخ**  
 یعنی **اللَّهُمَّ صَلِّ** کا معنی ہے۔ اے اللہ! دنیا میں آپ کو بزرگ تر بنا دے،  
 اس طریقہ سے کہ آپ کا نام بلند ہو۔ آپ کی شریعت پر عمل جاری رہے، اور  
 آخرت میں آپ کا اجر زیادہ ہو۔ شفاعت کا مرتبہ نصیب ہو۔ نیز فرماتے  
 ہیں **صَلِّ** کا مصدر تصلیہ کی بجائے صلوة آتا ہے۔ اسی طرح تسلیم  
 کی بجائے سلام آتا ہے۔ سلام کے معنی ہیں **السَّلَامَةُ مِنْ كُلِّ مَكْرَهٍ**  
 ہر مصیبت سے ناگوار اور ناپسند چیز سے سلامت رہنا۔ بیچ جانا **صَلِّ شَامِي**  
**عَلَى مُحَمَّدٍ**۔ **مُحَمَّدٌ** صلی اللہ علیہ وسلم اس نام سے ہے باقی آرام جان عمار

ہمیشہ ماں باپ اپنے بچے کا نام رکھنے میں تمام لفظی معنوی خوبیوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ نام میں تاثیر ہوتی ہے، اور اس لئے کہ اچھا نام وجاہت اور آبرو کا باعث ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کئی کئی نام رکھتے ہیں اور اس کو خوبی اور خوبصورتی سمجھا جاتا ہے۔ خالق کائنات نے روزِ ازل میں جتنی خوبیاں اور بندگیاں اس دنیا کو بخشے کا فیصلہ کر لیا تھا وہ تمام جمالی اور کمالی صفات ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ضبط کر دیں گویا کہ آپ کے مبارک نام آئینہ کمالات اور جام جہاں نما ہیں۔ باغ و بہار اور گل و گلزار کی اس محفل میں انتخاب کی نظر حیران ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کو حساب و شمار میں کس طرح لایا جاسکے جب کہ آپ کے کمالات آپ کے انوار و برکات، آپ کے اطوار و اعتبارات گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مبارک ناموں کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچ کر ختم نہیں ہوتی۔

۵۔ جہاں کے صارف کمالات ایک تجھ سے ہیں،  
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار! (مولانا قاسم دہلوی)

۶۔ ندافم آل گل رعنا چہ رنگ و بو دارد  
کہ مرئے بر چہنے گفتگوئے او دارد،

تفصیل تو کیا اجمال بھی اتنا وسیع اور طویل و عریض ہے کہ اسماء مبارک کے تعارف کے لئے کئی ایک دفتر درکار ہیں۔ تبرک کے طور پر درود شریف کی اس محفل میں آپ کے کچھ مبارک ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔  
آپ فرماتے ہیں۔ میرے پانچ نام ہیں۔ میں فہم ہوں، میں احمد ہوں

عین مآرجی (گزر کو شانے والا) ہوں۔ میں حاکم شہر ہوں کہ عامیے لوگ قیامت کے دن میرے پیچھے چلیں گے۔ میں عاقبت ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف) حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ زاد المعاد ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں :-

”محمدؐ حمد سے بنتا ہے۔ حمد کے معنی تعریف کے ہیں۔ اور باب تفعیل کا اسم مفعول ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ آپؐ کی ذات میں تعریف کے قابل خصلتیں اور عادتیں بہت زیادہ ہیں۔ پس اس لفظ میں محمود کی نسبت زیادہ زور ہے۔ کیونکہ وہ ثلاثی مجرد ہے اور یہ مزید ہے۔ پس محمدؐ وہ ہے جس کی سب سے زیادہ تعریف بیان کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نوراۃ میں آپؐ کا نام محمدؐ بیان ہوا تھا۔“

تفت کی مشہور کتاب منہجی الادب میں حمد کے معنی حق ادا کرنے کے بھی لکھے ہیں یعنی علم، عمل، اخلاق، اور ظاہری باطنی قوتوں کے اعتدال کا حق آپؐ کی ذات میں ادا کیا گیا ہے۔ قسام ازل نے فطرت انسانی کو جتنی امانتوں کا حامل بنانے کا فیصلہ کیا تھا، ان کی تکمیلی صورت وہ ہے جو نام پاک محمدؐ کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔

مقدمہ مشکوٰۃ کی شرح میں ملا علی قاری نے کیا خوب فرمایا اَلْاَسْمَاءُ تَنْزِلُ مِنْ السَّمَاۗءِ۔ نام آسمان سے اترتے ہیں۔ بہت عمدہ بات ہے، اور اس کے ساتھ درہ منثور کی روایت کہ یہ نام آپؐ کے دادا کو خواب میں بتایا گیا، بہت مناسب ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آپؐ کے



مالیات کا ایک حصہ ہے جو تاقیامت عجائبات کا مظہر ہے۔

قائوس میں ہے مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہے جس کی تعریف بار بار ہوتی رہے اور کبھی ختم نہ ہو۔ الَّذِي يُحَمِّدُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ۔

قدن اور ترقی کی موجودہ دنیا میں ذہنی انقلابات، اور جدید مسائل کی پیداوار کس قدر روز افزوں ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ انسانیت کے ہر دماغی بھراں میں مُحَمَّدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی طیب چارہ ساز نظر نہیں آتا، اور کہ مدینہ میں اترنے والی کتاب سے بہتر کوئی تدبیر ساز کار نہیں آتی۔ نام مبارک کے یہ وصفی معنی ایک زبردست پیشین گوئی ہے کہ مستقبل میں دنیا کی عمر جس قدر دراز ہو گی۔ آنے والی نسلیں بشرط عدل و انصاف اور ذوق سلیم مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں گی۔

س وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِحْجَلَهُ  
فَذُو الْعَرْشِ يَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

ترجمہ :- خداوند تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی کے لئے اپنے نام سے آپ کا نام لکھا، جس عرش والا محمود ہے اور آپ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

باب تفعیل کا ایک خاصہ مباحثہ اور استیعاب بھی ہے۔ اس صورت میں مُحَمَّدٌ کے معنی ہوں گے۔ وہ جس کا ایک ایک ذرہ یا ایک لک پہلو قابلِ تعریف ہے۔ اس موضوع پر مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے یہ الفاظ بہت قابلِ غور اور مناسب لگتے ہیں۔  
"الغرض ایک کامل اور مکمل آخری مُخْتَم کے لئے حسبِ ذیل بیابانوں پر پورا  
اُترنا ضروری ہے۔"

۱۔ اُس کی زندگی کا کوئی پہلو پر وہ میں نہ ہو۔

۲۔ اس کی سب سے تعلیم کے مطابق اس کی عملی مثالیں بھی سامنے موجود ہو۔

۳۔ اس کی اخلاقی تعلیم میں یہ جامعیت ہو کہ وہ انسانوں کے ہر کارآمد گروہ کے لئے اپنے اندر اتباع اور پیروی کا سامان رکھتی ہو۔

تفقید کے ان معیاروں پر اگر ہم سارے انبیاء اور تابعین کے بانیوں کی زندگی کو جانچیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کسی کی زندگی بھی پیغمبر اسلام علیہ السلام کی پاک زندگی کے برابر جامع کمالات نہیں۔ دنیا کا کوئی پیغمبر، یا کسی مذہب کا بانی ایسا نہیں ہے جس کی اخلاقی زندگی کا ہر پہلو، ہمارے سامنے اس طرح بے نقاب ہو، گویا وہ خود ہمارے سامنے موجود ہے۔ تورات کے پیغمبروں میں سے کون سا ایسا پیغمبر ہے جس کے اخلاقی کمالات ہمارے علم میں ہیں.....

حضرت نوح سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک توراہ کے ایک ایک پیغمبر پر نگاہ ڈال جاؤ۔ ان کی معصوم زندگی کے حالات کی کتنی سطریں ہمارے سامنے ہیں؟ اور کیا ان کی اخلاقی شکل و صورت دنیا کے سامنے کبھی موجود رہی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تینتیس برس کی زندگی میں سے فقط تین برس کا حال ہم کو معلوم ہے۔ اور ان تین برس کے حالات میں سے بھی کجیوں کے سوا عام حالات بہت کم معلوم ہیں۔ اس صورت میں کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی اخلاقی زندگی کا کوئی پہلو پر وہ میں نہیں ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہندوستان، ایران اور چین کے بانیان مذاہب کی اخلاقی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہو، تو معلوم ہوگا کہ اس کے لئے دنیا میں کوئی سامان ہی موجود نہیں۔ کیونکہ ان کی

اخلاقی زندگی کے ہر پہلو پر ناواقفیت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ صرف اسلام ہی کے ایک معلم کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ ہے، اور سب کو معلوم ہے۔ اور بقول باسورۃ اسمتہ :-

”یہاں (سیرت محمدی) پورے دن کی روشنی ہے، جس میں

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی

طرح نمایاں ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ کا حکم تھا کہ میرے ہر قول اور ہر عمل کو دوسروں تک پہنچاؤ  
مخبرانِ راز کو اجازت تھی کہ جو کچھ مجھے خلوت (تنہائی) میں کرتے دیکھو اسے  
خلوت میں بیان کر دو، جو حجرہ میں کہتے سُنو، اُس کو چھتوں پر چڑھ کر پکارو،  
الَا فَلَیْسَلِغِ الشَّاهِدُ الْعَائِبُ..... الخ سیرت النبی ص ۳۵

(نوٹ) یہ مضمون ناتمام چھوڑ دیا گیا۔ نازلین سیرت النبی میں دیکھ لیں۔

محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بے پردہ زندگی، دوست دشمن، اور اپنے بیگانے  
کے لئے غور و فکر کی صلاحیت عام ہے۔ اللہ کی روشن دلیل اور قدرت کا کثرہ ناز ہے  
جس کو دیکھ کر ہر عقلمند انسان تعریف کرنے پر مجبور ہے۔ بیان ہو چکا ہے کہ لفظ جنتی  
کا ایک معنی قضاء الحق بھی ہے۔ جس کا مطلب کمال کی انتہا پر پہنچنا ہے۔ اس سے  
معلوم ہوا کہ نامِ پاک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ختم نبوت کا معنی بھی موجود ہے،  
قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں اس نام کا چرچا ہونے  
کے باوجود خدا کی حکمت ایسی ہوئی کہ یہ نام کسی کو نصیب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب  
آپ کے ظہور قدسی کا زمانہ قریب آیا تو نجومیوں، کابینوں، اور اہل کتاب کے علماء

نے اس نام کو بہت مشہور کر دیا۔ بعض لوگوں نے اس خوشی کی توقع میں اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ وہ چھ ہیں، اور بعض نے سات اور زیادہ نام بھی گنے ہیں۔ مگر اللہ کی حفاظت دیکھئے کہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہ کیا **أَحْمَدٌ**۔ اس بات میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آپ کا ذاتی نام احمد ہے، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اور یہ کہ توراہ میں آپ کا نام احمد تھا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں فرماتے ہیں۔ **أَحْمَدُ** اسم تفضیل ہے جو فاعل مفعول دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ اگر اسم فاعل کے معنی پر ہو تو یوں ہے **حَمْدُكَ لِلَّهِ أَكْثَرُ مِنْ حَمْدِي خَيْرٌ لَكَ** یعنی جتنی خدا کی تعریف آپ نے کی ہے اتنی دوسرا کوئی نہیں کر سکا، اور اسم مفعول کے معنی پر یوں آئے گا **أَسْحَى النَّاسِ وَأَوْلَىٰ لَهُمْ بِأَنْ يَحْمَدَ** آپ سب لوگوں سے زیادہ تعریف کے حق دار اور مستحق ہیں۔ اس صورت میں احمد اور محمد کا معنی ایک ہو جائے گا۔ پھر فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہیں جن میں قابل تعریف عادتیں بہت زیادہ ہوں، اور احمد وہ ہیں جن کی سب سے اعلیٰ اور بہتر تعریف کی جائے۔ اب دونوں مبارک ناموں کا مجموعی مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ تعریف کے حق دار، اور سب سے اچھی تعریف کے حق دار آپ ہیں۔

**مُتَوَكِّلٌ**۔ اس لئے کہ اللہ کا دین قائم کرنے میں آپ کو اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں تھا۔

**مَاحِجٌ**۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے کفر کو آپ کے ذریعہ سے مٹایا۔ کیونکہ آپ کی بعثت کے وقت دنیا بھرت پرستوں ستارہ پرستوں۔ یہود۔ نصاریٰ۔ دہریہ وغیرہ

سے پڑ تھی۔ پھر آپ کی دعوت دہاں تک پہنچی جہاں تک سورج چمکتا ہے۔  
**حَاشِرٌ**۔ اس لئے کہ آپ کے بعد جلدی ہی قیامت آجائے گی۔ گویا کہ آپ  
 کی تشریف آوری حشر کے لئے تھی۔ حشر کے معنی اکٹھا کرنا۔

**عَاقِبٌ**۔ اس لئے کہ آپ سب نبیوں کے بعد تشریف لائے یعنی خاتم النبیین  
**مَقْفًى**۔ اس لئے کہ آپ سب کے بعد آئے۔ **فَكَانَ بَخَائِشَهُمْ وَأَنْزَلَ مِنْهُمْ**  
**نَبِيُّ التَّوْبَةِ**۔ توبہ کے نبی۔ کیونکہ آپ پر ایمان لانا ہی کفر سے توبہ ہے اور اس  
 لئے کہ آپ کی امت کی توبہ آسان ہے۔

**نَبِيُّ الْمُلْحَمَةِ**۔ اس لئے کہ آپ کو کفار سے جہاد کا حکم ملا ہے۔ **فَعَلْنَا لِيَدِهِ**  
**أَمْرًا** نے اور آپ کی امت نے کیا ہے۔ **أَتَمَّ كَمِي نَبِيٍّ أَوْ كَيْسِي أُمَّتٍ** نے نہیں کیا،  
**نَبِيُّ الرَّحْمَةِ**۔ رحمت کے نبی۔ ایمان والوں کو تو بہت بڑی رحمت آئیب  
 ہوئی۔ کفار نے بھی آپ کے عہد و پیمان میں امن سے زندگی گزاری، اور  
 حقیقت یہ ہے کہ آپ کا دین تمام قوموں، بلکہ تمام دنیا کے حق میں رحمت ہے،  
**الْفَارِحُ**۔ ہدایت کا دروازہ۔ اندھی آنکھیں بہرے کان۔ پتھر دل، کفار کے غلام  
 جنت کا دروازہ۔ علم نافع اور عمل صالح کے اصول آپ کی برکت سے کھلے۔  
**الْإِمِينُ**۔ اس لئے کہ وحی اور دین کی امانت آپ کے سپرد کی گئی۔ آپ زمین  
 آسمان والوں کے امین ہیں۔

**الضُّمُولُ الْقَتَالُ**۔ یہ دو نام اکٹھے آتے ہیں۔ ایمان والوں سے  
 خندہ پیشانی۔ کافروں سے لڑنے والے۔

**الْبَشِيرُ**۔ نیک لوگوں کو خوشخبری سنانے والے۔

النَّذِيرُ - بدوں کو ڈرانے والے۔

عَبْدُ اللَّهِ - اس کا بیان ہو چکا ہے۔

السِّرَاجُ الْمُنِيرُ - روشنی دینے والا چراغ۔

۷۷ ایک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں

پرتو گمائی انجمنے ساختہ اند

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:- سورج گرمی دیتا ہے اور جلاتا ہے اس لئے

وہ سِرَاجًا وَهَاجًا ہے۔ اور سِرَاجًا مُنِيرًا وہ ہے جس کی روشنی میں

گرمی، تپش اور جن نہ ہو۔ روشنی اور نور کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں مزید

وضاحت کے لئے امام فخر الدین رازی کا ایک مضمون پڑھ لیجئے۔

## اللہ کا نور کیا چیز ہے؟

سوال:- کیا خداوند تعالیٰ کو نور کہا جاسکتا ہے؟ حالانکہ قرآن کریم میں ہے

اللہ زین آسمان کا نور ہے۔ اور حدیث میں بھی روایت ہے کہ عبد اللہ

بن عمر کو کسی نے کہا آپ کہتے ہیں کہ بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے

بدبخت گیا ہے۔ آپ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور

ڈالا۔ جسے وہ نور پہنچ گیا وہ ہدایت پا گیا، اور جسے نہ ملا وہ گمراہ ہوا،

قرآن کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ خود نور ہے، اور حدیث سے معلوم ہوا

کہ اللہ کا نور ہے، نور کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :- خداوند تعالیٰ کو نور یعنی روشنی کہنا باطل ہے۔ کیونکہ روشنی، یا نور خود جسم ہے۔ یا جسم کے اندر کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نہ جسم ہے، نہ جسمانی کیفیت ہے۔ اس لئے وہ نور نہیں ہو سکتا۔ یعنی عربی زبان میں نور کا معنی صرف روشنی ہے، اور روشنی کی حقیقت میں سائنسدانوں کا اختلاف ہے، کہ روشنی خود کوئی جسم ہے، یا جسمانی کیفیت ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نور نہیں ہو سکتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نور یعنی روشنی اندھیرے کی ضد ہے، اور خداوند تعالیٰ کی کوئی ضد نہیں۔ اس لئے وہ نور نہیں ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ روشنی آتی جاتی چیز ہے۔ خداوند تعالیٰ ایسے نہیں ہیں۔

پھر قرآن میں جو **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** اللہ کو نور کہا ہے تو

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے دلیل اس کی یہی عقلی دلائل ہیں جو بیان ہو چکے ہیں، اور یہ دلیل بھی ہے کہ اسی آیت میں مثل نور کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نور کا مالک ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ خود نور نہیں ہے بلکہ نور کو پیدا کرنے والا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اگر نور نہیں ہے تو قرآن میں اسے نور کیوں کہا گیا؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بعض قاریوں نے یوں پڑھا ہے۔ **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**۔ یعنی اللہ کی ملکیت ہے نور زمین و آسمان کا۔  
۲۔ اللہ روشنیوں کو روشن کرنے والا ہے۔ اس مناسبت سے اسے نور کہا گیا۔  
۳۔ تمام جہان کے انتظامات اللہ کی حکمت سے قائم ہیں۔ اور جو شخص بہتری کا انتظام کرے۔ اچھے کاموں کی کوشش کرتا ہو۔ اسیے نور۔ اُجالا، روشنی

کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں شخص اس شہر کا نور ہے۔ یعنی نیکی پھیلانے والا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بندوں کو ایمان ہدایت اور معرفت عطا فرمائی

اور یہ چیزیں نور ہیں۔ چنانچہ اسی آیت میں ہے **يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ مِّنْ**

**مَنْ يَشَاءُ** یعنی اللہ اپنی معرفت اور پہچان جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ اور

حدیث میں یہ مضمون یعنی نور کا معنی ہدایت بہت ہے۔

پہلی حدیث :- آپؐ فرماتے ہیں یومس کی دانائی اور فراست یعنی زیرکی

سے بچو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

دوسری حدیث :- آپؐ فرماتے ہیں کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ

عقل مند کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں،

فرمایا۔ زیادہ ہوشیار وہ ہے جو موت کو بہت یاد کرے، اور اس کے لئے

خوب تیاری کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ اس کی ظاہری پہچان اور

نشانی بھی ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ دنیا سے کنارہ کرنا جو دھوکے کی جگہ ہے، اور

ہمیشہ کے گھر کی طرف جھک جانا، دل لگانا۔ نور جب سینے میں داخل ہوتا

ہے تو سینہ کھل جاتا ہے، اور موت آنے سے پہلے انسان اس کے لئے تیار

ہو جاتا ہے۔

تیسری حدیث :- آپؐ نے یہ آیت پڑھی **لَا تَلْمِزُوا**

**الَّذِينَ آمَنُوا يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأُحْسِنُوا سُورَاتِهِ لِقَابِ رَبِّهِمْ وَأُحْسِنُوا كِتَابَ اللَّهِ**

**لِقَابِ رَبِّهِمْ وَأُحْسِنُوا كِتَابَ اللَّهِ** جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا۔ اُس کو اللہ کی طرف سے نور

مل گیا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا سینہ کس طرح کھلتا ہے؟ فرمایا نور جب

سینہ میں داخل ہوتا ہے تو۔ (ادپر والی حدیث کی طرح ہے)



چوتھی حدیث :- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے راستہ میں۔ آپ کو حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حارثہ تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کیا اللہ کی قسم میں سچا مومن بن گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا صبح کر لوں کیا کہتا ہے؟ تہرات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تہرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا میں سے پہچان لیا۔ میں رات جاگتا ہوں، دن بھر روزہ سے مجھ کو پیسا رہتا ہوں، اور حالت یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کا عرش مجھے سامنے نظر آ رہا ہے۔ اور گویا کہ اہل جنت کو جنت میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ خوشی کی ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ اور گویا کہ میں دوزخ والوں کو دیکھ رہا ہوں اور وہ اس میں چلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو ٹھیک سمجھا۔ پکا ہو جا۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص ایسے مرد کو دیکھنا چاہے جس کے دل میں اللہ نے ایمان کا نور ڈال دیا تو وہ اس کو دیکھ لے۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میرے لئے شہادت نصیب ہونے کی دعا فرمائیے! آپ نے دعا فرمادی۔ اس کے بعد جہاد کا اعلان ہوا تو سب سے پہلے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

پانچویں حدیث :- عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے اُپر کی طرف سے کوئی آواز سنی۔ آپ نے سر اٹھا کر اُپر کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ آسمان کا یہ دروازہ آج پہلی بار کھلا ہے۔ پھر ایک فرشتہ نے آکر پیغام دیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی منائیے دو نوروں کی جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں ملے۔

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کا آخری حصہ۔ اَمَّنَ الرَّسُوْلُ (الایۃ)  
چھٹی حدیث:- آپؐ فرماتے ہیں، قیامت کے دن مومن جب پل صراط  
سے گزرے گا تو دوزخ کی آگ اس کو کہے گی۔ اے مومن جلدی سے گزر جا،  
کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی۔

سائیس حدیث:- آپؐ صبح و شام دعا فرماتے تھے۔ اے اللہ! ہم  
تیرے محکم سے صبح اور شام کرتے ہیں۔ تیرے محکم پر جیتے مرتے ہیں، اور  
تیری طرف مگر جینا ہے۔ اے اللہ! آج جتنی بھلائیاں تو تقسیم کرے گا، نور  
ہو، جس سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ یا رحمت جس کو تو بکھرتا ہے، یا رزق  
جو کشادہ دیتا ہے، یا بیماری جسے تو دور کرتا ہے، یا بلائیں جن کو دفع کرتا ہے،  
یا دکھ دینے والی چیز جسے تو اٹھالیتا ہے، یا کوئی فتنہ جس کو تو پھیر لیتا ہے،  
ان سب بھلائیوں میں میرا حصہ سب سے زیادہ کرنا۔

اٹھویں حدیث:- کسی نے پوچھا جنتی کون ہیں؟ فرمایا جنتی وہ ہیں  
جن کے بال بھرے ہوئے، اور کپڑے نیلے رہتے تھے (دنیا میں آخرت کے خوف  
نے جسم کی نکر بھلا دی تھی) اگر ان میں سے کسی ایک شخص کا نور تقسیم کیا جائے  
تو ساری دنیا کو کافی ہو جائے۔

نویں حدیث:- اہل جنت وہ ہیں، جن کے بال بھرے ہوئے، پریشا  
ن گرد و غبار پڑی ہوئی۔ دو پرانی چادروں میں پلٹے ہوئے۔ اگر کسی افسر کو ملنے  
جائیں تو اجازت ملاقات کی نہ ملے۔ نکاح کا پیغام بھیجیں تو نامنظور کیا جائے،  
جب بات کریں تو کوئی نہ سنے، ان کی ضرورتیں ان کے سینہ میں تڑپتی پھرتی

رہتی ہیں ان کا نور اگر تقسیم کیا جائے تو سب دنیا والوں کو کافی ہو جائے۔  
 (نوٹ) نفس پرور، آرام طلب، دین کی فکر سے آزاد لوگ ان باتوں کو فضول سمجھتے ہیں۔ اگر زندگی میں ایک بار جہاد کی توفیق ہوتی تو مسئلہ حل ہو جاتا۔

۳۵ سوویں حدیث :- انس بن مالک فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرا نور میری ہدایت ہے..... الخ

گیاس ہویں حدیث :- آپ دعا مانگتے تھے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات کی جو پورے ہیں، اور اللہ کے نور کی جس سے زمین چمک گئی، اور ادھیرے دور ہوئے..... الخ

۳۶ سوویں حدیث :- آپ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میرے دل میں، کان اور آنکھ میں نور پیدا کرے۔

ناظرین! یہ سوال جواب اور بارہ حدیثیں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ص ۹۵ مسائل بسم اللہ باب ۴ میں بیان کئے ہیں۔ ان حدیثوں سے چند باتیں معلوم ہوئیں:-

۱۔ نور کے معنی، ایمان، ہدایت، اور اللہ کی پہچان ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ استعمال بہت زیادہ ہے۔

۲۔ اللہ کا نور جب مومن کے سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے یعنی گندے اخلاق، کمینہ عادتیں اور نفس کی میل کچیل دور ہو جاتی ہے

۳۔ اللہ کا پیدا کیا ہوا نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو آخرت پر یقین کامل نصیب ہوتا ہے۔ دنیا کی چیزوں میں شک محسوس ہوتا ہے۔ آخرت بے شک

نظر آتی ہے۔

۴۔ قرآن بھی نور ہے۔

۵۔ یہی نور دوزخ کی آگ کو بجانے والی چیز ہے۔

۶۔ یہ نور انسان کو جسم کے تقاضوں سے غافل کر دیتا ہے۔

۷۔ دسویں حدیث قدسی تو بالکل صاف بتلا رہی ہے کہ اللہ کا نور اُس کی ہدایت کا نام ہے۔

۸۔ اس کے مقابلہ میں اندھیرا کفر کا نام ہے۔

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا مانگتے تھے، اے اللہ! میرے دل میں

میری آنکھوں میں، میرے کانوں میں، میری دائیں بائیں طرف اور اوپر نیچے

اور آگے پیچھے سب نور بنا دے، اور مجھے نور عطا کر۔ بعض روایتوں میں

ہے۔ میری زبان میں نور، اور سچوں میں نور، میرے گوشت، خون، بال،

اور جلد میں نور بنا دے۔ میرے نفس میں نور پیدا کر، اور مجھے بہت بڑا

نور عطا کر۔ مشکوٰۃ ص ۱۶

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نور ہدایت کی دعا ہے۔ یعنی اے اللہ!

مجھ کو سراسر ہدایت اور روشنی بنا دے۔ بے شک کسی صحابی نے خوب کہا تھا،

إِنَّ الرَّسُولَ كَنُورٍ مُّسْتَضَا عِوِبِهِ

بے شک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نور ہیں جس سے لوگ روشنی

حاصل کرتے ہیں۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

قَالَ الْعُلَمَاءُ سَأَلَ النُّورَ فِي أَعْضَائِهِ وَجِهَاتِهِ وَالْمُرَادُ  
بِهِ بَيَانُ الْحَقِّ وَضِيائِهِ وَالْهُدَى آيَةٌ إِلَيْهِ -

ترجمہ :- علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اللہ سے تمام اعضا اور سب طرفوں  
میں نور کا سوال کیا - اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے خداوند تعالیٰ سے حق  
بیان کرنے اور حق کی روشنی دینے اور حق کی طرف ہدایت کرنے کی دعا مانگی  
معلوم ہوا کہ سارے بدن میں نور پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو  
ہدایت کی جائے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کہا ہے عَدَّ كُلَّ هَذِهِ الْأُمُورِ رُجْعَةً  
إِلَى الْهُدَى آيَةَ وَالْبَيَانِ وَضِيَاءِ الْحَقِّ - (حدیث نور)  
امام نووی اسی باب کی دوسری حدیث اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ  
نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - کی شرح میں فرماتے ہیں :-

”اس کا معنی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ زمین آسمان کے نور کو پیدا کرنے والا  
الوہبید نے کہا ہے کہ تیرے نور سے زمین آسمان والے راستہ دیکھتے ہیں  
خطابی نے اللہ کے نام النور کی تفسیر میں کہا ہے - النور وہ ہے جس  
کی روشنی سے اندھے بینا ہو جائیں - جس کی رہنمائی سے گمراہ سیدھے راستہ پر  
آجائیں اور اللہ نور السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مطلب بھی یہی ہے  
کہ زمین آسمان کی تمام روشنی اللہ نے پیدا کی ہے - اور نور کے معنی نور والا  
بھی ہو سکتے ہیں - اور یہ صحیح نہیں کہ اللہ کو نور کہا جائے کیونکہ اللہ تو  
نور کا خالق ہے - پیدا کرنے والا ہے“ (نوری شرح صحیح مسلم ص ۱۶۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ باب الایمان بالقدر میں فرماتے ہیں :- اللہ کے نور سے مراد عقلی اور نقلی دلائل ہیں۔ آمد ہدایت (خلاصہ) ص ۱۱ شرح مشکوٰۃ فارسی نیز شیخ نے حدیث نور کی شرح میں نور سے مراد خیر و طاعت لی ہے ص ۵۴۶  
نیز فرماتے ہیں۔ نور یعنی روشنی وہ چیز ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے، یعنی خداوند تعالیٰ کو نور اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ خود ظاہر ہے، اور ہر چیز کو عدم سے وجود میں لاتا ہے ص ۵۵۳

نیز شیخ نے مشکوٰۃ کی عربی شرح میں بھی یہی معنی لکھا ہے۔ مطلب یہ کہ ساری جہان کی رونق اللہ سے ہے۔

شیخ عبد القادرؒ موضع القرآن آیت نور میں فرماتے ہیں، اللہ سے رونق اور بستی ہے زمین آسمان کی۔

علامہ بیفاری نے آیت نور کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ :-

النُّورُ فِي الْأَصْلِ كَيْفِيَّةٌ تَدْرِكُهَا الْبَاصِرَةُ..... وَهُوَ بِهَذَا الْمَعْنَى لَا يَصِحُّ إِجْلَاقُهُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى..... الخ

ترجمہ :- نور ایک کیفیت ہے جسے آنکھ دیکھ سکتی ہے، اور یہ نور کا لفظ

خداوند تعالیٰ پر نہیں بولا جا سکتا۔ لیکن اضافت کی صورت میں یعنی نور والا

نور کا مالک، یا اس کے معنی ہیں روشن کرنے والا۔ اللہ نے روشنی تاروں

سے کی ہے، یا فرشتوں سے، یا انبیاء سے۔ یعنی روشنی کی دو قسمیں ہیں

ظاہری اور باطنی۔ ظاہری روشنی تاروں سے ہوتی ہے، اور باطنی روشنی

فرشتوں اور نبیوں سے ہے..... پھر یہ نور کسی چیز کا اپنا

ذاتی نہیں ہے، بلکہ خداوند تعالیٰ بلا واسطہ عطا فرماتے ہیں، یعنی نورِ فطرت اور فرشتوں پیغمبروں کے واسطہ سے بھی ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو بھی نور کہا جاتا ہے۔ یعنی نورِ ہدایت۔ اسی کے قریب ہے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول کہ انہوں نے نور کا معنی تباری بیان کیا ہے،

(تفسیر ربیادی شریف آیت نور)

حضرت ملا علی قاری حنفی مرتقاہ شرح مشکوٰۃ میں باب القدر کی حدیث راجع اللہ خلق خلقہ فی ظلمۃٍ فالقی علیہم من نورٍ کی شرح میں فرماتے ہیں، ترجمہ:- اللہ کے نور سے مراد دیسیں اور شہادتیں، اور معجزات اور ڈرانے والے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو لوگ جہالت کے جنگل میں گمراہی کے اندھیروں میں پڑے رہتے، اور بعض نے کہا ہے کہ اندھیرے کا مطلب حرص، حسد، تکبر وغیرہ بُری عادتیں اور گندے اخلاق ہیں۔ اور نور کا مطلب اللہ کی توفیق اور ہدایت ہے، بعض نے کہا ہے کہ اندھیرے کا مطلب جہالت ہے۔ اور نور کا مطلب معرفت اور خدا کی پہچان ہے۔ مرتقاہ ص ۱۲۶

ناظرین! اللہ کے نور کا مطلب جیسا کہ معلوم ہو چکا بزرگانِ دین کے نزدیک یہ ہے۔ ہدایت، نیکی، علم، یقین۔ پاکیزہ اخلاق۔

اور نور پھیلانے والے یہ ہیں۔ خداوند تعالیٰ۔ فرشتے، انبیاء علیہم السلام اور صالحین یعنی اولیاء اللہ۔ مگر ہمارے زمانہ کا واعظ پہلے خداوند تعالیٰ کو نور کہتا ہے۔ پھر اس پر یہ عمارت کھڑی کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور، اللہ کے نور سے جدا ہوا۔ اس لئے اصل میں دو نور ایک نہیں۔ پھر اس بنیادی اور فرضی داستان

گو ایسی عام فریب مثالوں، کہانیوں، جھوٹی روایتوں سے بچا لیتا ہے کہ سننے والوں کا نور ایمان، حیرانی اور جہالت، وہم، وسوس، کفر و شرک کے اندھیروں میں ڈوب کر ہاتھ پر ہاتھ مارنے سے بھی ظلماتِ بعضہا فوق بعض کے سوا کچھ نہیں دیکھنا آپ پڑھ چکے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نور نہیں بلکہ نور اس کی ایک مخلوق ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کو بھی مجازاً نور کہا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ خود نور نہیں ہیں۔ بلکہ نور ان کا فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے،

اے اللہ! میرے دل میں، میری آنکھوں میں، میرے کانوں میں، میرے ہر طرف اور میرے گوشت خون، رگوں، پھٹوں اور بال بال میں نور پیدا کر۔ یعنی میرے بال بال سے لوگوں کو نورِ ہدایت نصیب ہو۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی، اور آپ کا وجود مبارک تمام کا تمام نورِ ایمان، نورِ یقین، نورِ ہدایت کا باعث بنا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مناسب معلوم ہوا کہ یہاں نورِ دالی دعا پوری لکھ دی جائے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تہجد کے بعد یہ دعا پابندی سے پڑھے اس کو برکاتِ روحانی حاصل ہوں گی۔ بحوالہ عوارف المعارف شیخ سہروردیؒ۔

اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَ  
اِلٰہِیْ! میں تجھ سے تیری رحمت مانگتا ہوں، جس سے تو میرے دل کو ہدایت کرے، اور  
تَجْمَعُ بِهَا اَمْرِیْ وَ تَكَلِّمُ بِهَا شِعْرِیْ وَ تَصْلِحُ بِهَا غَاثِیْ

جس سے تو میرے سب کام سمیٹ دے، اور جس سے تو میری پریشانی کو چھ کر دے اور جس سے تو میری پریشیدہ چیز کو  
وَ تَرْفَعُ بِهَا شَاہِدِیْ وَ تَزِیْرُکِیْ بِهَا عَمَلِیْ وَ تُلْهِمْنِیْ بِهَا  
اور جس سے تو میری حاضر چیز کو بلند کر دے، اور جس سے تو میرے عمل کو پاک کر دے۔ اور جس سے تو میری غلطی



رُشْدِي وَتَرُدُّ بِهَا الْفِتَى وَتَعْصِمُنِي بِهَا مِنْ كُلِّ سُوءٍ

دل میں ڈال دے۔ اور جس سے تو میری اُفت کو واپس پھیرے۔ اور جس سے تو مجھے ہر بُرائی سے بچائے  
اللَّهُمَّ اَعْطِنِي اِيْمَانًا وَ اِيْقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ - وَ رَحْمَةً

الہی! مجھے ایمان دے اور یقین عطا فرما، جس کے بعد کفر نہ ہو، اور ایسی رحمت  
اَنَالَ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - اللَّهُمَّ

بخش جس سے میں دنیا و آخرت میں تیری بخشش کی عزت حاصل کروں۔ الہی!  
اِنِّي اَسْأَلُكَ الْفَوْزَ فِي الْقَضَاءِ وَ نَزْلَ الشُّهَدَاءِ - وَ

میں تجھ سے فیصلہ و تقدیر میں کامیابی، اور شہیدوں کی بہمانی، اور  
عَيْشَ السُّعْدَاءِ - وَ النَّصْرَ عَلَى الْاَعْدَاءِ - اللَّهُمَّ اِنِّي

نیک نختوں کی زندگی، اور دشمنوں پر فتح مانگتا ہوں۔ الہی میں اپنی  
اَنْزِلْ بِكَ حَاجَتِي وَ اِنْ قَصُرَ رَايِي وَ ضَعُفَ عَمَلِي

حاجت تیرے آگے پیش کرتا ہوں اور اگرچہ میری سمجھ کوتاہ اور میرا عمل کمزور ہے،  
اِفْتَقَرْتُ اِلَى رَحْمَتِكَ فَاسْأَلُكَ يَا قَاضِيَ الْاُمُورِ وَ يَا

میں تیری رحمت کا محتاج ہوں، سو تجھ سے مانگتا ہوں اے کاموں کے پورا کرنے والے،  
شَافِيَ الصُّدُورِ كَمَا تَجِيْرُ بَيْنَ الْجُودِ اَنْ تَجِيْرَنِي مِنْ

سینوں کو شفا دینے والے جیسے تو سمندوں میں بچاتا ہے کہ تو مجھے بھی دوزخ کے  
عَذَابِ السَّعِيْرِ - وَ مِنْ دَعْوَةِ الشُّبُورِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْقُبُورِ

عذاب سے، اور ہلاکت کی پکار سے اور قبروں کے فتنہ سے بچا  
اللَّهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَايِي - وَ لَمْ تَبْلُغْهُ نِيَّتِي - وَ لَمْ تَبْلُغْهُ

الہی! جو بھلائی کہ اس سے میری عقل کوتاہ ہے اور اس تک میری نیت نہیں پہنچی اور نہ میرا

مَسْئَلَتِي مِنْ خَيْرٍ وَعَدَّتْهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ خَيْرٍ

سوال دہاں تک پہنچتا ہے، خواہ اس بھلائی کا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی سے وعدہ کیا ہے یا

أَنْتَ مُعْطِيهِ أَحَدًا مِنْ عِبَادِكَ فَإِنِّي أَرْغَبُ إِلَيْكَ فِيهِ

اس بھلائی کو تو اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو دینے والا ہے۔ تو بے شک اس میں میری رغبت ہے

وَأَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ ذَا الْجَبَلِ الشَّدِيدِ

اور تیری رحمت کے وسیلے سے میں تجھ سے مانگتا ہوں اے رب العالمین اے میرے اللہ! مضبوط رسی والے

وَالْأَمْرِ الرَّشِيدِ أَسْأَلُكَ الْآمِنَ يَوْمَ الْوَعْدِ وَالْجَنَّةَ يَوْمَ

اور محکم کام والے، میں تجھ سے عذاب کے وعدے دن کے امن مانگتا ہوں اور ہمیشہ رہنے والے دن

الْخُلُودِ مَعَ الْمُقَرَّبِينَ الشُّهُودِ الرُّكْعِ السُّجُودِ الْمُؤْتَفِينَ

میں بہشت مانگتا ہوں تُوڑ والوں کے ساتھ جو گواہی دینے والے ہیں رُکوع و سجدہ کرنے والے ہیں اور

بِالْعَهْدِ إِنَّكَ رَحِيمٌ دُودٌ وَإِنَّكَ تَفْعَلُ مَا تُرِيدُ اللَّهُمَّ

کو پورا کرنے والے ہیں بے شک تُوڑی رحمت و محبت والا اور تو ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے الہی

اجْعَلْنَا هَادِينَ مُهْتَدِينَ غَيْرَ ضَالِّينَ وَلَا مُضِلِّينَ سَلِّمْ

ہم کو ہدایت دینے والے اور ہدایت پانے والے بنا، نہ ہم گمراہ ہونے والے ہوں نہ گمراہ کرنے والے، تیرے

لِلْأَوْلِيَاءِ وَعَدُّ وَالْأَعْدَاءِ نَحْبٌ بِحَبِّكَ مَنْ أَحْبَبَكَ

دوستوں سے صلح کرنے والے ہوں اور تیرے دشمنوں کے دشمن تیری محبت کے سبب اس محبت رکھیں

وَلِنَعَادِي بَعْدَ أَوْتِكَ مَنْ خَالَفَكَ اللَّهُمَّ هَذَا الدُّعَاءُ

اور تیری عداوت کے باعث اس عداوت رکھیں جو تیرا مخالف ہو، اے الہی یہ ہے دعا، اور تیرا ہی کا

عَلَيْكَ الْإِجَابَةُ وَهَذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التَّكْلَانِ اللَّهُمَّ

ہے قبول کرنا۔ اور یہ ہے کہ شمش اور تجھ پر ہی بھروسہ ہے۔ اے الہی

اجْعَلْ لِي نُوْرًا فِي قَلْبِي وَ نُوْرًا فِي قَبْرِي وَ نُوْرًا مِنْ بَيْنِ يَدَيْ

میرے دل میں میرے ہی لئے نور پیدا کر دے اور نور میری قبر میں اور نور میرے آگے

يَدَايَ وَ نُوْرًا مِنْ خَلْفِي وَ نُوْرًا عَنْ يَمِيْنِي وَ نُوْرًا عَنْ

اور نور میرے پیچھے اور نور میری دائیں طرف اور نور میری بائیں

شِمَالِي وَ نُوْرًا مِنْ فَوْقِي وَ نُوْرًا مِنْ تَحْتِي وَ نُوْرًا

طرف ، اور نور میرے اوپر ، اور نور میرے نیچے اور نور

فِي سَمْعِي وَ نُوْرًا فِي بَصْرِي وَ نُوْرًا فِي شَعْرِي

میرے کان میں اور نور میری آنکھ میں اور نور میرے بالوں میں

وَ نُوْرًا فِي بَشْرِي وَ نُوْرًا فِي لَحْيِي وَ نُوْرًا فِي ذِي

اور نور میری کھانہ میں اور نور میرے گوشت میں اور نور میرے خون میں

وَنُوْرًا فِي عِظَامِي اَللّٰهُمَّ اعْظِمْ لِي نُوْرًا وَ اجْعَلْ لِي

اور نور میری ہڈیوں میں۔ اے الہی! میرے لئے نور بہت بڑا کر دے اور مجھے نور

نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِي تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَ قَالَ بِهٖ سُبْحَانَ

غایت فرما۔ پاک ہے وہ ذات جس نے عزت کی چادر اٹھائی اور اس کے ساتھ حکم کیا۔ پاک

الَّذِي لَيْسَ الْمَجْدُ وَ تَكْرَمُ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِي لَا يَلْبَسُ

ہے وہ ذات جس نے بزرگی کا لباس پہنا اور اس کے ساتھ بخشش کی، پاک ہے وہ ذات کی بزرگی

التَّسْبِيْحِ اِلَّا لَهٗ سُبْحَانَ ذِي الْفَضْلِ وَ النِّعَمِ سُبْحَانَ ذِي

کے کسی ذات کو پالی سزاوار نہیں، پاک ہے وہ ذات جو فضل اور نعمتوں والی ہے۔ پاک ہے وہ جو

الْمَجْدِ وَ الْكِرَامِ سُبْحَانَ ذِي الْجَلْلِ وَ الْاِكْرَامِ

بزرگی اور بخشش والا ہے، پاک ہے وہ جو صاحبِ جلال و عظمت ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نور محمدی کا مطلب کیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور۔ یہ ترکیب اضافی خود بخود بتا رہی ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں آپ کا نور انصاف شرط ہے۔ میرا نور اور میں نور ان دونوں لفظوں میں کتنا فرق ہے، حدیث میں "میرا نور" تو موجود ہے لیکن میں نور ہوں کہیں نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ میرا نور مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صفت یا حالت یا قوت ہے جسے آپ کا نور کہا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ راز کھول ہی دیا۔ مشکوٰۃ باب القدر کی حدیث اول ما خلق اللہ القلم کی شرح میں فرماتے ہیں: "وَمِنْهُ قَوْلُهُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي وَ فِي سَادَايَةِ ذَوْحِي وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ فَاِنَّ الْاَسْرَاحَةَ نُورًا رَانِيَةً اَي اَوَّلَ خَلْقِ اللّٰهِ مِنَ الْاَسْرَاحَةِ سَادِحِي"۔

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا، اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میری روح پیدا کی۔ اور دونوں باتوں کا مطلب ایک ہے کیونکہ روح سب نورانی ہیں (مطلب یہ کہ ہر روح نیکی کی طرف کشش کرتی ہے۔ بدی نفس کا اثر ہے) تو دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہوا کہ سب سے پہلے آپ کی روح انور پیدا ہوئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ جلد دوم کے پہلے صفحہ پر نور شریف کی بحث میں فرماتے ہیں :-

”بلکہ سے گویند کہ روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آں عالم مرتبی

ارواح انبیاء بود“

ترجمہ :- بلکہ کہتے ہیں کہ حضور پر نور کی روح اُس روحانی دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی تربیت فرماتی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک بھی روح پاک سے مراد نور ہے۔  
اجالا کرنا بھی اس کا ایک کام ہے اس لئے اسے نور کہنا بھی بجا ہے۔

حضرت ملاحی تارہی حنفی رح کے ارشاد اور شیخ عبدالحق محدث دیوبند رحمہ اللہ علیہ کی بات سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپ کی روح مبارک ہے، اور یہی روح مقدس نور منظر تمام جہان سے پیدل پیدل ہوئی گل دنیا میں جتنے انوار و برکات ہیں چونکہ اسی روح مبارک سے پھیلے ہیں اس لئے اس کو نور بھی کہا جاسکتا ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ یہ فقط نور ہے۔ کیونکہ نور تو اس کا ایک جلوہ اور فیض ہے۔ اور آپ تو نور پھیلانے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آپ کو سِرَاجًا مُنِيرًا کہا گیا۔ کیونکہ چراغ کا اپنا جسم زمینی اور خاکی ہوتا ہے۔ تیل اور بتی بھی خاکی چیزیں ہیں مگر روشنی کرنا اس کا کام ہے اور نور کے لفظ پر یہ لوگ اتنا زور کیوں دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو چاند کو بھی نور فرمایا ہے۔ **وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا**۔ حالانکہ چاند ایک مومن کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتا۔ بلکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن چاند اور سورج کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ کسی مقصد کے لئے ہو۔ بہر حال نور کا لفظ قرآن و حدیث میں نہ کہیں بشریت کے مخالف آیا ہے، نہ جسمانیت کا انکار کرتا ہے، اس میں بڑی وسعت ہے۔ ان لوگوں نے عربی نہ جاننے اور نہ سمجھنے کی وجہ سے اس لفظ پر زور دینا شروع کر دیا۔ حالانکہ بزرگان دین جس طرح آپ کی نورانیت

کے قائل ہیں اسی طرح آپ کی بشریت کے بھی قائل ہیں ملاحظہ ہو چراغِ سنت  
ص ۱۸۲ تا ۱۸۸ اور یہ دونو عقیدے بل کر ایک مسلمان کا عقیدہ بنتے ہیں۔

مسئلہ بشریت پر مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات کی یہ عبارت خاص طور پر  
قابل ذکر ہے زمزمی مکی تہامی کی شرح میں فرماتے ہیں:-

” یہ صفات ایسی ہیں جن کا اعتقاد آپ کے حق میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ  
ان کے سوا آپ کی پہچان نہیں ہو سکتی۔ پس اگر کوئی شخص کہے کہ آپ  
عربی نہ تھے، یا قریشی نہ تھے تو وہ شخص کافر ہے۔ اسی طرح جو شخص کہے

کہ آپ مکہ معظمہ میں یا مدینہ منورہ میں نہیں رہتے تھے، یا مدینہ منورہ میں

انتقال نہیں ہوا تو وہ بھی کافر ہے کیونکہ یہ آپ کی شخصیت کا انکار ہے

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ آپ نطفہ سے نہیں پیدا ہوئے بلکہ علیہ

علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کی طرح پیدا ہوئے تو وہ بھی کافر ہے،

(واضح رہے کہ یہاں قصور میں صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے یہی کلمات

وعظ میں فرمائے ہیں) اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ آپ بشر اور

آدمی نہ تھے تو علمائے صاف لکھا ہے کہ یہ سب باتیں کہنے والا کافر

ہے۔ آپ عربی ہیں، عدنانی، مضر ہیں کنانی ہیں۔ قریشی ہیں، ہاشمی

ہیں۔ آپ محمدؐ ہیں عبداللہ کے بیٹے ہیں، عبدالمطلب کے

پوتے ہیں ص ۲۲۲

واضح رہے کہ دلائل الخیرات کی یہ شرح اتنی معتبر ہے کہ حنفی فقہ کی معتبر کتاب

فتاویٰ شامی میں اس کے حوالے دئے ہوئے ہیں جیسا کہ آپ اس رسالہ میں

بھی پڑھیں گے۔

کفار آپ کو صرف بشر مانتے تھے اور بریلوی صرف نور مانتے ہیں، آدمی بات انہوں نے چھوڑ دی۔ آدمی انہوں نے چھوڑ دی، اور مسلمان تو دہی ہے جو بزرگانِ دین کے عقیدہ کے مطابق آپ کو نور بھی ماننے لگے، اور یاد رکھو کہ ادب اس بات میں ہے جو ادب دانے بزرگوں نے فرمائی ہے، ادب وہ نہیں ہے جو جاہلوں نے روٹی کی آڑ بنا رکھا ہے۔ کیا اچھا ہو، کہ یہ لوگ حضرت امام مجدد الف ثانی کی تعلیم قبول کر لیں۔ ہمارا اور ان کا جھگڑا ایک دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر مجدد رحمہ سے صاف انکار ہے تو گیارہویں واسطے پیر کو ثالث مان لیں، غنیۃ الطالبین جو زندہ تعلیم موجود ہے۔ اور بھائیو! اگر بزرگوں کو ماننے سے انکار ہے تو تبرک شریف آپ کو نصیب ہو، ہم تو یہ

عظیم اس اُفت سے باز آئے اٹھا لو پانداں اپنا

## نور محمدی کی پیدائش

شعر: و صلی اللہ علیٰ نور، کرو شد نور لائپدا  
زمین از حبت او سائن فلک در عشق او شیدا

سوال :- سب سے پہلے کیا تھا؟

جواب :- حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال یعنی بہت لمبی مدت پہلے ساری مخلوقات کی تقدیر (اندازہ) لکھ دیا جب کہ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ مشکوٰۃ باب الفقر (مسلم شریف)

یہ مضمون پارہ ۱۲ میں بھی موجود ہے۔

دوسری حدیث :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔ پھر اس کو فرمایا لکھ، اُس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا میری تقدیر لکھ، پس قلم نے لکھ دیا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ اب تک ہو گا معلوم ہوا، کہ عرش اور پانی قلم تقدیر سے پہلے ہیں۔

عرش سے مراد وہی عرش ہے جس کی جہاست اور برطانی کا ذکر حدیثوں میں آتا ہے۔ فلاسفہ جسے فلک الافلاک اور نواں آسمان کہتے ہیں، اور پانی سے مراد کوئی خاص پانی نہیں ہے، بلکہ یہی پانی جو ہمارے سامنے ہے۔ تفسیر روح المعانی نے پارہ ۱۲ کو رخ اول میں اسی بات کو ترجیح دی ہے اور یہ کہ پانی عرشِ عظیم سے پہلے ہے۔ قرآن و حدیث اس جہان کی تاریخ پیدائش میں پانی سے پہلے کسی مادہ کا پتہ نہیں دیتے۔ صونیہ کی تحقیق یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک جوہر پیدا کیا۔ پھر اس پر بیبت ڈالی تو پانی پانی ہو گیا۔ اولیت کا سند آگے چلتا ہے۔ محققین علماء کرام اور صونیہ کا مسلک یہ ہے کہ عناصر میں پانی سب سے پہلے پیدا ہوا، اور افلاک اور اجرامِ علوی میں سب سے پہلے عرشِ عظیم پیدا ہوا۔ اسی طرح تمام قلموں سے پہلے تقدیر کا قلم ہے، لیکن خبرات، یعنی ارواح و انوار اور ملائکہ وغیرہ تمام غیر مادی چیزوں میں سب سے پہلے نورِ حتمی پیدا ہوا۔ ان تمام چیزوں کو اپنے اپنے درجہ میں اولیت حاصل ہے۔ لیکن اول حقیقی یعنی سب سے پہلے حضور ﷺ کا نور یعنی روح مبارک ہے۔

قال ابن حجر اختلاف الروایات فی اول المخلوقات



رَحَا صِلْهَا..... أَنْ أَدَلَّهَا النُّورَ الَّذِي خُلِقَ مِنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ ثُمَّ الْمَاءُ ثُمَّ الْعَرْشُ يَنْسَبُ مِنْهُ آبٌ كَانُورٌ لِيَنْزِلَ رُوحٌ بَارِكٌ

پیدا ہوا، پھر پانی، پھر عرشِ عظیم مرتقاہ ص ۱۲۲ باب الایمان بالقدر

اب یہاں تین باتیں ہیں :-

۱۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کی طرف تشریف لائے گئے،  
آپ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد، بلکہ تمام نبیوں کے نبی ہیں۔  
۲۔ یہ کہ آپ کو سب سے پہلے نبوت عطا ہوئی۔

۳۔ یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ساری کائنات، زمین آسمان، سورج چاند، ملائکہ  
جنات، انسان، حیوان، درخت، پتھر، آگ، پانی، مٹی ہوا، ہر چیز کو آپ  
کے نور یعنی روحِ مبارک کے فیض سے پیدا کیا۔ ان تینوں باتوں پر مبرور  
مختصر سی بحث آئے گی۔

۱۔ یہ کہ آپ نبیوں کے نبی ہیں۔ یہ اصولِ محققین نے سورۃ آل عمران کی اس  
آیت سے سمجایا ہے وَرَآذُ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ  
كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ  
بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ - ترجمہ :- اور وہ وقت یاد دلائے جب کہ خداوند تعالیٰ نے  
تمام نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں جو تمہیں دنیا میں کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے  
پاس کوئی عظیم نشان رسول تشریف لائیں (اور ان کی پہچان یہ ہے کہ) جو کتاب  
تمہارے پاس ہے اس کو سچا کہیں تو ان پر ضرور ایمان لانا، اور ضرور ان کی مدد  
کرنا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا، کیا تم نے اس بات کا اقرار کر لیا، میرا عہد اپنے

ذمہ لے لیا۔ سب نبیوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا ہے۔ فرمایا۔ اس بات کی (دینا میں جا کر) شہادت دینا۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ شہادت دینے والا ہوں۔

(پارا ۳۳ رکوع ۱۰)

ایک طرف تمام انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے۔ دوسری طرف ایک عظیم رسول کا ذکر ہے جس کی آمد آمد کا چرچا اور غوغا ازل کے دن سے ہو رہا ہے رسول کے لفظ سے تعظیم و توقیر نکلتی ہے، اور ایمان و نصرت کے لفظ صاف موجود ہیں حقیقت یہ ہے کہ کوئی امتی اپنے رسول کے ساتھ یہ تینوں باتیں درست کر لے یعنی تعظیم کرنا ایمان ملانا۔ دین کی مدد کرنا۔ تو یہی تین باتیں ایک سچا مسلمان اور سچا امتی بننے کے لئے کافی ہیں۔ بلکہ انتہائی مطالبہ یہی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے خداوند تعالیٰ نے رسول عظیم کے بارے میں اس طرز کا وعدہ لیا، جو امتوں سے نبیوں کے متعلق اور رعایا سے خلفاء کے متعلق لیا جاتا ہے۔ اور یہی طرز کلام اس بات کا غماز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی مطلق، رسول حقیقی اور بنی الانبیاء ہیں۔ جہاں کہہ رسول پر غور کرنے سے یہ حقیقت زیادہ روشن نظر آئے گی۔

پہلی آسمانی کتابوں میں آپ کی تعریف اور ذکر خیر اس بات کی دلیل ہے کہ تمام انبیاء برزبان میں آپ پر ایمان بھی لائے، تعظیم و توقیر سے آپ کا ذکر کیا، اور امتوں کو آپ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے رہے۔ لیکن آیا موقع ہر تین بار ہوا کہ اللہ کے مہارے نبی ایک جگہ جمع ہوں، اور دیاں ہمارے تین و سرور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری ظاہر ہو۔ سب سے پہلے یہ عظیم شان

اجتماع معراج کی رات بیت المقدس میں ہوا۔ جہاں تمام انبیاء نے آپ کو امام بنایا۔ دوسرا موقع میدان قیامت ہے، جہاں سارے انبیاء علیہم السلام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ تیسرا موقع شفاعت کا وقت ہے۔ یہاں سب کے خطیب اور پیشوا آپ ہوں گے۔ دنیا بھر کی تاریخ میں یہ اجتماع فقط تین بار ہوا، اور ہر موقع پر آپ کی امامت سرداری اور پیشوائی ظاہر ہے۔ اس لئے امام الانبیاء یا نبیوں کے سردار، نبیوں سے افضل، نبیوں کے خاتم ہونے میں تو شک نہیں ہو سکتا، البتہ نبی الانبیاء کے لفظ میں بعض علماء کو اختلاف ہے۔ گو حضرات علماء دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ آپ نبی الانبیاء ہیں۔ تحذیر الناس اور آب حیات وغیرہ رسائل قابل دید ہیں۔ حافظ تاج الدین سبکی، ابونعیم ہسپہانی شیخ محی الدین ابن عربی۔ امام رازی، ابن حجر مکی، زرکانی وغیرہ کا مسلک یہی ہے، ۲۔ سب سے پہلے پیغمبر آپ کو ملی۔

اس مسئلہ کے ثبوت میں روایتی دلائل بہت ہیں، اور علماء کا اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا اُس وقت ملی جب کہ آدم علیہ السلام میں ابھی روح نہیں بھڑکی گئی تھی اس قسم کا مضمون کئی کتابوں میں موجود ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں اللہ کے ماں خاتم النبیین مقرر ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی گارے کی شکل میں تھے۔ واضح ہو کہ یہ روایات تقریباً مسلم ہیں، حتیٰ کہ امام ابن تیم کے شاگرد حافظ ابن رجب حنبلی نے لطف العارف میں ان روایات کو عقیدت و محبت کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ حضرت مولانا

اشرف علی تھا نوی اپنی کتاب نشر الطیب کی فصل دوم میں لکھتے ہیں۔ حضرت عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب آدم علیہ السلام سے خطا ہو گئی تو انہوں نے خداوند تعالیٰ کی جناب میں دعا کی، اے پروردگار! میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعا مانگتا ہوں کہ مجھے مٹا دے! خداوند تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح پہچانا۔ عرض کیا، خداوند! جب تو نے مجھ کو پیدا کیا، اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے سر اٹھاتے ہی عرش کے پاؤں پر لکھا دیکھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ میں نے سمجھ لیا یہی نام خداوند تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا تم ٹھیک سمجھے، اور تمہارا واسطہ منظور ہے۔ اگر محمد رسول اللہ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا اس روایت کو حافظ ابن تیمیہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن ان ہی جماعت کے بزرگ حافظ ابن رجب لطائف میں اسے تسلیم کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور قاضی عیاض بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ نبوت کا منصب آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے بلا ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور دلائل النبوت ابو نعیم میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے۔ كُنْتُ أَدْرَأَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ ترجمہ:- میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا، اور سب کے آخر دنیا میں بھیجا گیا امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے لَوْلَا كَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔ ترجمہ:- یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو پیدا نہ کرتا۔

اس کے علاوہ صحیح روایات میں یہ بھی ثابت ہے کہ ختم نبوت کا منصب بھی آپ کو تمام انبیاء کی پیدائش سے پہلے مل چکا تھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الفضائل میں یہ حدیث موجود ہے۔

”میں اللہ کے ملاں خاتم النبیین کھا ہوا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کیچڑ اور گارے کی شورت میں تھے۔“

مواہب لدنیہ میں یہ حدیث صحیح مسلم کے حوالے سے بھی لکھی گئی ہے۔ مگر مسلم کے موجودہ نسخوں میں نہیں ہے۔ شاید نسخے مختلف ہیں۔ بہر حال دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہری شرح مشکوٰۃ فارسی میں ایک سوال پیدا کرتے ہیں کہ پہلے بنی بننے سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ سمجھا جائے کہ آپ اللہ کے علی میں بنی بن چکے ہوتے تو یہ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے علم میں تو تمام انبیاء علیہم السلام کو پیغمبری مل چکی تھی۔ اور اگر پیغمبری مننے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے پیغمبری کا کام شروع کر دیا تھا تو یہ بات دُنیا میں آنے سے پہلے کیسے ہو سکتی ہے؟ جواب میں فرماتے ہیں کہ آپ کی جسمانی پیدائش سے پہلے پہلے آپ کی پیغمبری کا، فرشتوں اور تمام رُوحوں میں اعلان کیا گیا تھا چنانچہ عرش پر، اور تمام آسمانوں پر، جنت کے محلات پر۔ جنت کی حوروں کے بید پر۔ جنت کے درختوں کے پتوں پر۔ طوبی کے پتوں پر فرشتوں کی چٹائی پر آپ کا نام مبارک مُحَمَّدٌ لکھ دیا گیا ص ۲۹۹ صلی اللہ علیہ وسلم نور محمدی کی اولیت کے متعلق واضح ترین روایت وہ ہے جو جنگ تبوک سے

دایبھی کے موقع پر آپؐ کے چچا حضرت سیدنا عباسؓ کے اشعار کی صورت میں  
 محفل شریف میں بیان کی تھی۔ یہ مشہور و معروف قصیدہ ہے جس کو ابو بکر شافعی  
 نے غیلانیات میں، نیز طبرانی نے، نیز حاکم قطب عبد البر نے استیعاب میں بذیل ترجمہ  
 خرم بن اوس بن حارثہ، اور ابن اثیر نے اُسد الغابہ میں، حتیٰ کہ امام ابن قیم  
 نے زاد المعاد کی جلد ثالث ص ۱۸۱ میں، اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نشر الطیب  
 کی فصل اول میں بیان کیا ہے۔

شعر :- ۱۔ مِنْ قَبْلِهَا طَبَّتْ فِي الظَّلَالِ وَرِي  
 مُسْتَوْدِعٍ حَيْثُ يَخْصِفُ الوَرَقَ

ترجمہ :- آپؐ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے جنت کے درختوں کے سایہ میں  
 خوشحال تھے، اور اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام منع کئے ہوئے درخت  
 کو کھانے کی وجہ سے لباس جنت سے برہنہ ہو کر اپنے بدن کو درختوں کے پتے جوڑ  
 جوڑ کر ڈھانک رہے تھے۔ آپؐ حضرت آدمؑ کی پشت میں تھے۔

۲۔ ثُمَّ هَبَطْتُ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ  
 أَنْتَ وَلَا مَضْغَةٌ وَلَا عَاقٌ

پھر آپؐ وہاں سے اتر کر (آدم علیہ السلام کے ذریعہ سے) زمین پر تشریف لائے  
 مگر اُس وقت آپؐ نہ تو بشر تھے نہ گوشت کا لوتھڑا، نہ جھا ہوا خون، یعنی  
 ماں کے پیٹ میں بچہ پر جو حالتیں گزرتی ہیں، جن کے بعد آدمی اور بشر بنتا ہے  
 یہ حالتیں اس وقت آپؐ پر پیش نہیں آئی تھیں۔

۳۔ بَلْ نَطْفَةٌ تَرَكَبُ السَّفِينِ وَقَدْ

## الْجَمَّ نَسْرًا وَ أَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ آپ اس وقت اپنے باپوں کی پشت میں نطفہ کی صورت میں تھے۔ کہ وہ نطفہ کشتی نوح پر سوار ہوا جب کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کو ٹوفان کا پانی لگام دے رہا تھا۔ یعنی پانی منہ تک آ گیا تھا۔

## ۴۔ تَنْقُلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَاحِمٍ إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

کشتی نوح سے اتر کر وہ مادہ جس سے آپ کی پیدائش مبارک ہونے والی تھی، باپوں کی پشتوں سے پاکیزہ ماؤں کے پیٹ میں انتقال کرتا رہا۔ جب نسل انسانی کا ایک دور ختم ہوتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔

## ۵۔ وَرَأَيْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مَكْتَمًا فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

رفیقہ! آپ نے حضرت ابراہیمؑ کی پشت میں جلوہ افروز ہوئے۔ تو جب حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نرود کی آگ میں داخل ہوئے تھے، اس وقت آپ ان کی پشت میں چھپے ہوئے تھے، اس لئے آگ ان کو کیسے جلا سکتی تھی؟

## ۶۔ حَتَّىٰ اِخْتَوَىٰ بَيْنُكَ الْمُهَيْمِينَ بِحَنْدِفٍ عَلَيْهِ تَحْتَهَا النُّطْقُ

ہاں تک کہ آپ کا اشرف اور اعلیٰ خاندان جو خندف کی اولاد میں سے ہے، ایک بلند چوٹی پر جاگزیں ہوا، جس کے نیچے کئی درجات ہیں۔ خندف آپ کی دود سے دادی ہے، جس کی اولاد شریف ترین گھرانہ ہے۔

۱۔ وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقْتَ الْأَرْضَ  
وَصَاعَتْ بِنُورِكَ الْأَفْقُ

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین چمک گئی، اور آسمان کے کنارے آپ کے نور سے روشنی ہو گئی۔

۲۔ فَتَحَنَّنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ  
سُبُلَ الرِّشَادِ خَيْرِ قِيَامِ

سو ہم اُس روشنی اور نور میں ہدایت کی راہوں پر چل رہے ہیں۔

جنت کے سایوں میں رہنا۔ جنت سے نکلنے وقت حضرت آدمؑ کی پشت میں ہونا۔ کشتی نوح پر سوار ہونا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آگ میں داخل ہونا، یہ سب حالات ایسے ہیں جو آپؐ کی روح مبارک پر پیش آئے جو نورِ نوری ہے۔ یوں تو تمام انسان حضرت آدمؑ کی پشت سے نکلے ہیں۔ یہاں تعریف اس طرح بنتی ہے کہ آپؐ کے نور یعنی روح مبارک کو ان بزرگوں کی طرف خاص توجہ تھی جن کی پشت سے آپؐ نے پیدا ہونا تھا۔ ان اشعار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی آپؐ کی برکات دنیا پر پہنچتی رہیں، اور پیدائش کے بعد بھی آپؐ کی برکات کا قیامت تک امت کو پہنچنا ثابت ہے۔

۳۔ ساری دنیا آپ کے نور کے فیض سے پیدا ہوئی

مصنف عبدالرزاق میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا

میرے ماں باپ قربان! مجھے بتائیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سے



پیدا کی؟ آپ نے فرمایا، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ حدیث کے اصلی لفظ یہ ہیں یا جَابِرُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورًا نَبِيَّكَ مِنْ نُورِهِ۔ پھر وہ نور قدرتِ الہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ ہیبت تھا، نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان نہ زمین، نہ سورج نہ چاند نہ جن تھا نہ انسان پھر جب خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے، ایک حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح محفوظ، تیسرے سے عرش، آگے حدیث بھی ہے۔ اس روایت کو کمزور ہونے کے باوجود بہت سے علماء نے تسلیم کیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ ذہبی نے مواہب کی شرح میں اس پر کوئی جرح نہ کی ہے۔ انٹرنیشنل کا مسلک بھی یہی ہے کہ آسمان زمین کی پیدائش سے کئی ہزار سال پہلے آپ کا نور پیدا ہو چکا تھا۔

علامہ قاضی عیاض بد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ :-  
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آسمان زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ کی جناب میں ایک نور تھی۔ جب یہ نور تسبیح پڑھتا تو فرشتے بھی تسبیح پڑھتے۔ شفاء شریف ص ۱۸  
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت جابر کی روایت کو یوں بیان کیا ہے  
 أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ رُوحَ مُحَمَّدٍ ثُمَّ خَلَقَ مِنْهُ الْعَرْشَ وَالْكَرْسِيَّ  
 وَالسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَمِيعَ الْمَوْجُودَاتِ (مدارج النبوت ص ۱۸)  
 ترجمہ:- سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پیدا

کی، پھر اس سے عرش، کرسی، آسمان زمین اور تمام مخلوق پیدا کی۔

ان تمام روایات سے ظاہر ہے کہ نور محمدی، اور روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز ہے۔ جہاں کہیں کتابوں میں آپ کے نور کا ذکر آتا ہے۔ اس سے مراد آپ کی روح مبارک منور مقدس ہے۔ لیکن داخل لوگ اس حدیث سے ایک بہت بڑا دھوکا اور مغالطہ دیتے ہیں کہ حضور ص کا نور اللہ کے نور ذاتی یا صفائی سے پیدا ہوا۔ پھر اس پر یہ عمارت کھڑی کرتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وجود کا ایک ٹکڑا تھے، بلکہ خود خدا تھے جو عرش سے اتر کر فرش پر آیا اور ۶۳ سال کی عمر پاکر مدینہ منورہ میں دفن ہو گیا۔ یہیں سے حاضر ناظر، اور عالم الغیب کی حجرات کو لیتے ہیں، اور یہی وہ منحوس، نامبارک جاہلی عقیدہ ہے جس سے تمام نعت خوانی کی رونق بازار ہے۔ کفر و شرک کا یہ زبردست پتھرا آج لاکھوں مسلمانوں کو کھا چکا ہے۔ جو محبت کے پردے میں دین اسلام کو چھوڑ کر دارالکفر میں جا بیسے۔

آپ پر ظہر چلے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نور نہیں ہے، بلکہ نور کا خالق ہے، نور اس کی ایک مخلوق ہے۔ یہ ایسی واضح اور صاف بات ہے جس میں آج تک اختلاف نہیں ہوا۔ امام نوری شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔ قَالَ الْقَاضِي عِيَّاضُ دَرَمِنَ الْمُسْتَحِيلِ أَنْ يَكُونَ ذَاتُ اللَّهِ تَعَالَى نُورًا إِذِ النُّورُ مِنْ جُمْلَةِ الْأَجْسَامِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ يَجِلُّ عَنْ ذَلِكَ هَذَا مَذْهَبُ جَمِيعِ أَيْمَةِ الْمُسْلِمِينَ۔ ترجمہ:- قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا نور ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ نور ایک جسمانی کیفیت ہے، اور اللہ تعالیٰ

اس بات سے بہت اُوپر ہے۔ مسلمانوں کے تمام کاموں اور بندگیوں کا مذہب

یہی ہے۔ نووی شرح صحیح مسلم ص ۹۹

آگے فرماتے ہیں اَللّٰهُ نُورٌ وَالسَّمٰوٰتُ يٰٰحَدِيثُ میں جہاں کہیں خداوند

کے لئے نور کا لفظ آیا ہے اُس کا مطلب ہے نور کا ملک اور نور کا پیدا کرنے

والا وغیرہ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج ص ۱۵۸

پر یہی معنی لکھا ہے۔

ناظرین! اب یہ بات صاف ہو گئی کہ خداوند تعالیٰ نور نہیں ہے، بلکہ

نور کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس لئے حضرت جابر کی روایت ”سنة جابرا

اللہ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے بنی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا“ کا

صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت عقی اللہ علیہ وسلم کا نور، یعنی

آپ کی روح مبارک جس نور سے بنی ہے وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز

ہے۔ عزت اور شرف کے لئے خداوند تعالیٰ نے اُس کو اپنا نور کہا ہے

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح بھونکی

کیا خدا کی روح حضرت آدمؑ میں گھس گھی کھی نہیں بلکہ ہی کہا جائے

گا کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی روح جس کو خداوند تعالیٰ نے عزت بڑھانے کے

لئے اپنی روح فرما دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کعبہ شریف کو بیت اللہ

کا گھر کہا جاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام والی اور شاہی کو

قرآن نے اللہ کی اونٹنی کہا ہے۔

ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا گیا وغیرہ وغیرہ۔ خبردار کوئی جاہل یہ خیال نہ کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے نور کا ایک ٹکڑا ہیں۔ اس میں کئی قسم کا کفر لازم آئے گا۔

۱۔ ایک کفر تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر خدا کے نور کا ایک ٹکڑا ہیں تو آپ بھی خدا ہوئے، اور جب خدا ہوئے تو رسول نہ ہوئے۔ حالانکہ آپ کو رسول ماننا فرض ہے۔ دیکھو یہ بات کتنی دور جا پہنچی، اور کتنا جھوٹ کھیلنا کہ کلمہ شریف کے برخلاف عقیدہ بن گیا۔ خدا دو بن گئے اور رسول ایک بھی نہ رہا۔ لا حول ولا قوة الا باللہ۔

۲۔ اہل سنت بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات ایک ہے۔ واحد اور احد ہے۔ اُس کے ٹکڑے ماننا توبہ توبہ لکنا بڑا کفر ہے۔ عقاید کی تمام کتابوں میں یہ بات صاف لکھی ہوئی ہے کہ ہر قسم کی ترکیب تبیض۔ تجزی۔ انفصال ذات الہی کے لئے محال ہے۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی میں اس عقیدہ پر جا بجا زور دیا گیا ہے۔ نوٹ کے لئے ملاحظہ ہو عقاید اہل سنت کے بیان میں فرماتے ہیں :-

”جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے، اور تمام چیزیں اس کے ایجاد کرنے سے موجود ہوئی ہیں، اور اس کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں“ مکتوبات دفتر دوم ص ۶۷

مطلب یہ کہ ساری مخلوق عدم سے وجود میں آئی ہے۔ کسی کا کچھ مادہ پہلے موجود نہ تھا۔ اگر آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی ذات سے پیدا ہونا مان لیا جائے

تو کہنا پڑے گا کہ آپ بھی ہمیشہ سے ہیں، اور آپ مخلوق نہیں ہیں۔ حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ **كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ** - اللہ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی (پھر دنیا پیدا ہوئی) فرماتے ہیں :-

و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بلند شان کے باوجود ممکن ہیں، اور ہرگز امکان سے باہر نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ امکان سے باہر نہیں تو خدائی پر پہنچ جائیں۔ خداوند تعالیٰ شریک سے پاک ہے۔ چھوڑ دو ان باتوں کو جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے متعلق کہی ہیں..... حضور فرماتے ہیں کہ مسیح سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور دوسری حدیثوں میں پیدائش کا وقت بھی بتایا گیا ہے کہ زمین آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے آپ کا نور پیدا ہوا۔ جو چیز پیدا ہوئی، پہلے نہیں تھی پھر پیدا ہوئی۔ اس کو ممکن اور حادث کہتے ہیں..... ممکن کو خداوند تعالیٰ سے کسی قسم کی شراکت اور نسبت یعنی تعلق نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق ہے۔

۱۲۱  
آپ کو خداوند تعالیٰ کا سایہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ مکتوبات شریف دئتر سوم تمام علماء اور صوفیہ کا مسلک یہی ہے۔ البتہ شیخ ابن العربی ساری مخلوق خدا کا سایہ کہتے ہیں، یہ دوسری بات ہے۔ رہی یہ بات کہ اُس نور یعنی روح مبارک کے چار ٹکڑے ہو کر ساری مخلوق اُس سے کس طرح پیدا ہوئی۔ حالانکہ روح خود ایک لطیف چیز ہے۔ تو اس سے مادی چیزیں کس طرح پیدا ہوئیں۔ اس کے منسلک ذریعے؟

تاویل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس روح مبارک کے پر تو اور فیض سے کوئی مادہ

پیدا کیا جس کے چار ٹکڑے کئے ..... الخ

تور کا یہ بیان اس لئے لبا ہو گیا کہ جھوٹے داعیوں کے پردہ میں اندھیرا پھیلنا  
رہے ہیں۔ اب آپ سمجھ گئے کہ اللہ، رسول اور قرآن کو نور اس لئے کہا جاتا  
ہے کہ ان کے وجود سے ہدایت پھیلتی ہے۔

اب درود شریف کا بیان سنئے۔

**وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ** - اور مُحَمَّدٌ سَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَامٍ

نماز والے درود شریف میں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں آل کا ذکر  
بھی موجود ہے۔ آلِ مُحَمَّدٍ کے معنی اکثر علماء کے نزدیک آپ کے وہ قریبی  
رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ بعض نے کہا کہ آل میں ساری امت داخل  
ہو جاتی ہے۔ امام مالک کا مذہب یہی ہے۔ قاضی عیاض چونکہ مالکی ہیں اس  
لئے شفاء میں ان کا مسلک بھی یہی ہے۔ ازہری اور فوری کا مسلک بھی یہی  
فرماتے ہیں۔

زیادہ واضح اور ظاہر بات یہ ہے کہ ساری امت آلِ رسول میں داخل

ہو جاتی ہے۔ ازہری وغیرہ محققین کو یہی بات پسند ہے۔ دوسرا

قول یہ ہے کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ

کی اولاد اور اہل بیت ہیں۔ شرح مسلم ص ۱۵۱

طبرانی میں روایت ہے، کہ کسی نے آپ سے پوچھا۔ آپ کی آل کون لوگ  
ہیں؟ فرمایا آلِ مُحَمَّدٍ ہر پرہیزگار شخص ہے۔ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے

ہیں۔ ۱۔ ہر مسلمان پر ہیزگار آپ کی آل ہے۔

۲۔ آپ کی اولاد اور اہل بیت میں سے جو پر ہیزگار ہو وہ آل ہے،

دوسرے آل نہیں ہیں۔ شرح شفاء ملاء علی قاری ۱۲۷

ہر حال آل رسول کے ساتھ پر ہیزگار کی شرط ضروری ہے۔ ورنہ ایک سخت اعتراض قائم ہوگا۔ اعتراض یہ ہے کہ آپ کی اولاد اور امت میں نیک و بد سب طرح کے لوگ موجود ہیں۔ اگر ماری اولاد یا ماری امت کو آل کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کروڑوں انسان جو دن رات درود شریف میں آل کے حق میں رحمت کی دعا کرتے ہیں کسی کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی اور معاذ اللہ سب کا درود شریف ضائع جاتا ہے۔ کیرتھ رحمت نازل ہو تو سب نیک بن جائیں تو ای شامی ص ۱۶۱ نیل الاوطار مع زوائد۔

درود شریف بھی کیا پاکیزہ کلام ہے، جس کے ذریعہ سے ہر مسلمان ماری امت کے حق میں نیکی اور برکت کی دعا کر لیتا ہے۔

کَمَا صَدَّقْتَ عَلَيَّ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَيَّ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ

ترجمہ :- جیسا کہ رحمت کی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر، اور ان کی آل پر حضرت ابراہیم علیہ السلام | حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم

علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی دعوت پھیلانی۔ عراق سے مہرتک اور شام و فلسطین سے عرب کے گوشہ گوشہ میں کئی برس تک رگاکہ اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ پھر اللہ کے حکم سے مختلف علاقوں میں اپنے خلیفے مقرر کئے۔ شرق اورد میں اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو مقرر کیا۔ ملک شام اور فلسطین میں اپنے

بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو مقرر کیا۔ اندرون عرب میں اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو اسی کام پر لگایا۔ اور خانہ کعبہ کی تعمیر کی جو ہمیشہ کے لئے اسلام کا مرکز قرار پایا۔ آپ کا تاریخی دور ۲۱۶۵ تا ۱۹۸۵ قبل مسیح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جو عرب میں رہی۔ قریش مکہ اور بعض دوسرے قبائل اسی شاخ سے تھے۔ دوسری شاخ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہے جس میں حضرت یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یحییٰ علیہ السلام وغیرہ پیدا ہوئے۔ یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہودیت اور عیسائیت اسی شاخ کی یادگار ہیں۔

**بیت ابراہیم** | قرآن کا خطاب زیادہ تر تین قوموں سے ہے یہود و نصاریٰ اور مشرکین۔ تینوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اس لئے جا بجا دین اسلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ دین اسلام کے تمام بنیادی اصول ابراہیمی ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیز میں تقریباً چالیس احکام شمار کیے ہیں۔

۱۔ کفار سے جہاد کرنا ۲۔ بت توڑنا ۳۔ غیر اللہ کی منت نہ ماننا ۴۔ اللہ سے سوا کسی کے نام پر ذبح نہ کرنا ۵۔ رزق، رشتہ، موت کو صرف اللہ کے قبضہ میں سمجھنا ۶۔ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنا ۷۔ غیبی خبریں دینے والے کا بنوں کو چھوٹا سمجھنا ۸۔ کوئی گھڑی اور وقت منحوس نہیں ہے ۹۔ بدغالی



اور بد شکونی کوئی چیز نہیں ۱۰۔ ستاروں کی پرستش باطل ہے ۱۱۔ نجومیوں سے  
 خبریں نہ پوچھنا ۱۲۔ قربانی دینا ۱۳۔ خصالِ فطرت یعنی ضروری صفائی بال صاف  
 کرنا۔ ناخن صاف کرنا وغیرہ ۱۴۔ حج کے تمام کام ۱۵۔ کعبہ کو تہ ماننا ۱۶۔ بیعت  
 پر سبر کرنا۔ ۱۷۔ بین نہ کرنا ۱۸۔ تصویر سے پرہیز کرنا ۱۹۔ نکاح۔ لذاتِ باس  
 کو چھوڑ کر گشتِ نشین نہ بننا ۲۰۔ عبادت میں اتنی زیادتی نہ کرنا جس سے بندوں کے  
 حقوق ضائع ہوں ۲۱۔ کھا کر کھانا ۲۲۔ بلا ضرورت سوال سے بچنا ۲۳۔ باس صاف  
 ستھرا رکھنا ۲۴۔ کھیل تماشا سے بچنا ۲۵۔ ایک شخص کو دوسرے کے جسم میں سزا نہ  
 دینا۔ ۲۶۔ زنا حرام ہونا ۲۷۔ شرک گاہ کو چھپانا ۲۸۔ حق نہ کرنا۔ ۲۹۔ عقیدہ کفر  
 ۳۰۔ جہان نوازی کرنا ۳۱۔ لباس کے شرعی احکام ۳۲۔ عبادت کے وقت اچھی  
 بیعت و عورت کا خیال رکھنا ۳۳۔ حرمت والے زمینوں کا احترام کرنا۔ ۳۴۔ جن  
 عورتوں سے نکاح حرام ہے، ابراہیمی شریعت میں بھی اپنی سے حرام تھا۔ ۳۵۔ نکاح  
 میں گواہوں کا ہونا ۳۶۔ زکوٰۃ ۳۷۔ چاشت کی چار رکعت نماز ۳۸۔ تکبیر تحریر  
 کے وقت دو ہاتھ اٹھانا ۳۹۔ رکوعِ سجدہ سے پہلے ہے ۴۰۔ نماز میں اگستے  
 بلیٹھے تکبیر کہنا۔

ناظرین! آپ دیکھ لیا کہ دینِ اسلام کے انمول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
 دین سے کس قدر ملتے جلتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نماز والے درود شریف میں حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام کا نام خاص طور پر آیا ہے کیونکہ اس امت اور اس نبی کو حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام سے ترقیبی تعلق ہے۔

سوال۔ اے اللہ اپنی خاص رحمت کر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور

آپ کی آل پر جیسا کہ رحمت کی تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام آرزو ان کی آل پر۔  
 طرزِ کلام سے شبہ ہوتا ہے کہ جیسی رحمت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی ہے ایسی  
 ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مانگی گئی ہے۔ حالانکہ ہمارے حضور پر نور یہ  
 دستور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تمام انبیاء سے بلند ہے۔ اس لئے آپ پر رحمت  
 بھی سب سے زیادہ ہوگی۔ مثال ہمیشہ اُس چیز سے دی جاتی ہے جو اس صفت میں  
 کامل ہوتی ہے اس صورت میں حضرت ابراہیم پر ہمارے حضرت سے بہت زیادہ رحمت  
 اور درود کا شبہ پڑتا ہے۔

جواب :- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ پر بات ختم ہو جاتی ہے، اور حضرت  
 ابراہیم اور آل ابراہیم کی مثال آل محمد سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی آل محمد پر ایسی  
 رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جیسی ابراہیم اور ان کے خاندان پر ہوئیں۔  
 ۲۔ اس مثال میں کیفیت کا ذکر ہے مقدار اور تعداد کا ذکر نہیں ہے۔ مقدار تو آل  
 رحمت کی زیادہ ہے جو آپ پر ہوئی۔

۳۔ حافظ ابن حجر نے شیخ مجد سے نقل کیا ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
 کے معنی اہل کشف نے یہ بیان کئے ہیں۔ اے اللہ! آپ کے تابعداروں میں  
 ایسے کاہنِ خدائے اولیاء پیدا کر جو آپ کی شریعت کو جاری کر سکیں، جیسا کہ  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء پیدا ہوئے جنہوں نے آپ کا دین  
 قائم کیا۔ اور عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت میں محدث  
 پیدا ہوں جو غیب کی خبریں پاتے ہوں کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ  
 جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء پیدا ہوئے جو غیب کی خبر

رکھتے تھے (وجہ یہ ہے کہ اس امت میں انبیاء کی جگہ محدث پیدا ہوتے ہیں)۔  
 حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے فرمایا ہے کہ جب کسی چیز کی بہت سی  
 قسمیں ہوں تو خریدار اس کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ مثلاً چھوٹا سا ٹکڑا لاکھ میں  
 لے جاتا ہے، اور دکاندار سے کہتا ہے ایسا کپڑا دے دو، اس کا مطلب نمونہ  
 دکھانا ہے نہ کہ اتنا لمبا چوڑا کپڑا چاہتا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں صلوات  
 رحمت، برکت کے لفظ مختلف درجات اور معانی کے لئے آئے ہیں اس لئے  
 یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ دیتے ہوئے قرآن کریم کی اس آیت  
 کی طرف اشارہ کیا گیا ہے **سَاحَمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ**  
**اِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ** یہی وجہ ہے کہ درود شریف کے آخر میں **حَمِيدٌ مَّجِيدٌ** درود

لفظ آئے ہیں۔

**اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ** سب سے بڑے شکر تو اچھے کاموں کی تعریف کرنے والا ہے،  
 بہت بزرگی اور جلال کمال والا ہے۔

**حَمِيدٌ مَّجِيدٌ** ہے یعنی مفعول بھی آ سکتا ہے۔ لیکن درود شریف کے خاتمہ میں **حَمِيدٌ**  
 کا ترجمہ زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ درود شریف میں خداوند تعالیٰ سے آپ کے لئے  
 تعظیم و تکریم، سفت ثنا۔ ذکر کی بلندی اور آنے والی نسلوں میں برکات کی دعا  
 کی جاتی ہے۔

**اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ**  
**عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ**  
 ترجمہ: اے اللہ! برکت دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور ان کی آل کو،

جیسا کہ برکت دی تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو بے شک تو ہے تریف  
کیا ہوا، بزرگی والا۔

برکت کے معنی ہیں خیر اور بزرگی میں زیادتی۔ بعض نے تفسیر اور تزیین کے معنی  
لکھے ہیں۔ (ذوی)

خداوند تعالیٰ کی جناب سے آپ کو بے حساب برکتیں عطا ہوئی ہیں جن کا ایک نمونہ  
یہ ہے۔ پیغمبری۔ اللہ کی دوستی اور محبت۔ اللہ نے آپ کو چن لیا۔ معراج تریف  
دیارِ الہی۔ قرب الہی۔ وحی۔ شفاعتِ کبریٰ۔ مقامِ وسیلہ اور فضیلتِ کلی۔ بلند درجہ  
مقامِ محمود۔ براق۔ کالمے اور گورے کی طرف مبعوث ہونا۔ انبیاء کو نماز پڑھانا،  
ستہادت یعنی گواہی کا منصب۔ اولادِ آدم کی سرداری۔ اللہ کی تریف کا جھنڈا آپ  
کے ہاتھ میں دیا جانا۔ بشیر اور نذیر ہونا۔ امین ہونا۔ ہادی ہونا۔ ساری کاٹھات کے  
لئے رحمت ہونا۔ دعا کا قبول ہونا۔ کوثر عطا ہوا۔ سینہ مبارک کھل گیا۔ فرشتوں  
کے ذریعہ سے آپ کی تائید ہوئی۔ آپ کا نام مبارک بلند ہوا۔ اللہ کی مدد آئی  
قرآن کریم اور سورۃ فاتحہ عطا ہوئی۔ امت کو دعوتِ الہی دینا۔ اللہ کا درود  
اور فرشتوں کا درود آپ پر نازل ہونا۔ پتھروں اور جانوروں نے آپ کے کلام  
کی اور آپ کی بات سنی۔ انگلیوں سے پانی جاری ہوا۔ ٹھوڑی چیز آپ کے معجزہ  
سے زیادہ ہوئی۔ چاند دو ٹکڑے ہوا۔ سورج ٹوٹا۔ غیب پر اطلاق ہوئی۔  
بادل نے سایہ کیا۔ ککروں نے تسبیح پڑھی۔ بیمار تندرست ہوئے۔ خداوند تعالیٰ  
نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔ **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ**  
خلاصہ کلام۔ مفسرین کہتے ہیں کہ درود اللہ کی طرف سے رحمت اور مغفرت ہے

فرشتوں کی طرف سے استغفار ہے، اور ایمان والوں کی طرف سے مدح اور ثنا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اللہ کا درود پڑھنا آپ کی تعظیم کو بڑھانا ہے۔ فرشتوں کا درود آپ کی بزرگی کا لوگوں پر ظاہر کرنا ہے۔ اُمت کا درود طلب شفاعت ہے مجاہد فرماتے ہیں۔ اللہ کا درود آپ پر نیکیوں کی توفیق اور گناہوں سے محفوظ کر دینا ہے۔ فرشتوں کا درود آپ کی امداد کرنا ہے۔ اُمت کا درود تاجہ داری اور اطاعت کا وعدہ کرنا ہے۔

## درود شریف کی غرض و نیت

درود شریف کے چند الفاظ جو بطور نمونہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ جس طرح کلمہ طیبہ۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ وغیرہ ذکر اذکار میں خداوند تعالیٰ کی صفت ثنا اور تعریف بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح درود شریف کے الفاظ میں خداوند تعالیٰ کی جناب سے دعا کی جاتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو۔ آپ کو نیکیوں کا ثواب بہت بہت ملے۔ قیامت کے دن آپ مقام محمود اور مقام سلیم میں کھڑے ہوں۔ میدانِ محشر میں سب سے زیادہ تریب الہی آپ کو نصیب ہو۔ گویا کہ درود شریف پڑھنے والا یہ سب چیزیں اللہ سے مانگتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ درود شریف میں جتنی چیزیں ہم آپ کے لئے مانگتے ہیں، یہ سب کی سب اور اس سے بہت بہت زیادہ نعمتیں آپ کو مل چکی ہیں۔

سوال۔ جب بل چکی ہیں تو پھر سے مانگنے اور درود پڑھنے کا کیا فائدہ؟

جواب:- درود شریف پڑھنے والے کو یہ خیال ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ میں آپ کو نفع پہنچا رہا ہوں۔ کیونکہ حضرت سرور کائنات کی شان کے لائق تو وہی درود ہے جو ہر وقت خداوند تعالیٰ کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔ بھلا ہم کیا چیز ہیں کہ ہماری زبان سے حضور کو نفع پہنچ سکے۔ بس ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری زبان سے نکلی ہوئی دعا اگر خداوند تعالیٰ قبول فرمائیں تو یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی اور اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔ اس کا لطف و کرم ہے۔

ابو عبد الرحمن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے شیخ عبد الواحد سے درود شریف کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:-

”میں نے شخص تم کبھی اپنے دل میں خیال بھی نہ کرنا کہ ایک لاکھ بار درود شریف پڑھنے سے میں نے حضور کا کچھ حق ادا کیا۔ کیونکہ اس طریقے سے تو نے اپنی جان کا حق ادا کیا۔ یعنی فائدہ کیا۔ کہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا بلند ہے کہ اگر تمام اُمت جمع ہو کر ادا کرنا چاہے تو کچھ بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی صلوات میں ہر وقت مستغرق ہیں۔ پس تو نے جو درود پڑھا تو شکر ادا کر کہ اس وسیلے سے اپنے لئے کچھ رحمت کھینچ لیا۔“

تفسیر جواب ص ۸۸

۲۲

حضرت مولانا سید انور شاہ دیوبندی شرح صحیح بخاری کے ص ۱۶۸ پر فرماتے ہیں:-  
**”الْوَسِيلَةُ - وِسِيلَةٌ كَيْفَ؟ طُوبَى لِمَنْ جَنَّتْ كَعَيْنٍ**  
 درمیان میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں تمام جنات پر پھیلی ہوئی

ہیں اور یہی وسیلہ ہے۔ اور یہ وسیلہ آپ کے ساتھ اُمت کے تعلقاً  
کی ایک مثال ہے۔ پس اذان کے بعد آپ کے لئے وسیلہ کی دُعا مانگنا  
آپ کا اس میں کچھ نفع نہیں ہے، بلکہ اس میں ہماری بہتری ہے کہ اس  
ذریعہ سے ہم کو شفاعت ملے گی۔

اور بعض نے جو کہا ہے کہ وسیلہ کی دُعا آپ کے حق میں۔ دُنیاوی زندگی  
میں جب آپ زندہ تھے اسی وقت منظور ہو چکی ہے یہ بھی ٹھیک نہیں ہے  
کیونکہ مقامِ وسیلہ آپ کو قطعاً مل چکا ہے۔ اس میں کسی کی دُعا کی ضرورت  
ہی نہیں۔ ہم تو شفاعت چاہنے کے لئے دُعا کرتے ہیں جیسا کہ حدیث  
کے لفظوں سے ظاہر ہے حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ - مقامِ محمد و میدا  
قیامت میں ہے اور وسیلہ جنت کے اندر ہے۔ انتہی

اس کے حاشیے پر فتح الباری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ ابن العربی فرماتے ہیں  
”درود شریف کا فائدہ درود پڑھنے والے کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ درود  
کے ذریعہ سے پکی عقیدت، خالص نیت، اظہارِ نجت اور اس باعث  
واسطہ کے احترام کا پتہ چلتا ہے“

فتاویٰ شامی کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ فرماتے ہیں۔

”ابن حجر نے فتاویٰ فقہیہ میں لکھا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کے خیال میں  
تلاوتِ قرآن کا ثواب آنحضرت سلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نہیں کیا جا  
سکتا اور دلیل یہ بیان کی کہ حضور کے دربارِ عالی میں صرف وہی  
چیز پیش کی جاسکتی ہے جس کی آپ نے اجازت فرمائی ہے، اور

وہ صرف دو چیزیں ہیں درود شریف اور وسیلہ کی دعا۔ لیکن امام تاج اللہ  
سبکی وغیرہ نے اس کی سخت تردید کی ہے۔

کیونکہ ایسی چیزوں کا ثواب پہنچانے کی عام اجازت جو موجود ہے تو خصوصاً  
اجازت کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے  
آپؐ کی وفات شریف کے بعد آپؐ کی طرف سے کئی دفعہ عمرہ کیا۔  
ابن موفق نے جو حضرت جنیدؒ کے ہم عصر ہیں سترج کا ثواب آپؐ  
کو ہدیہ کیا۔ ابن سراج نے دس ہزار سے زیادہ ختم قرآن کا ثواب حضورؐ  
کی جناب میں پیش کیا اور اتنی ہی قربانیاں آپؐ کی طرف سے کیں،  
میں کہتا ہوں کہ حنبلیوں میں سے ابن عقیل رحمہم بھی تلاوت قرآن کا  
ثواب آپؐ کو پیش کرنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ اور ہمارے حنفی  
علماء کا جو عام فتویٰ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو دے  
سکتا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ بلکہ آپؐ  
ہماری نیکیوں کے ثواب کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ کیونکہ آپؐ  
نے ہمیں گمراہی سے بچایا۔ پس یہ ایک طرح سے آپؐ کا شکر یہ ادا  
کیا جاتا ہے اور کامل زیادہ کمال کے قابل ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ حضورؐ کو ثواب پہنچانا ہی کیا؟  
جب کہ ہماری تمام نیکیاں آپؐ ہی کی نیکیاں ہیں۔ جو مسلمان جو نیکی  
بھی کرتا ہے۔ اُس کا ثواب آپؐ کو بھی ملتا ہے۔ آپؐ کے نامہ اعمال  
میں بھی درج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر نیکی کا سرچشمہ آپؐ کی ذات ہے۔



پس جیسا پہنچ ہی جاتا ہے تو پہنچانے کا کیا مطلب؟  
جواب یہ ہے کہ وہ کام تو خداوند تعالیٰ نے اپنی طرف سے کیا۔ مگر ہمیں بھی  
اپنی طرف سے پہنچانا چاہئے۔ جیسا کہ صلوٰۃ یعنی درود خداوند تعالیٰ کا کام  
ہے۔ پھر ہمیں بھی حکم دیا کہ تم بھی درود پڑھا کرو.....

نیز انتہائی شرف و کمال کے باوجود آپ کے لئے زیادتی کی دعا جائز  
ہے۔ جیسا کہ کمال ابن ہمام نے یہ دعا جائز رکھی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ  
اَبَدًا اَصْلُوَاتِكَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِجَدِّكَ وَ نَبِيِّكَ وَ  
رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَ اِلٰهِهِ وَ سَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا وَ زِدْهُ شَرَفًا  
وَ تَكْرِيْمًا وَ اَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ۔ شامی ص ۸۴۵ ترجمہ

فتاویٰ شامی کی یہ عبارت بھی دیکھ لی جائے۔

درود شریف خداوند تعالیٰ کی عبادت ہے، کیونکہ درود پڑھنے والا قرآن کریم  
میں جو درود شریف پڑھنے کا حکم آیا ہے اس کی تکمیل کرتا ہے اس بنا پر  
کہ علماء کی ایک جماعت جن میں ابو العباس مبرد اور ابو بکر ابن العربی بھی  
شامل ہیں۔ کے نزدیک پسندیدہ بات یہی ہے کہ درود شریف کا فائدہ نقطہ  
درود پڑھنے والے کو پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا  
سنوسی نے شرح وسطیٰ میں یہی کہا ہے کہ درود کا مقصد عام دعاؤں کی  
طرح حضور کو نائدہ پہنچانا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی عبادت مقصود ہے،  
لیکن تشریحی اور تشریحی فرماتے ہیں کہ درود شریف کا نائدہ دونوں کو پہنچتا

ہے۔ بہر صورت یہ اللہ کی عبادت ہے جس سے اللہ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے

فتاویٰ شامی ص ۸۲

مخلصی یہ ہے کہ ہر قسم کے نیک اعمال کا ثواب حضور کی جناب میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ثواب پہنچانے والے کی نیت یہ ہو کہ آپ کو ثواب پہنچانے میں سزا سزا ہمارا ہی فائدہ ہے اور آپ کو بزرگی اور عزت کے اس درجہ پر نہیں جس سے زیادہ بلندی ہمارے تصور سے باہر ہے۔ اس کے باوجود آپ کے کمال پر زیادتی اور شرف کی دعا جائز ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے خزانوں میں کیا کمی ہے۔

## چھٹی فصل درود شریف قبول ہونے کے بیان میں

اس کے متعلق فتاویٰ کا یہ مضمون پڑھ لیجئے :-

سوال :- کیا درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے ؟

جواب :- اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں

کہ درود شریف میں اگر کچھ کمی رہ جائے تو منظور نہیں ہوتا۔ قبول کا

مطلب یہ ہے کہ کسی کام سے جو غرض ہے وہ پوری ہو مثلاً عبادت پر

ثواب ملنا۔ واضح رہے کہ کسی عبادت کی قبولیت صرف ظاہری شرطوں

پر موقوف نہیں ہے۔ مثلاً نماز کی قبولیت کے لئے صرف بدن پاک، لباس

پاک۔ جگہ پاک، قبلہ رو ہونا کافی نہیں ہے۔ اسی طرح نماز کے الفاظ

اردکان یعنی قیام رکوع سجود قعدہ وغیرہ بھی قبول کے لئے کافی نہیں ہیں،

بلکہ قبولیت بہت ہی مشکل اور نایاب چیز ہے اور وہ صرف تعویٰ اور

پر ہیزگاری سے متنبی ہے خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں **إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ**  
**الْمُتَّقِينَ** پ ۱ رکوع ۹۔ (یاد رہے کہ تقویٰ سے مراد اس جگہ شرک  
 سے بچنا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آیت قابیل قابیل کے قصہ میں آئی ہے،  
 قابیل نافرمان تھا۔ مشرک نہ تھا) معلوم ہوا کہ قبولیت سچی اور پاک  
 نیت پر موقوف ہے۔ پھر جو کام قبول ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے  
 اپنے فضل سے اس کے ثواب کا وعدہ فرمالیسا ہے۔ فرمانِ راجی  
**لَا أَضِيعُ عَمَلٌ عَامِلٌ مِّنْكُمْ** پ ۱ رکوع ۱۱ کا یہی مطلب ہے  
 کیونکہ کوئی نیک عمل اس وقت تک نیک عمل نہیں ہوتا جب تک ضروری  
 شرطیں اس میں نہ پائی جائیں۔ معلوم ہوا کہ بعض عمل جو قبول نہیں ہوتے  
 اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کی شرطیں ناپید ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز  
 میں خشوع یعنی عاجزی اور سکون، نہر اندام کا اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر  
 جانا ضروری شرط ہے۔ خشوع کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اسی  
 طرح روزہ میں ظاہری اخضا کا گنا ہوں۔ سے بچنا شرط ہے۔ ورنہ  
 روزہ قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح زکوٰۃ اور حج میں مال کا پاکیزہ ہونا شرط  
 ہے ورنہ زکوٰۃ اور حج قبول نہیں ہوتے۔ اور اخلاص یعنی خاص  
 اللہ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرنا۔ یہ تو ضروری شرط ہے جس  
 کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اب درود شریف نہ قبول ہونے  
 کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ کو کسی بد پرہیزی کی وجہ سے اس کا ثواب  
 نہیں ملتا۔ مثلاً کوئی شخص کوئی گناہ بھی کرتا ہے اور درود شریف

بھی پڑھتا ہے۔ یا غافلِ دل سے درود شریف پڑھے، یا دکھاوے اور سناوے کے لئے پڑھے تو قبول نہ ہوگا اور ثواب سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس کی مثال کلمہ طیبہ ہے جو درود شریف سے بھی افضل ہے لیکن جب تک سچے دل سے نہ پڑھا جائے اور یا کاری سے پاک نہ ہو قبول نہیں ہوتا۔ لیکن جب درود شریف میں ہر قسم کے قوی پرہیزگاری اور خلوص کے شرائط موجود ہوں تو ظاہراً قبول ہو جاتا ہے۔ اور تمام عبادتوں کے متعلق یہی اصول ہے کہ جب شرائط مکمل ہوں تو اللہ کے فضل سے توبہ کی امید رکھنی چاہئے۔ لیکن بہت سے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ درود شریف ہر حالت میں ہر صورت میں قبول ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شرح مجمع میں لکھا ہے کہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھ لینا دعا کو قبولیت سے بہت نزدیک کر دیتا ہے۔ کیونکہ درود شریف ہی ایک دعا ہے اور اس کے بعد بھی دعا ہے۔ چونکہ پہلی دعا قبول ہے اس لئے دوسری بھی قبول ہوگی۔ کیونکہ سخی کی نشان کے لائق نہیں کہ آدمی دعا قبول کرے اور آدمی زکرے اور فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ شیخ ابو اسحق ثابلی نے شرح الفیہ میں فرمایا ہے درود شریف تو یقیناً قبول ہو جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ کچھ حاجت بھی ملا دی جائے تو اللہ کے فضل سے وہ بھی قبول ہو جائیگی بعض نے کہا ہے کہ اگرچہ درود شریف کا قبول ہونا یقینی نہیں ہے لیکن غالب گمان اور اقدیگی ہے۔

دلائل الخیرات کی فصل اول میں ہے کہ شیخ ابوسنیان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص اللہ سے کچھ حاجت مانگنا چاہے کثرت سے درود شریف پڑھے۔ پھر اپنی حاجت مانگے۔ آخر میں پھر درود شریف پڑھے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ جب اول آخر درود شریف کو ضرور قبول فرمائے گا، تو درمیان کی حاجت کو چھوڑ دینا اور رت کرنا اس کی سخاوت سے بوجہ ہے نیز فارسی زعمہ اللہ علیہ نے شرح دلائل الخیرات میں شیخ ابوسنیان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ سب اعمال میں کچھ قبول ہوتے ہیں کچھ نامنظور لیکن درود شریف سب کا سب قبول ہے۔ اور نہیں ہوتا اسی طرح باہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تو اللہ سے کچھ مانگنا مانگے تو اپنی دعا میں درود شریف بھی پڑھ لیا کر۔ کیونکہ درود شریف تو مقبول ہے۔ پھر دعا کو جو اس کے ساتھ لگائی گئی ہے رد کرنا خداوند تعالیٰ کی سخاوت سے یہ ہے (قبولیت کے متعلق علماء کے درو صدک بیان کرنے کے بعد علامہ ابن عابدین مصنف فتاویٰ شامی فرماتے ہیں :-

میری سمجھ میں بات یوں ہے کہ درود شریف چونکہ دعا ہے اور دعا کا یہ حال ہے کہ کبھی قبول ہوتی ہے، کبھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دعا مانگنے والے کو یا تو وہی چیز دے دیتے ہیں، یا کسی حکمت اور بہتری کے لئے اس کی بجائے کچھ اور دیتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا

ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ تو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں  
 اور برکتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے بھی ہر وقت آپ کی تعریف  
 اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ ترقی درجات کی دعائیں مانگتے ہیں۔ پس  
 جو کام خداوند تعالیٰ خود کرتے ہیں اپنی رحمت سے ہم عاجز بندوں کو بھی  
 اس میں شریک کر لیا تاکہ ہم عاجزوں کو بھی یہ شرف اور بزرگی  
 حاصل ہو۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے درود کے بعد فرشتوں  
 کے اور ہمارے درود کی کیا حاجت رہ جاتی ہے؟ اس لئے درود شریف  
 پڑھنے والا جو دعا مانگتا ہے وہ قبول ہی قبول ہے۔ کیونکہ آپ پر ہر  
 وقت رحمت حق کا نزول ہے۔

علاوہ شامی فرماتے ہیں: درود شریف قبول ہونے کا مطلب تو صاف  
 ہو گیا۔ لیکن درود شریف پر ثواب ملنا اور پڑھنے والے کو اس کی  
 برکات کا حاصل ہونا اس میں تو وہ شرطیں ضروری ہیں جو ہم نے  
 بیان کی ہیں۔ یعنی پرہیزگاری ہر قسم کی اور اخلاص یعنی خالص اللہ  
 کی رضا کے لئے اللہ کی عبادت سمجھ کر پڑھنا۔ فتاویٰ شامی ص ۱۸۲  
 ناظرین! اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں:-

۱۔ عملوں کی قبولیت میں پرہیزگاری کی شرط بہت ضروری بات ہے جو بنا دینی  
 نیکیوں اور ظاہری رسم پرستوں کے لئے زبردست تہیہ ہے۔ حضرت سہیل  
 تستری جو کاہن اولیاء اللہ ہیں سے ہیں فرماتے تھے۔ بدن کی عبادات قبول  
 ہونے کی وہ ضروری شرطیں ہیں تقویٰ اور اخلاص۔ حضرت عطا فرماتے

ہیں۔ مُتَّقِی وہ لوگ ہیں جن کے کام اور کلام صلیب اللہ کے لئے ہوں  
تفسیر مواہب ص ۱۴

حضرت عامر بن عبد اللہ صحابی رضی اللہ عنہما کا وقت آیا تو زائر روتے  
لگے۔ لوگوں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اتنے نیک عمل  
کئے ہیں۔ فرمایا۔ کیا خبر خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں نیکیاں صرف ان لوگوں کی  
قبول ہوتی ہیں جو پیر ہیزگار ہوں اُدوح المعانی ص ۱۱۱  
مُتَّقِی کون ہیں؟ تشریح کے لئے پارہ دوم رکوع ۱ کی آیت لَیْسَ الْبِرُّ  
ساری پر غور کر لیا جائے۔

۴۔ دُرُود شریف تو ہر صورت قبول ہے۔ کیونکہ دُرُود شریف کے الفاظ میں  
ہم جو کچھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگتے ہیں وہ تو آپ کو  
ہر حال حاصل ہے اس لئے دُرُود شریف تو ہر صورت قبول ہے۔ لیکن ہم  
کو دُرُود شریف کا ثواب اور برکات اس وقت نصیب ہوں گی۔ جب ہم  
پیر ہیزگار بنیں۔ اللہ کے حکم بجا لائیں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی  
سُنَّتِ کا احترام کریں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سہ زینہار ازال قوم نہ باشی کہ فریبند  
حق را بسجود و بی را بہ درود

بھائی مسلمانو! یہ بات غور کے قابل ہے۔ اللہ رسول کو دین پیارا ہے۔ دین  
ایک دستور ہے۔ بادشاہی قانون ہے۔ ایک اصول ہے جس کی تابعداری کے ہوا  
خدا کی جناب میں قبولیت حاصل کرنا خیالی خام ہے۔ جو لوگ گناہوں کو نہیں

چھوڑتے وہ مصیبت کے وقت توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور کلمہ کلام بند  
بے فائدہ سرکھپاتے ہیں۔

۳۔ بندہ مؤلف نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ کی تصنیفات میں دیکھا ہے  
کہ درود شریف کے ساتھ دعا قبول ہونے کی فقہی دلیل یہ ہے کہ جب چند  
چیزوں کا سودا اکٹھا ہو تو خریدنے والے کو اقالہ یعنی بیع واپس کرنے کی  
صورت میں اختیار ہے چاہے تو سب کو واپس کرے یا سب کو رکھ  
لے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کچھ رکھ لے اور کچھ واپس کر دے۔ اسی اصول  
کے مطابق درود شریف کے ساتھ دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔

۴۔ تمام عبادتوں نماز روزہ حج زکوٰۃ صدقہ خیرات کے ساتھ کچھ شرطیں  
لگی ہوئی ہیں، ان شرطوں کے سوا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ تقویٰ اور احتیاط  
اسی سنگ ہیں۔ لیکن بعض علماء نے گناہوں کے کفارہ میں وارد  
ہونے والی حدیثوں کو مَا اجْتَنِبْتَ الْكِبَائِرَ سے مقید نہیں کیا۔  
خداوند تعالیٰ کو شانِ رحمت کا تقاضا تو یہی ہے۔ تفصیل کے لئے  
دیکھئے مطالع المسرات، ص ۱۹، ص ۲۰

## فصل ساتویں۔ درود شریف کا موقع اور مقام

شرح جنس۔ عمر بھر میں ایک دفعہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ سورۃ  
احزاب میں اس کا حکم آیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اٰیٰتِ اللّٰهِ الّٰتِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ الْكِتٰبَ فِیْہِ  
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اٰیٰتِ اللّٰهِ الّٰتِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ الْكِتٰبَ فِیْہِ  
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اٰیٰتِ اللّٰهِ الّٰتِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ الْكِتٰبَ فِیْہِ



حدیث میں آتا ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس وقت نہ اللہ کا ذکر کیا، نہ محمد پر درود پڑھا تو اس کو اللہ کی طرف سے بے برکتی اور بدنصیبی ہے۔ لیکن جب آپ کا نام مبارک زبان پر یا کانوں پر آجائے تو پڑھنے سننے والوں کو ہر بار درود شریف پڑھنا چاہئے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کی دو جماعتیں ہیں۔

واجب :- امام طحاوی اور ان کے ساتھیوں کا فتویٰ یہ ہے کہ ہر بار درود شریف پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔ کیونکہ حدیثوں میں سخت تاکید ہے۔ فرمایا۔ اُس شخص کی ناک خاک آلودہ ہوئی۔ رحمت سے دور ہوا۔ بدنصیب۔ کبھی سخت کبھی ہنس ہے، گنوار بے ادب بے وفا ہے۔ جس کے پاس میرا ذکر ہو تو اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ اتنی تاکید کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہر بار جب بھی نام مبارک آپ کا پڑھا جانا جائے ضرور درود شریف پڑھا جائے۔

امام کرخی اور فقہاء کی ایک جماعت، ایک مجلس میں پہلی بار جب آپ کا ذکر مبارک آئے تو درود شریف پڑھنا ضروری قرار دیتے ہیں پھر بار بار نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ اکثر علماء کا فتویٰ یہی ہے کہ پہلی بار جب ذکر خیر آپ کا آئے تو درود شریف واجب ہے پھر بار بار مستحب ہے۔ ہر قاعہ میں ملا علی قاری کا فتویٰ یہی ہے۔ فرماتے ہیں ... والمعتاد عندنا الوجوب والتداخُل۔ فتاویٰ شامی ص ۸۳ پر فتویٰ اسی بات پر دیا ہے۔ کیونکہ اس میں عوام کو آسانی ہے۔ لیکن امام طحاوی کا قول احتیاط پر مبنی ہے بحر الرائق ص ۳۲۸ پر اس کو زیادہ پسند کیا ہے۔ کیونکہ حدیثوں میں

ایسے موقع پر درود شریف نہ پڑھنے والے پر جو سختی اور جھڑک آئی ہے اس کا تقاضا یہی ہے لیکن امام کرخی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ یہ سختی اُس شخص پر ہے جو درود شریف کو معمولی چیز سمجھ کر بے پروائی سے چھوڑ دے۔ لیکن جو شخص سختی سے نہ پڑھے یا بھول جائے اُس پر سختی نہیں ہے۔

سنت۔ نمازِ جنازہ میں اور ہر نماز کے آخری آدھ میں درود شریف پڑھنا سنتِ مستحب۔ ہر فرصت کے وقت جب کوئی مانع نہ ہو درود شریف پڑھنا مستحب یعنی بہتر اور ثواب ہے۔ قادی شامی میں یہ چند مقام خصوصاً لکھے ہیں :-

- ۱۔ جمعہ کے دن ۲۔ جمعہ کی رات ۳۔ ہفتہ ۴۔ اتوار ۵۔ جمعرات کے دن کو بھی خصوصیت ہے ۶۔ صبح کا وقت ۷۔ شام کا وقت ۸۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ۹۔ مسجد سے نکلنے وقت ۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت (خداوند تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین) ۱۱۔ صفامروہ پر ۱۲۔ حج کے خطبہ اور ہر قسم کے خطبہ میں ۱۳۔ اذان کے الفاظ کا جواب دینے کے بعد ۱۴۔ تکبیر کے وقت ۱۵۔ ہر دعا کے شروع، درمیان اور اخیر میں ۱۶۔ دعائے قنوت کے بعد۔ (نوٹ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے جو دعائے قنوت کی روایت ہے اس کے آخر میں وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيَّ الْمَبِيِّ الْأَكْبَرِيِّ كَالْفَرْجِ مَوْجُود ہے ہر دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھا جاسکتا ہے) ۱۶۔ تلبیہ یعنی حج کے احرام میں لَبَّيْكَ کے بعد ۱۷۔ ملاقات اور جدائی کے وقت ۱۸۔ وضو کرتے وقت ۱۹۔ کان بولنے کے وقت ۲۰۔ کوئی چیز بھول جائے تو درود شریف پڑھنا چاہئے ۲۱۔ وعظ اور درس کے وقت ۲۲۔ حدیث پڑھنے کے وقت

اول آخر درود شریف پڑھے ۲۳۔ شریعت کا فتویٰ لکھنے کے وقت ۲۴۔ ہر مصنف  
 ہر طالب علم مطالعہ کے وقت ۲۵۔ منگنی کا پیغام لانے والا ۲۶۔ نکاح کرنے  
 والا اور کر کے دینے والا۔ ۲۷۔ عام خطوط لکھتے وقت ۲۸۔ کوئی بڑا کام  
 کرتے وقت ۲۹۔ جب کسی مجلس میں آپ کا ذکر مبارک بار بار آئے تو ہر بار  
 درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے فتاویٰ ثامی ص ۱۸۳  
 بعض علماء نے یہ تفصیل بیان کی ہے۔

۱۔ ہر نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے (مدارج) <sup>القبول</sup>  
 اس کی دلیل حضرت فضالہ بن عبید اللہ کی روایت ہے جس کو حضرت شیخ عبدالحق  
 نے یوں بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی آواز سنی  
 کہ وہ نماز کے اندر درود شریف پڑھے بغیر دُعا مانگ رہا ہے۔ پس آپ نے فرمایا  
 اس شخص نے جلدی کی۔ پھر اُسے بلا کر سب لوگوں کو فرمایا جب کوئی شخص  
 نماز پڑھے تو چاہئے کہ اللہ کی تعریف سے ابتدا کرے (یعنی التمجیلات) اس کے  
 بعد درود شریف پڑھے اس کے بعد اللہ سے دُعا کرے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث  
 مشکوٰۃ شریف میں درود کے بیان میں یوں ہے۔

فضالہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا۔ پس اس نے نماز پڑھی۔ پس کہا اے اللہ!  
 مجھے بخش اور بھروسہ پر رحم کر۔ پس آپ نے فرمایا اے نمازی تو نے دُعا مانگنے میں  
 جلدی کی ہے۔ جب تو نماز پڑھے پس بیٹھے پس اللہ کی تعریف بیان کر جس کے وہ  
 لائق ہے۔ اور پھر درود پڑھ۔ پھر دُعا مانگ۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے

نماز پڑھی پس اس نے اللہ کی تعریف بیان کی اور درود شریف پڑھا۔ پس آپ نے فرمایا  
اے نمازی اللہ سے دعا کر اب تیری دعا قبول ہوگی۔ دو دفعہ فرمایا۔

ناظرین! شکوہ کے یہ الفاظ ترمذی شریف کے ہیں اور یہاں یہ شبہ بھی ہو سکتا ہے  
کہ یہاں نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن حضرت فضالہ بن عبیدہ کی یہ  
روایت حدیث کی دوسری کتابوں میں ایسی صاف اور صریح ہے کہ کوئی شبہ پیدا ہی  
نہیں ہو سکتا۔ مثلاً نسائی شریف جلد اول ص ۱۸۹ میں یہ حدیث نماز کے بعد درود شریف  
پڑھنے کے ذکر میں آئی ہے اور وہاں صاف لفظ موجود ہے سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَّ يَدُ عَوْرَاتِي الصَّلَاةَ۔ (ترجمہ) آپ نے سنا  
کہ ایک شخص نماز کے بعد درود شریف پڑھے بغیر دعا مانگ رہا ہے (جیسا کہ ہم  
درود شریف کے بعد مَا جَعَلْتَنِي دَعَا پڑھتے ہیں)

ابوداؤد شریف مجتہالی ص ۲۱۵ باب الدعاء میں یہی روایت صاف بتا رہی ہے  
کہ یہاں نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیخ  
عبدالحق نے مارج النبوة میں یہی لکھا ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم درود  
شریف کے بیان میں اس حدیث کا یہی مطلب لیا ہے کہ یہ نماز کے بعد درود شریف  
پڑھنے کا بیان ہے ص ۱۴۵ ریاض الصالحین ص ۵۳ نیز ملاحظہ ہو شفا شریف ص ۲۴  
مصری۔ اور سب سے معتبر شہادت یہ ہے کہ حضرت تلامذہ علی قادری نے شرح شفا  
ص ۱۱۲ پر مسئلہ صاف کر دیا ہے۔ وہ شخص نماز کے آخر دعا مانگ رہا تھا اس نے  
دعا سے پہلے درود شریف نہ پڑھا۔ پھر آپ نے اس کو بلا کو عام ارشاد فرمایا  
جب کوئی شخص نماز پڑھے اور آخری قعدہ میں بیٹھے تو پہلے اللہ کی تعریف

بیان کرے یعنی التَّجَاةَ لِلَّهِ ..... ارنج پڑھے پھر درود شریف پڑھ کر دعائے  
مستدرک شریف جلد اول باب الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر بھی یہ وصیحت  
موجود ہے۔ مگر افسوس کہ مشکوٰۃ شریف کی روایت کا ترجمہ کرتے وقت مولوی  
محمد عمر صاحب نے اپنی کتاب نقیاس حقیقت ص ۲۱۶ طبع اول میں اس حدیث  
کو نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کی طرف گھسیٹا ہے اور ترجمہ میں کتنی غلطیاں  
کی ہیں مبرورہ دیکھتے :-

۱۔ ”پھر اس نے کہا۔“ بتائیے یہ پھر کہاں سے آگیا۔

۲۔ ”جب تو نماز پڑھے تو وہیں بیٹھا رہ۔“

جناب مولوی صاحب قَعَدْتِ تُو مَاضِي كَا صِيغَةُ هِيَ اَمْرُكَ مَعْنَى كِهَانَ سِيَّوَالِي كَانِي؛

۳۔ ”تو فضالہ نے فرمایا“

یہ تو کیا ہے اور کس لفظ کا ترجمہ یا مفہوم ہے؟

۴۔ ”کہ اس آدمی عبداللہ بن مسعود نے بعد ازاں نماز پڑھی“

عربی پڑھنے والے طالب علم غور فرمائیں۔ حدیث کے لفظ ہیں ثُمَّ حَسَلِي  
رَجُلًا اَوْ خَرَجًا ذَا اِلْكُ۔ شیخ عبدالحق عثرتی دہلوی نے یہ ترجمہ کیا

پس نماز گزار دوسرے دیگر بعد از مردہ تھیں۔ یعنی کچھ دیر بعد اس پہلے شخص

کے بعد ایک دوسرے شخص نے نماز پڑھی۔ مولوی محمد عمر عرب و عجم کے

کسی عالم کو اس معاملہ میں ثالث مان لیں۔ افسوس ہزار افسوس جو لوگ

معرفة اور فکر کا فرق بھی نہیں جانتے وہ کتاب لکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔

یہ معنی تب ہو سکتا تھا جب کہ حدیث کے الفاظ یوں ہوتے تھے ثُمَّ

صَلَّى الرَّجُلُ آخِرِي - اور جناب مولوی صاحب فتویٰ بھی بتا دیکھے۔  
 نماز میں درود شریف پڑھنا فرض واجب ہے؛ حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ ہے  
 اگر فرض واجب نہیں ہے تو کیا سنت اور مستحب کے ترک پر نماز دوبارہ پڑھنا  
 پڑتی ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس شخص نے دوبارہ نماز کیوں پڑھی؟  
 انہیں ہے اس بات کا کہ ساری کتاب میں ترجمہ کی لفظی معنوی غلطیاں بے شمار  
 ہیں اہل علم اپنے علمی مشاغل میں مصروف ہیں اور جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری کتاب  
 لاجواب ہے۔

ناظرین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز کے اندر درود شریف پڑھنا  
 ثواب اور بہتر ہے اور دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی  
 سے روایت ہے کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹکلی رہتی ہے جب تک درود  
 شریف نہ پڑھا جائے اوپر کچھ نہیں جاتا۔ درود شریف دعا کا مضبوط ٹکڑا ہے  
 حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے کچھ مانگنا چاہے  
 تو پہلے اللہ کی تعریف بیان کرے جو اس کے لائق ہے۔ پھر درود شریف پڑھے  
 پھر دعا مانگے۔ یہ بات قبولیت کے لائق ہے۔

ذائقہ :- دعا شروع کرتے وقت اور درمیان میں اور آخر میں درود شریف  
 پڑھنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث میں آیا ہے۔ اور ابن عطاء نے  
 فرمایا ہے کہ دعا کے کچھ ارکان ہیں، کچھ اسباب اور وقت ہیں۔ ارکان چار  
 جائیں تو مضبوط ہو جاتی ہے۔ پر لگ جائیں تو آسمان کی طرف اڑ جاتی ہے،  
 وقت موافق ہو تو کامیاب ہو جاتی ہے۔ اسباب موافق ہوں تو مقصود پر

لہی پہنچتی ہے۔ دُعا کے ارکان یعنی ستون یہ ہیں۔ دل کا حاضر ہونا۔ دل میں  
 سی اور عاجزی کا پیدا ہونا۔ آنکھیں بند کر لینا۔ عاجزی کی صورت بنانا۔ ہر چیز  
 ، دل بٹا کر اللہ سے لگانا۔ دُعا کے پدم یہ ہیں۔ سچ بولنا۔ سچ پر قائم رہنا،  
 ا کا اچھا وقت کھلی رات ہے اور دُعا کی قبولیت کا سامان درود شریف  
 نے۔

متحب علی دُعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا۔ آنحضرت صلی اللہ  
 یہ وسلم نے جو قنوت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو سکھایا ہے اس کے  
 میں ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى الْبَيْتِ الْاِلَهِيِّ -

متحب علی جمع کے خطبہ میں۔ اس لئے کہ خطبہ عبادت ہے اور اس  
 اللہ کا ذکر ضروری ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ضروری  
 جیسا کہ اذان اور نماز میں

متحب علی حدیث میں آیا ہے کہ اذان کہنے والے کی آواز سنو تو جو کچھ  
 کہے تم بھی کہو پھر جب اذان ختم ہو تو بچھو پر درود پڑھو۔ پھر میرے واسطے  
 ام وسیلہ کی دُعا مانگو (وہی دُعا جو مشہور ہے) اور وسیلہ اللہ کے بندوں میں  
 کسی کو سن کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں۔ پس جو شخص میرے  
 واسطے وسیلہ کی دُعا مانگے اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔

یٹ) اذان کی اجابت اصل میں تو یہ ہے کہ اذان سننے ہی میں کام میں ضرور  
 ، اسے چھوڑ دے۔ چلنے والے کو چاہئے کہ ٹھہر جائے (مگر یہ ضروری نہیں)  
 فرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں اذان کے بعد کام کرنا حرام ہے، اور خود

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم زکریا سے کہتا تھا کہ تم نے اپنے پیغمبر کو  
 دیتے تھے اور حضرت خلف نے ایک گواہ کی شہادت نامنتظر کر دی اس جرم میں  
 کہ اذان کے وقت کپڑا بٹارنا۔ شاہان اسلام اپنی سواری روک لیتے تھے۔  
 دین اسلام میں مردوں کے لئے نماز باجماعت کی جو اہمیت ہے اس پر غور کرنے  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہتمام بے شک مناسب اور ضروری ہے۔

اصل اجابت تو یہی ہے کہ کام چھوڑ کر نماز کے اہتمام میں لگ جائے۔ پھر یہ  
 بھی مستحب اور بہتر ہے کہ اذان کو توجہ سے سنے اور مؤذن کے پیچھے اذان  
 کے الفاظ کہتا جائے **سُحِّي عَلَى الصَّلَاةِ، سَحَى عَلَى الْفَلَاحِ** کہتے وقت  
 اپنے آپ کو نماز کی طرف بلائے۔ اذان ختم ہوئی تو درود شریف پڑھ کر وسیلہ  
 کی مشہور دعا پڑھے اور شفاعت کا وعدہ جو اس حدیث میں ہے یہ اپنی جگہ پر صحیح  
 ہے۔ لیکن بعض گناہ شفاعت سے محروم کرنے والے بھی ہیں ان سے بچنا بھی اپنی جگہ  
 ضروری ہے۔ سارے دین پر نظر رکھنی چاہئے (از شاہی دبحر المراتب باب الاذان)

مستحب ۵ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلنے وقت درود شریف پڑھنا  
 چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنے آپ پر درود  
 پڑھ کر یہ دعا پڑھتے تھے **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ**  
 اور مسجد سے نکلنے وقت درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے **اللَّهُمَّ  
 اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ** (امت کو تعلیم دینے کیلئے)

۶ نماز جنازہ میں دوسری کبیر کے بعد  
 ۷ حج اور عمرہ کے احرام میں اپنے آپ کے بعد



۸۔ صفا مروہ کرتے وقت لیٹنگ کے بعد۔

۹۔ ملاقات اور جدائی کے وقت یعنی جب دو مسلمان مل کر بیٹھیں تو غیبت سے بچنے کے لئے کچھ ذکر الہی اور درود شریف پڑھ لیں۔ حدیث میں ہے جب دو مسلمان کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور نہ خداوند تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں نہ درود شریف پڑھتے ہیں تو یہ مجلس ان کے لئے افسوس کا باعث بنے گی۔ نیز فرمایا جو لوگ کہیں مل بیٹھتے ہیں پھر درود شریف پڑھے بغیر اٹھ بیٹھتے ہیں اگر جنت میں جائیں گے تو وہاں بھی اس بات کا افسوس کریں گے۔ کیونکہ درود شریف نہ پڑھنے کی کمی کا ان کو علم ہو جائے گا

۱۰۔ صبح اور شام دس دس بار درود شریف پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

۱۱۔ وضو سے فارغ ہو کر

۱۲۔ کسی وقت کان آواز دیتا ہے۔ اس وقت۔

۱۳۔ جب کوئی بات یا کوئی چیز بھول جائے تو درود شریف پڑھنے سے یاد آ

جاتی ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔

۱۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اور اطہر اقدس کی زیارت کے وقت درود شریف پڑھنا۔ کس قدر خوش قسمتی ہے کہ ایک مسلمان روضہ شریف پر خود حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور اس کے جواب میں وعلیک السلام کا انعام حاصل کرے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے کہ ہو سگیاں مدینہ میں میرا تمام شمار

جیوں تو ساتھ مسکان حرم کے تیرے پھرو، مردوں تو کھا میں مدینہ کے مجھ کو مور و مار جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے، کہ میں ہوں اور مسکان حرم کی تیرے قطار اڑا کے باد میری مشت، خاک کو پس مرگ، کرے حضور کے روضہ کے آس پاس شمار دے یہ رتبہ کہاں مشت خاکِ قاسم کا، کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے بخار

(قصائد قاسم)

مطلب :- مولانا فرماتے ہیں میرے دل میں لاکھوں امیدیں ہیں لیکن سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے کتوں میں میرا نام غماز ہو۔ جب تک زندہ رہوں مدینہ منورہ کے کتوں کے ساتھ پھروں اور جب مردوں تو مدینہ منورہ میں دفن ہونا نصیب ہو۔ وہاں کے کیرے میرا جسم کھا میں۔ اگر یہ نصیب نہ ہو، اور میری قسمت اتنی بلند کہاں کہ مدینہ منورہ کے کتوں کی قطار میں شمار ہو سکوں تو کم از کم یہ درجہ نصیب ہو کہ میری موت کے بعد ہوا میری مٹی کو اڑا کر روضہ مشرفیہ کے آس پاس بکھیر دے۔ لیکن میری مٹی کا یہ رتبہ کب ہو سکتا ہے کہ گرد و غبار بن کر تیرے کوچے میں پہنچ سکے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اپنی مشہور کتاب زبدۃ المنارک ص ۵۶ پر فرماتے ہیں ”جب مدینہ منورہ کو چلے تو کثرت درود شریف کی لہ میں بہت کرتا رہے پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں تو اور زیادہ کثرت کرے۔ جب عمارت وہاں کی نظر آئے تو درود پڑھ کر کہے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمٌ نَّبِيَّكَ فَاجْعَلْهُ دَقَائِمًا لِي مِنَ النَّارِ وَاَمَّا نَائِلِي مِنَ النَّارِ فَاجْعَلْهُ دَسْوِعًا لِي سَابِقًا۔ (ترجمہ :- اے اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

حرم شریف ہے۔ اس کو میرے واسطے دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ بنا  
دے۔ عذاب اور بڑے حجاب سے امن کا ذریعہ بنا دے۔

اور مستحب ہے کہ غسل کرنے با وضو، اور کپڑا پاک صاف اچھا لباس  
پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر ہے اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیارہ  
ہولے اور خشوع خضوع جس قدر ہو سکے فروگزاہت نہ کرے، اور  
عظمت مکان کی خیال کئے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے۔ جب مدینہ  
منورہ میں داخل ہو یہ آیت پڑھے **مَا يَلْبِسُ إِذْ مَلَّ مَدِينًا مِّنْ حِلِّ صِدْقٍ**  
دالائتہ اور ادب اور حضور قلب اور دعا اور درود شریف بہت پڑھے۔  
وہاں جا بجا موقع قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ  
علیہ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ فرماتے تھے: مجھ کو حیا آتی  
ہے۔ کہ سواری کے کھردوں سے اس نمر زہین کو پانال کھروں جس میں  
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں اور بعد تہیۃ المسجد کے  
سجدہ (شکر) کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اس کو نصیب کی۔ پھر  
روضہ کے پاس حاضر ہو اور بادل تمام اور خشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب  
نہ ہو اور دیوار کو لاکھ نہ لگا وے کہ محل ادب اور ہیبت ہے، اور  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے  
ہوئے نشور کرے اور کہے **السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ** الخ  
اور بہت پکار کر نہ بولے۔ آہستہ خشوع اور ادب سے بہ نرمی عرض  
کرے۔

قبر شریف کی تفصیلت میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی شیخ الاسلام پاکستان نے فتح الملہم شرح صحیح مسلم کی جلد سوم میں ایک مفصل بحث لکھی ہے جس کے چند اقتباسات یہ ہیں۔

” میں کہتا ہوں کہ مواہب اور اس کی شرح میں ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ وہ جگہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ وہ تمام زمین بلکہ زمین کعبہ سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ ابن عساکر،

باجی ابوالولید سلیمان اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے.....

اور تاج سبکی نے کہا ہے کہ وہ جگہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا جسم مبارک ہے عرش سے بھی افضل ہے۔ یہ تفصیلت اس جگہ کو دفن

کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اور جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے

زیہی تفصیلت اس مقام کو حاصل ہو جائے گی۔ ص ۱۹

حاصل یہ ہے کہ چونکہ خداوند تعالیٰ کو آپ کی رُوح مبارک کی طرف بہت

توجہ اور عنایت ہے۔ اور آپ کی رُوح مبارک کی توجہ بدن مبارک کی

طرف ہے جو قبر شریف میں تشریف فرما ہے۔ اس لئے قبر شریف کی

طرف جو عنایات اور تجلیات بواسطہ رُوح مبارک کے ہو رہی ہیں کیا

یہ زیادہ ہیں؟ یا عرشِ عظیم پر وارد ہونے والی تجلیات زیادہ ہیں؟ اس کا

فیصلہ دنیا ہمارا کام نہیں ہے۔ ص ۲۱

یہ طویل بحث جو تقریباً چار ہزار الفاظ پر مشتمل ہے۔ قابلِ دید ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات اور اشعار مذکورہ۔ حضرت مولانا

رشید احمد گنگوہا اور مولانا شیخ الاسلام کے ان مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرات علماء دیوبند محبت، تعظیم، ادب و احترام کی کس بلندی پر پہنچے ہوئے ہیں، اور جن لوگوں نے ان بزرگانِ دین کی تصنیفات کو دوسرے رنگ میں دکھانے کی کوشش کی ہے وہ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ و حقیقت غلط پروپیگنڈا ایسی بڑی بلا ہے کہ اس کی برکت سے خلافتِ راشدہ کا مقدس تاریخی دور شیعوں کے ہاں ظلم و جور کی داستان تصور کیا جاتا ہے۔ اندھیرا دکھانے والے اور روشنی چھپانے والے اس سے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں مگر بھولی بھالی مسلمان قوم پرانے شکاری کے ہرنے جال میں پھنسنے کو تیار ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

بیان ہو چکا ہے کہ صلوٰۃ و سلام کے الفاظ میں تنگی نہیں ہے۔ ادب شرط ہے، ایسے مناسب الفاظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے لائق ہوں صلوٰۃ و سلام میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ امام غزالی رحمہ نے قبر شریف پر سلام اس صورت لکھا ہے فرماتے ہیں :-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا امِيْنَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللَّهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللَّهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَحْمَدُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَا حِي!  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَاقِبِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِمِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيْرُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَذِيْرُ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُطَهَّرُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طَاهِرُ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَكْرَمَ وُلْدِ آدَمَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْخَيْرِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاتِحَ الْبَرِّ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا هُدَى الْأُمَّةِ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمَجَلِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ  
 الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ وَعَلَى أَصْحَابِكَ الطَّيِّبِينَ وَأَنْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ أَهْلِ  
 الْمُؤْمِنِينَ جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهِ  
 وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ وَصَلَّى عَلَيْكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُونَ وَ  
 كُلَّمَا غَفَلَ عَنكَ الْغَافِلُونَ وَصَلَّى عَلَيْكَ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ

..... الخ نیز فتاویٰ ہندیہ ص ۲۴۲

اس کے بعد امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ قبر شریف کی زیارت کرنے والے کو اگر  
 کسی شخص نے سلام عرض کرنے کا پیغام دیا ہو تو یوں کہے السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ  
 فُلَانٍ یعنی آپ پر سلام ہو فلاں شخص کی طرف سے۔ پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر  
 اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھے۔ احياء العلوم ص ۲۳۲ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۴۲  
 باب الحج - قریباً ہی الفاظ فتح القدير اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہیں۔

سلام سے فارغ ہو کر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے چہرہ مبارک کی طرف متوجہ ہو کر ورد شریف جتنا  
 چاہے پڑھے، حضرت ابوالبابہ کا مشورہ ریاض الجنات، مہر شریف خصوصیت کے دعا کے مقامات میں

قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں۔ سلام پڑھتے وقت آپ کی قبر شریف کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔ تلامذہ علی قاری فرماتے ہیں روضہ شریف کی دیوار اور جالی مبارک کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے اور نہ بوسہ دے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کیا، اور یہ بات ادب سے قریب ہے۔ کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادتیں ہیں جیسا کہ امام غزالیؒ نے بیان کیا شرح شفا ص ۱۵۲ انوس کہ عیسائیوں کی تمام عادتیں دیکھا دیکھی مسلمانوں میں آگئیں۔ اور انہی بے ادبی والی باتوں کو ادب سمجھنے لگے۔ غنیۃ الطالبین میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا صاف ارشاد اس کے متعلق موجود ہے وَإِذَا نَزَّارَ قَبْرًا لَمْ يَضَعْ يَدَهُ وَلَا يُقْبِلُهُ فَإِنَّهُ عَادَةٌ الْيَهُودِ مِنْ أَفْضَلِ وَيَسْتَحِبُّ لِيَنَّ غَضَبُ الرَّخِ تَرْجَمَهُ :- جب کسی قبر کی زیارت کرے تو اس پر ہاتھ نہ رکھے اور نہ اس کو بوسہ دے کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے۔ آگے فرماتے ہیں گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص یا کچھ قرآن پڑھ کر کہے۔ اے اللہ! اگر تو نے اس کلام کا ثواب مجھے دیا ہے تو میں اس کا ثواب اس قبر والے کو ہدیہ کرتا ہوں۔ پھر وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے۔ حضرت پیران پیر کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ قبر پر ہاتھ رکھنا یا بوسہ دینا یہودیوں کی عادت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دُعا اللہ سے کرنی چاہئے اور عجیب بات ہے کہ حضرت پیر صاحب نے یہ بھی نہیں بتایا کہ دُعا کرتے وقت نیکو کا وسیلہ ہی بنایا جائے۔ ایسی روکی پھیلکی باتیں کرنے والوں کو تو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں قبر پر ہاتھ پھیرنے اور بوسہ دینے کو عیسائیوں کی عادت لکھا ہے فرماتے ہیں وَلَا يَمْسَحُ الْقَبْرَ وَلَا يُقْبِلُهُ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَادَةِ النَّصَارَى (عالمگیری ص ۲۳۱) امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں

یہی لکھا ہے۔ قبر پر پلٹا نہ پھیرے، نہ چھوٹے نہ بوسہ دے کیونکہ یہ عیسائیوں کی عادت ہے۔ ص ۱۱۹ نیز حضرت پیران پر علیہ السلام ص ۱۱۹ فصل الدعاء میں فرماتے ہیں:-  
 رَافِعُ أَلُوَ اسِطَاطَةِ إِظْهَارِهَا سَأَلَ لِقَدَسَ الرَّجْمَةِ:- دُعَا فِي خَدَا وَنَدَّ تَعَالَى نَعْنَى اِنْتَدَرَا  
 ظاہر کرنے کے لئے واسطہ اٹھا دیا ہے۔

ان بزرگوں کے ارشادات آپ نے دیکھ لئے ہیں، اور چودھویں صدی کا اسلام بھی آپ کے سامنے ہے۔ سوچنا آپ کا کام ہے۔ اتنی بات یاد رکھئے کہ صحیح حدیثوں میں اس آیت کے متعلق جا بجا یہودیوں اور نصرا نیوں کی پیروی کا جو عظیم خطرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا تھا وہ اس صدی کے قبر پرستوں کے ہوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جتنے کام یہودیوں اور نصرا نیوں نے کئے ہیں وہ سب کام مسلمان کہلانے والے کریں گے۔ آج کسی کو قبر پر پلٹا نہ پھیرنے، یا بوسہ دینے بلکہ سجدہ کرنے سے منع کیا جائے تو ان باہلن کے پاس ایک ہی جواب ہے۔ تم وہابی ہو، ہم حنفی ہیں۔ نہ معلوم حنفی کا معنی ان کے نزدیک کیا ہے؟

بھائی مسلمانو! قبر پرستی، غیر اللہ کی تزد و تیانہ، انکار بشریت، علم غیب، حاضر ناظر تمام مسائل کی تحقیق مقصود ہو تو کسی دن یہودیوں یا عیسائیوں کے کسی پادری سے جا کر تحقیق کر لیجئے کہ بگڑی ہوئی گمراہ قوم اپنے نبی کو کیا سمجھتی ہے۔ پھر یہی مسائل کسی بریلوی مرکز میں بھیج دیجئے جو اب ایک ہوگا۔ پھر وہی فتویٰ کسی شیعہ مجتہد کے پاس بھیجئے جو آ رہی ہوگا۔ پھر کیا ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ بریلویت نے رافضیت اور شیعیت کا دودھ پیایا ہے اور شیعیت تو یہود و نصرا نی کی سازش ہے ہی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ فاکھی نے درود شریف کے رسالہ میں



اور جگہیں بھی لکھی ہیں تہجد کے لئے اٹھ کر وضو کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد  
 درود شریف پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح تہجد سے فارغ ہونے کے بعد۔ جمعہ کی آیت  
 جمعہ کے دن، خصوصاً نماز جمعہ کے بعد، ہفتہ اتوار اور جمعرات کے دن۔ کعبہ شریف  
 پر نظر پڑتے وقت۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، طواف کے وقت، حج کے تمام مناہک  
 میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی یادگاروں کی زیارت کے وقت۔ مثلاً مسجد  
 مقام بدر و احد، نیز خمیدہ و فروخت کے وقت، وصیت لکھتے وقت، سفر کا ارادہ  
 کرتے وقت۔ سواری پر سوار ہوتے وقت، منزل پر اترتے وقت۔ بازار میں  
 آتے وقت اور بازار سے نکلتے وقت۔ کوئی شغل اور غفلت پیدا ہونے کے وقت  
 کسی دعوت پر حاضری کے وقت، دعوت سے واپسی کے وقت، گھر میں آتے جاتے  
 وقت۔ آفت نازل ہونے کے وقت، خوف کے وقت، حاجت پیش آنے کے  
 وقت۔ جانور بھاگ جانے کے وقت، غلام بھاگ جانے کے وقت، بلکہ کوئی  
 چیز گم ہو جانے کے وقت، غم اور سختی کے وقت، طاغون دُور کرنے کے لئے،  
 جب ڈوبنے کا خوف ہو، جب پاؤں سو جائے۔ برتن سے پانی پیتے وقت، گناہ  
 ہو جانے کے بعد (تاکہ توبہ کی توفیق ہو، اور گناہ کا کفارہ ہو) مسلمان بھائی کی طلاقات  
 یا مصافحہ کے وقت، ایسی مجلس میں جہاں دین کے لئے اجتماع ہو، ختم قرآن مجید  
 کے وقت، حفظ قرآن کی دعائیں پڑھتے ہوئے۔ مبارح کلام کے وقت۔ علم پڑھانے  
 سے پہلے، خصوصاً علم حدیث اور وعظ کے وقت، حدیث پڑھنے کے وقت  
 اول آخر درود شریف پڑھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں کوئی ذکر مسنون ہے، وہاں درود شریف کی تلاوت

بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگرچہ درود شریف کے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں ہے تاہم چونکہ نماز کے بعد کچھ ذکر کرنا سنت ہے۔ اسی مناسبت سے درود پڑھنا بھی مستحب قرار دیا گیا ہے۔ علامہ ابن قیم زاد المعاد ص ۱۹ پر فرماتے ہیں نماز کے بعد جو ذکر سنت ہیں ان کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ اس تازہ عبادت کے متعلق ہوگی۔ یعنی نماز کے بعد جو ذکر اذکار ہیں ان کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی آخر میں موجود ہے، لیکن نماز کے بعد جو ذکر کیا مثلاً کلمہ شریف یا سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ پڑھا تو اس کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے تاکہ ذکر الہی قبول ہو، اور اس کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ ان اذکار کے متعلق ہے۔

## فصل آٹھویں، کہاں کہاں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے

فتاویٰ شامی جلد اول ص ۸۴ میں سات جگہیں لکھی ہیں۔

- ۱۔ جماع کے وقت ۲۔ بول باز کے وقت ۳۔ مال تجارت کی خوبی بیان کرنے کے لئے ۴۔ غلطی ہو جانے کے وقت ۵۔ تعجب کے وقت ۶۔ ذبح کے وقت ۷۔ چھینک کے وقت ۸۔ اس کے علاوہ ۹۔ جب خطبہ میں آپ کا نام مبارک تحلیف کی زبان پر آئے تو سنتے والے درود شریف نہ پڑھیں کیونکہ خطبہ سنتے وقت خاموشی ہونی چاہئے ۱۰۔ قرآن پڑھتے وقت اگر آپ کا نام مبارک کسی آیت میں آ جائے تو بہتر یہی ہے کہ زبان درود شریف نہ پڑھے۔ تلاوت سے فارغ ہو کر پڑھ لے ۱۱۔ پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنا منع ہے۔

مسئلہ :- درود شریف پڑھتے ہوئے جب آپ کا نام مبارک زبان پر آئے تو اس موقع پر درود شریف نہیں پڑھا جاتا ورنہ یہ سلسلہ ختم ہی نہیں ہو سکتا۔

تشریح :- جامع اور پیشاب پاخانہ کے وقت خاص دعائیں مقرر ہیں وہ معلوم کی جائیں۔ تاجر اپنا مال تجارت دکھاتے وقت کچھ کلمہ کلام یا درود شریف پڑھ دیتے ہیں جس کا مقصد گاہک کے سامنے اس جنس کی تعریف کرنا ہوتا ہے۔ ایسے گھٹیا مقصد

کے لئے کوئی کلام نہ پڑھی جائے جب کہ یادِ الہی اور ثواب کی غرض نہ ہو۔ اسی طرح کسی غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد درود شریف کو تکیہ کلام بنا نا بھی اچھا نہیں۔ تعجب کے وقت بھی درود شریف پڑھنا بے موقع ہے۔ کیونکہ درود شریف پڑھتے وقت عبادت

اور طلبِ ثواب کی نیت ہونی چاہئے (ذبح کے وقت بسم اللہ کے ساتھ درود شریف پڑھنے سے شرک کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ شرک نہیں ہے۔ اور شرک تو اس طرح ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَالنَّبِيِّ اللّٰهِ رَسُوْلٍ کے نام پر

ذبح کرتا، یوں۔ اس صورت میں وہ جانور یقیناً حرام ہو جاتا ہے۔ کہنے والا بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ ذبح کے وقت صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے (شرح شفاء ص ۱۱۵) چھینک لگانے کے موقع پر بھی درود شریف پڑھنا بعض علماء نے مکروہ لکھا ہے، اس

کی دلیل مشکوٰۃ شریف باب العطاس کی یہ روایت ہے۔

ایک شخص نے حضرت عبد اللہ ابن عمر کے پاس چھینک لگائی پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک کے موقع پر صرف یہ لکھا یا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ حضرت

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:-

”یعنی درود اور سلام کی تفصیلت میں کیا شک ہے لیکن جس طرح حکم ہوا ہے اسی طرح کرنا چاہئے۔ صاحب شریعت نے ہر بات کا موقع اور محل مقرر کیا ہے وہ بات اسی جگہ کہنی چاہئے۔ چنانچہ رکوع میں قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ مگر اب لہذا میں اسی طرح لکھا ہے، اور شفاء میں ہے کہ ابن جیب نے ذبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے کہا ہے اور سمون نے تعجب میں درود شریف پڑھنا مکرہ کہا ہے۔

فائدہ:- درود موقع ایسے ہیں جہاں اللہ کے نام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لینا چاہئے۔ ذبح اور چھینک کے وقت۔ پس اس موقع پر اللہ کے نام کے ساتھ محمد رسول اللہ نہیں کہنا چاہئے۔ اسی طرح اذان کے اخیر میں لا الہ الا اللہ کے بعد (بعض لوگ محمد رسول اللہ کہتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے) مدارج النبوۃ ص ۱۸۴

حضرت شیخؒ نے باب العطاس کی اس روایت پر لمعات شرح عربی میں یوں لکھا ہے:

”مناسب ہے کہ ذکر اور دعا صرف ان باتوں پر موقوف ہو جو منقول ہیں اس میں کمی اور زیادتی نہ کی جائے ایسی باتوں میں زیادتی کرنا درحقیقت نقصان کرنا ہے۔ جیسا کہ اذان میں لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہیں زیادہ کرنا چاہئے۔ اور ایسی مثالیں بہت ہیں۔“ (لمعات)

بھائی مسلمانو! یہ اصول بہت ضروری اور قیمتی ہے۔ اس کو کسی نہ بھولنا چاہئے صاحب شریعت نے ہر بات کے لئے جو قاعدہ مقرر کیا ہے اس سے آگے بڑھنا نہیں

دین پر زیادتی کرنا ہے۔ جو لوگ اپنی مرضی سے دین میں تبدیلیاں کرتے ہیں وہ حضرت  
عبداللہ بن عمر صحابی کی بات پر غور کریں چھینک لگانے کے ساتھ الحمد للہ تو پڑھا  
ہی جاتا ہے اس کے ساتھ سلام بھی پڑھ دیا تو کیا ہرج تھا۔ مگر آپ نے منع کر دیا  
کیونکہ یہ دین پر زیادتی ہے۔ اور دین پر زیادتی وہ شخص کرتا ہے جو دین کو نامکمل اور  
ناقص سمجھتا ہے۔ چنانچہ حنفیوں کے مذہب میں پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھنے  
سے سجدہ سہول لازم آتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جو چیز جہاں ثابت نہیں ہے۔ وہ  
دین پر زیادتی ہے۔

کاش کہ آج مسلمان قوم اس قاعدہ کو سمجھنے پر سب جھگڑے ختم ہو جائیں۔  
بھائی مسلمانو! ہمارا دین جتنا پیچھے جا میں سچا اور پکا ہے۔ جتنا ہم آگے بڑھیں گے  
کمزور اور بنا دلی بن جائے گا۔ حضرات علماء دیوبند کو صرف اس لئے بدنام کیا جاتا  
ہے کہ وہ دین کے باغ میں گھاس پھوس اور جنگلی بوٹیوں کی جڑیں کھود کر نکال دیتے  
ہیں۔ اصل اور نقل کا فرق قائم رہنا ہی دین کی زندگی ہے۔ اور بھائیو دین کا درخت  
چتے دھونے سے کس طرح چک سکتا ہے جب کہ اس کی جڑیں ہی پیامی ہوں۔

حضرت پیران پیر غنیۃ الطالبین باب العقاید میں فرماتے ہیں۔  
"عقل مند، مومن مانا کو چاہئے کہ دین کی پیروی کرے اور بدعت نہ نکالے  
کسی معاملہ میں حد سے نہ بڑھے۔ بہت گہرائی میں نہ جائے اور تکلف یعنی  
بناوٹ نہ اختیار کرے تاکہ گمراہی اور پھسلن سے بچے۔ عبداللہ بن مسعود  
صحابی رضی فرمایا۔ پیروی کرو، نئی باتیں نہ نکالو، کیونکہ تمہارا دین کافی ہے  
نا کافی نہیں ہے۔" ص ۱۵۲ نو لکھنوی

درحقیقت دینِ حنیف کے اصلی دشمن وہی لوگ ہیں جو پیروی کو چھوڑ کر یسوعی  
 دین کے فطری حُسن کو وہم و سواس اور بناوٹی خوبصورتی میں چھپا رہے ہیں۔ یہ  
 نئی باتیں کئی لوگوں نے پیدا کیں؟ اس کا جواب صرف ایک ہے یعنی بریلوی حضرات  
 تحقیق کے لئے دیکھو چراغِ سنت ص ۱۵ پہلے زمانے میں تو ان چیزوں سے کوئی  
 بھی نہ متی صرف پچھلے لوگوں نے ان چیزوں کو پسند کیا ہے نیز ص ۵۳، ص ۵۴، ص  
 حضرت امام مجدد الف ثانی کا فیصلہ، نیز ص ۵۵، ص ۵۶۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ان  
 نے تھوڑی مدت سے کچھ بدعتیں نکالی ہیں جن کا رواج اب تک صرف چند شہروں میں  
 بہت ہو سکا ہے۔ اسلامی دنیا ان چیزوں کے نام تک سے بے خبر ہے۔ ان مسائل  
 وجود قرآن و حدیث اور فقہ پر ناجائز بوجہ اور زیادتی ہے اس لئے بریلوی حضرات  
 مورچہ کمزور دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور جاہلوں کو فریب کے جال میں پھانسنے کے لئے  
 ایک نیا محاذ بنایا کہ حضراتِ علماء دیوبند (معاذ اللہ) بے ادب ہیں۔ ان لوگوں نے فقہ  
 کتاب میں یوں لکھا ہے، فلاں کتاب میں یوں لکھا ہے اور بعض اوقات اپنے تراجم  
 کی تصدیق کے لئے اصلی کتابیں منگا کر علماء دیوبند کی طرح اصل بات پر انگلی رکھ کر تراجم  
 دکھا دیتے ہیں۔ اب ان لوگوں کا مستقل تنخل یہی ہے۔ اس شور و غوغا کی پناہ یہ  
 بے بنیاد مسائل کی خیر منانا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا سنا ہو گا کہ ان کے غلطوں میں  
 غلط بیانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ عجیب مذہب ہے۔ اب اس مذہب کے بنیادی  
 اصول یہ ہیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیدا کیا اس سے  
 دونوں کی حقیقت ایک ہے۔ ایک ہی توت ہے، ایک ہی بھید ہے۔ مراجع کی کت

اور اپنی اصل سے مل گیا۔ عرش پر رہنے والا خدا زمین پر مصطفیٰ ابن کر آگیا۔

- خدا ذاتی خدا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطاٹی خدا ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ایک نور کے دو ٹکڑوں میں یہ ذاتی اور عطاٹی کا فرق بھی  
 ل ہے؟ جب دونوں کا نور ایک ہے تو فرق کرنا غلطی ہے۔ پھر یہ تو سب علماء مانتے

ہے ساری کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی اس لئے سب کو  
 کہنا چاہئے اور خدا کی خدائی کو ختم کرنے کے لئے یہ نظریہ کتنا مبارک ہے کیونکہ

۱۰ سال سے بریلوی قافلہ اس راستہ پر لگاتار دوڑ رہا ہے۔ اس سفر کی آخری

یہی ہوگی کہ ہم سب خدا ہیں۔ سب لوگ اور سب چیزیں حضورؐ کے نور سے پیدا

ہیں اور حضورؐ کا نور اللہ کے نور کا ایک ٹکڑا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضورؐ تو عطاٹی

ہوں اور ہم نہ ہوں۔ خدا بننے کی سکیم اچھی ہے نماز روزہ بھی معاف ہو جائے گا

ن پھر تبرک شریف کی مشکل پیش آئے گی

- نعت خواں جب نماز ہو تو اچھا ہے۔ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے نعت خواں مسجد

دفاعہ پر سگریٹ کے کش لگا رہا ہے اور جب نمازی نماز سے فارغ ہو جائیں تو

تلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ کی آواز سنتے ہی نعت خواں مسجد میں آدھکے،

اسی منڈا ہو تو سبحان اللہ اور نو عمر ہو تو نور علی نور ہے۔ ناز و داد سے آراستہ

ن پھر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

تبرک شریف بزرگوں کی قد بھی ہے۔ بانٹتے والوں کی ملکیت بھی ہے۔ اس لئے

بزرگوں سے آشنا اور بیگانہ سب کو فرق سے دیا جائے۔ تعلقات بھی تو پالنے ہیں،

دین اسلام کی رونق صرف چند چیزوں میں ہے۔ مسجد میں بہت زیادہ روشنی کرنا

پیر صاحب کی گیارہویں تصانیف ہو۔ کونڈے ضرور بھرے جائیں۔ تیجا۔ چوتھا، مالانہ  
 عرس، وغیرہ زندہ رہیں۔ مصیبت کے وقت خدا کو نہ پکارا جائے۔ اس میں بزرگوں کو  
 بے ادبی ہوتی ہے بلکہ بزرگوں کو پکارا جائے۔ ہم کو دینے والے وہی ہیں۔ ہمیں کیا  
 غرض اپنے پاس سے دیتے ہیں یا خدا سے لے کر دیتے ہیں۔ دعوت میں نماز، روزہ  
 عبادات اور اخلاق، ریاست اور اقامت دین کی تعلیم نہ دی جائے کیونکہ اس صورت  
 میں لوگ سنجیدہ ہو جاتے ہیں بلکہ دیوبندیوں سے نفرت دلائی جائے۔ گیارہویں کی غیبت  
 دلائی جائے۔ بشریت، حاضر ناظر اور علم غیب کے مسائل پر عوام کے دماغ کو پریشان  
 رکھا جائے اور سوچنے کا موقع نہ دیا جائے۔

۶۔ قبروں پر گنبد بنانا۔ میلے کرنا۔ منتیں ماننا۔ چڑھا دے چڑھانا۔

## فصل نویں درود شریف کے فائدوں کے بیان میں

درود شریف کے فائدے بے شمار ہیں۔ دنیا اور آخرت کی تمام برکات  
 اور بھلائیاں درود شریف سے ملتی ہیں۔ اور سب سے بڑی بزرگی تو قرآن کریم  
 کی آیت پارہ ۲۲ میں مذکور ہے۔ یعنی درود شریف پڑھنے والا فرشتوں کے، اور  
 خداوند تعالیٰ کے کام میں شامل ہوتا ہے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے جو شخص مجھ  
 پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے  
 سوال۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت ہو  
 اور درود پڑھنے والے پر دس ہوں۔

جواب۔ آپ پر جو رحمتیں ہر وقت نازل ہوتی ہیں وہ تو بے حساب اور بے



یں۔ حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آپؐ صحابہؓ کو بہت خوش نظر  
 تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج آپؐ بہت خوش  
 نظر نظر آتے ہیں۔ سبب کیا ہے؟ فرمایا جبریل علیہ السلام پیغام لائے ہیں جو شخص  
 پٹ پر ایک دفعہ درود آور سلام بھیجے گا خداوند تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود اور  
 سلام بھیجیں گے۔ فرمایا جو شخص مجھ پر جتنی دیر درود بھیجتا ہے اتنی دیر اس پر  
 رحمت برستی رہتی ہے پس انسان کو اختیار ہے جتنی رحمت چاہے حاصل کرے  
 ایک روایت میں ستر رحمتوں کا ذکر بھی آیا ہے۔ زیادہ بھی ہو سکتی ہیں، کیونکہ  
 درجات کی بلندی اخلاص، محبت اور پرمیزگاری کے اندازہ پر ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے ایک شخص نے عرض کیا حضور مجھے آپؐ پر  
 زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا شوق ہے۔ جتنا وقت میں اپنے لئے دعا  
 کرنے پر خرچ کرتا ہوں اس میں سے کتنا درود شریف پر خرچ کروں؟ فرمایا  
 جتنا چاہے۔ عرض کیا تو تمہارا حصہ کافی ہے؟ فرمایا جتنا تیری مرضی، زیادہ  
 کرے تو اور بہتر ہے۔ عرض کیا نصف یعنی آدھا۔ فرمایا تیری مرضی لیکن زیادہ  
 کرے تو اور بہتر ہے۔ عرض کیا دو تہائی فرمایا تیری مرضی۔ عرض کیا اب میں  
 اپنی ذات کے لئے دعا کرنا بھی چھوڑ دوں گا اور سارا وقت درود شریف پر  
 خرچ کروں گا۔ فرمایا اگر تو ایسا کرے گا تو تیرے سارے فکر دور ہو جائیں گے  
 اور تیرے گناہ بخشے جائیں گے۔ (صحاح)

حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص سے روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت  
 آدم علیہ السلام عرش الہی کے تریب و دسبز کپڑے پہنے کھڑے ہوں گے جو شخص بھی

جنت یا دوزخ کو بھیجا جائے گا اسے دیکھ رہے ہوں گے۔ اسی حالت میں حضرت آدم علیہ السلام دیکھیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اُمّتی دوزخ میں بھیجا جا رہا ہے۔ آدم علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں گے کہ یہ آپ کا اُمّتی دوزخ میں جا رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں یہ حالت دیکھ کر فرشتوں کو پیچھے سے بلاؤں گا اے میرے اللہ کے فرشتو! ٹھہر جاؤ۔ فرشتے کہیں گے ہم صرف وہی کام کرتے ہیں جس کا ہمیں اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے آپ مایوس ہو کر اپنی ڈاڑھی مبارک دائیں ہاتھ میں پکڑ کر عرش الہی کی طرف منوجہ ہو کر عرض کریں گے اے اللہ! تو نے مجھ سے دعا کیا ہے کہ قیامت کے دن میری اُمّت کے معاملہ میں میری رسوائی نہ ہوگی۔ عرش الہی سے آواز آئے گی اے فرشتو! محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو، اور اس بندہ کو واپس حساب کی جگہ پر لاؤ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے ایک سفید ٹکڑا نکال کر بسم اللہ پڑھتے ہوئے بے ترازو کے داہنے پلٹے میں رکھ دیں گے جس سے اس شخص کی نیکیاں بدلیں۔ پھر بھاری ہو جائیں گی۔ ایک آواز آئے گی یہ شخص خوش نصیب ہو گیا۔ اس کی تالیں بھاری ہو گئیں۔ اسے جنت میں لے جاؤ۔ فرشتے جنت کو لے کر چلیں گے تو وہ شخص کہے گا اے فرشتو! ذرا ٹھہر جاؤ میں پوچھ لوں یہ شخص کون ہے جس کی اللہ کے دربار میں اتنی عزت ہے۔ پھر وہ شخص عرض کرے گا میرے ماں باپ قربان آپ کی کیسی اچھی صورت اور کیسا اچھا خلق ہے۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے میرے گناہ معاف کر دیئے اور میرے آنسوؤں پر رحم کیا۔ آپ فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یہ ٹکڑا وہ درود شریف ہے جو تو

بڑھا کرتا تھا عین ضرورت کے وقت تجھے کام آیا (تفسیر ترویج المعانی ص ۸۳ بحوالہ ابن  
بن الدینا والنیری فی کتاب الاعلام)

حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا  
ہے خداوند تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے،  
دس درجے بلند کرتا ہے اور دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

حدیث میں ہے جو شخص یہ درود شریف پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ  
نَزَلَهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس کے لئے شفاعت  
مردری ہوگئی۔

حلیثا:- قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو سب سے  
زیادہ درود شریف پڑھتا ہو۔

حلیثا:- جو شخص اذان کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ  
وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اِنَّ مُحَمَّدًا نَزَلَ مِنْكَ الْوَسِيْلَةَ وَالْفُضِيْلَةَ وَالْقُدْرَةَ  
مَقَامًا قُدُّوْا دِيْنَ الَّذِي وَعَدْتَنَّهُ اُس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔

حلیثا:- جس نے مجھ پر دس بار سلام پڑھا گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا  
حلیثا:- قیامت کے دن کچھ لوگ میرے پاس ایسے بھی آئیں گے جن کو  
میں صرف زیادہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے پہچانوں گا۔ قیامت کے ٹونٹاک  
واقعات سے زیادہ خلاصی پانے والا وہی ہوگا جو زیادہ درود شریف پڑھتا ہو  
حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں۔ درود شریف گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے  
جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھاتا ہے اور سلام غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔

(شفاعت شریف جلد دوم ص ۵۹ تا ۶۱ مدارج النبوة ص ۱۸۵ تا ۱۸۶)

معلوم ہوا کہ درود اور سلام تمام برکتوں اور بھلائیوں کا خزانہ ہے۔ نورانیت اور خوش نصیبی کا دروازہ ہے۔ جو لوگ روحانی صفائی اور دل کی کشائش کے طلبگار ہیں ان کو درود شریف کامل پیر کا کام دیتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں جب کہ سنت کے

تالیخ پیر بہت ہی کم ہیں اور اکثر تو یہاں تک بے احتیاط واقع ہوئے ہیں کہ ٹریڈی کو بے پردہ سا منہ بٹھا لیتے ہیں بلکہ منہ چا پی بھی کرا لیتے ہیں اور یہ کس قدر بے اعتدالی ہے۔ کیا ان لوگوں کو شریعت کے حدود معاف ہو چکے ہیں؟ کیا تصوف اور سلوک

کا معیار بزرگان دین کے ہاں یہی تھا؟ کیا شریعت یا طریقت میں کسی عالم دین یا صوفی نے اس کی اجازت دی ہے؟ قرآن حدیث، فقہ نے تو تمام مسلمان عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ کا حکم دیا ہی ہے۔ اور غیر محرم وہ ہوتا ہے جس سے نکاح ہو سکتا ہے (بشرط زوال موانع) لیکن ہم ان بزرگوں کو حضرت امام مجدد الف ثانی کی تعلیم کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

”نوشہ بودند کہ بعضی عورت طلب مشغول سے نمایند اگر محارم اندچہ مانع

است و الا در پردہ بنشینند و طریقہ را اخذ نمایند (مکتوبات امام ربانی دفتر اول

مکتوب ۲۵۶ ص ۲۸)

ترجمہ :- حضرت امام مجدد الف ثانی ایک خط میں جو میاں بدیع الدین رح کے کچھ سوالات کے جواب میں لکھا ہے، فرماتے ہیں، آپ نے لکھا تھا کہ بعض عورتیں ٹریڈ بننا چاہتی ہیں۔ اگر محرم ہیں تو کیا ہرج ہے اور اگر غیر محرم ہیں تو پردہ میں بیٹھ کر طریقہ سیکھیں۔

بزرگانِ دین کے ارشادات دیکھئے اور چودھویں صدی کے پیروں کا رویہ بھی دیکھئے،  
 آج کل پیری مُردی اچھی خاصی تجارت ہے۔ مگر حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی  
 پیر کو مُردی کا کھانا کھانے سے منع کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ **فَطَعَامُ الْمُرِيدِ مَبَاحٌ**  
**لِلْمُرِيدِ وَطَعَامُ الْمُرِيدِ حَرَامٌ فِي سَبَقِ الشَّيْخِ (غنیۃ الطالبین ص ۲۱۶)**  
 ترجمہ :- پیر کے گھر سے کھانا مُردی کو حلال ہے۔ اور مُردی کے گھر سے کھانا پیر کے  
 لئے حرام ہے۔

بھائی مسلمان! سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان کچھ مشکل نہیں امام مجدد الف ثانی مُردی  
 کے لئے پردہ ضروری قرار دیتے ہیں لیکن ہمارے پاکستانی پیروں کا حال آپ کو معلوم  
 ہے۔ حضرت پیران پیر یعنی گیارھویں واسے پیر صاحب پیر کو مُردی کے گھر کا کھانا حرام  
 بتاتے ہیں مگر آج کل کے پیر مُردیوں کی بڑیاں بھی چیا جاتے ہیں۔ اب بات صاف  
 ہوئی کہ یہ پیر بزرگانِ دین کے طریقہ پر نہیں ہیں اور سنت کے تابع پیر تو بہت ہی کم  
 ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ درود شریف کامل پیر کا کام دیتا ہے اس لئے درود شریف  
 کے ذریعہ سے ہر مسلمان براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک سے  
 فیض حاصل کر سکتا ہے امید ہے کہ درود شریف کی برکت سے عادات اور اخلاق بھی  
 درست ہو جائیں اور اللہ کی جناب میں قُرب و قبول نصیب ہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض اولیاء اللہ  
 مُردی کو سورۃ اخلاص یعنی **قُلْ هُوَ اللَّهُ** اور درود شریف کا وظیفہ بتاتے تھے، اور  
 فرماتے تھے کہ سورۃ اخلاص سے ہم نے خداوند تعالیٰ کو پہچانا اور درود شریف سے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور نثار ذلیہ سلسلہ جو درحقیقت

سلسلہ قادریہ کی ایک شاخ ہے۔ کے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ مُرشدِ کامل نہ ملنے کی صورت میں خداوند تعالیٰ کی جناب میں قُربِ دُوبُل حاصل کرنے کے لئے۔ احکامِ شریعت کی پابندی، ہمیشہ ذکر کرنا، اور کثرت سے دُرود شریف پڑھنا کافی ہے۔ دُرود شریف میں زیادہ مشغول ہونے سے دل میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ سے راستہ طے ہوتا ہے۔ اللہ کی جناب سے مدد اور فیض ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پابندی کے ذریعہ سے آپ کی روح مبارک سے فیض حاصل کرنا اور دُرود شریف کے باعث آپ سے تعلق برطھانا طریقہ شاذلیہ کا بنیادی اصول ہے (مدارج النبوۃ ص ۱۸۶) شیخ فرماتے ہیں :-

”میرے پیر اُستاد شیخ عبدالوہاب مُتقی نے جب مجھے کہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے سفر پر رخصت کیا تو فرمایا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اس سفر میں فرانس کے بعد دُرود شریف سے افضل کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ اور جب میں نے تعداد کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا گنتی مقرر نہیں ہے۔ اتنا پڑھو کہ زبان ہر وقت تروتازہ رہے اور اس کے رنگ میں رنگے جاؤ۔

عام طور پر فرماتے تھے کہ دُرود حالی صفائی کے طلبگار کو چاہئے کہ دُرود شریف کا ایک وظیفہ مقرر کرے جو ایک ہزار سے کم نہ ہو۔ اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو ہر نماز کے بعد سو دفعہ ضرور ہو اور رات دن میں تین سو سے کم تو ہرگز تجویز نہ کرتے تھے“ (مدارج النبوۃ ص ۱۸۶)

سونے کے وقت کچھ دُرود شریف ضرور پڑھنا چاہئے۔ دُرود اور سلام کا ایک

بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے تو آپ خود جواب میں زعلیگ السلام فرماتے ہیں۔ اس ذریعہ سے آپ کا سلام ہم گنہگاروں کو نصیب ہو جاتا ہے۔ گویا کہ بڑی بھاری برکت بھی حاصل ہوئی اور ہمکلامی کا شرف بھی نصیب ہوا  
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوةً دَائِمَةً بَدَاؤِهَا وَآمِلُهَا  
 خَالِدَةً مَعَ خُلُودِكَ وَصَلَوةً لَا مُنْتَهَى لَهَا دُونَ مَشِيَّتِكَ وَ  
 صَلَوةً عِنْدَ كُلِّ طَرْفَةِ عَيْنٍ وَتَنْفَسٍ كُلِّ مُتَنَفِّسٍ۔

ترجمہ:- اے اللہ درود اور سلام بھیج ہمارے سید و سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ایسا درود جو ہمیشہ رہے جب تک تیری ذات موجود ہے۔ باقی رہے جب تک تو باقی رہے۔ ایسا درود جو ختم نہ ہو جب تک تو چاہے۔ اور ایسی رحمتیں جو ہر آنکھ چھپکنے کی دیر میں آپ پر پہنچیں اور ہر صانس لینے والے کے صانس کے ساتھ

سُبْحَانَ اللَّهِ! درود شریف کس قدر مبارک اور پاکیزہ کلام ہے کہ اس کی برکت سے آپ کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔

شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درود شریف کے یہ فوائد بھی بیان کئے ہیں۔ دس غلام آزاد کرنے کا ثواب۔ بیس دفعہ جہاد میں شامل ہونے کا ثواب۔ دعا کا قبول ہونا۔ شفاعت نصیب ہونا۔ آپ کا قرب حاصل ہونا جنت میں داخل ہوتے وقت آپ کے کندھوں سے کندھا لڑنا۔ قیامت کے دن آپ کے ساتھ زیادہ تعلق حاصل ہونا۔ قیامت کے دن آپ درود شریف پڑھنے والے کی تمام ضرورتوں کا انتظام فرمائیں گے۔ دنیا میں اس کے تمام کام

بنتے جاتے ہیں۔ ساری حاجتیں پوری ہوتی ہیں گناہ بخشے جاتے ہیں۔ یعنی درود شریف  
 گناہوں کا کفارہ ہے۔ صدقہ خیرات کے قائم مقام ہے بلکہ صدقہ سے افضل ہے۔ مشک  
 آسان ہوتی ہیں۔ بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ خوف اور بھوک دور ہوتی ہے۔ کسی شخص  
 پر بھولتی تہمت، موت و درود شریف پڑھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ دشمنوں پر مدد ملتی  
 ہے۔ اللہ کی رضا محبت، رحمت حاصل ہوتی ہے۔ فرشتے اس کو دعائیں دیتے ہیں  
 مال پاک ہوتا اور بڑھتا ہے۔ دل کی صفائی نصیب ہوتی ہے۔ فرصت اور فراغت  
 میسر آتی ہے۔ سب کاموں میں، مال اسباب میں، کاروبار میں، اولاد میں، اولاد  
 کی اولاد میں چار نسلوں تک برکت رہتی ہے **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
 قیامت کی مشکلات سے نجات ملے گی۔ موت کے وقت آسانی نصیب ہوگی۔ دنیا  
 کی بربادیوں ہلاکتوں اور گردشوں سے نجات ملتی ہے۔ بھولی ہوئی چیزیں یاد آتی  
 ہیں۔ غریبی دور ہوتی ہے۔ ضرورتیں کم ہو جاتی ہیں۔ جس مجلس میں درود شریف  
 پڑھا جائے وہ مجلس پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ رحمت الہی اس مجلس کو ڈھانک لیتی ہے  
 پل صراط سے گزرتے وقت نور یعنی روشنی اور ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ جلدی یا  
 جانا نصیب ہوگا۔ مگر درود شریف کا تارک ان برکتوں سے محروم ہے۔  
 درود شریف پڑھنے والے سے مسلمان محبت کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اس  
 کو آپ کے ساتھ مصافحہ یعنی ہاتھ ملانا نصیب ہوگا۔ خواب میں آپ کا دیدار  
 نصیب ہوتا ہے۔ فرشتے اس شخص سے محبت کرتے ہیں اس کا درود سنہری قلم  
 سے لکھتے ہیں۔ اس شخص کے لئے بھلائی کی دعا اور استغفار کرتے ہیں۔ فرشتے  
 کثرت سے درود پڑھنے والے کے گناہ لکھنے میں تین دن کا انتظار کرتے ہیں



کہ شاید توبہ کرے۔ لوگ اُس کی غیبت سے ڈرک جاتے ہیں۔ قیامت کے دن عرشِ عظیم کے صایہ میں ہوگا۔ تراؤد پر اس کی نیکیاں بھاری ہوں گی۔ قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے گا۔ دنیا و آخرت کی بہتری سمجھ میں آتی رہتی ہے (مدارج النہوت ص ۱۸۷)

سوال :- درود شریف پڑھنا افضل ہے یا قرآن کریم کی تلاوت ؟

جواب :- تلاوتِ عالمگیری ص ۱۹ میں ہے جن وقتوں میں نماز پڑھنا منع ہے ان وقتوں میں تلاوتِ قرآن کی بجائے درود شریف دعا اور تسبیحات وغیرہ عام وظائف افضل ہیں۔

## فصل دسویں۔ درود شریف کا آپ کو کس طرح پتہ چلتا ہے؟

(نوٹ) یہ فصل شفاء شریف اور شرح شفاء مولا علی قاریؒ سے لیا گیا ہے۔ شفاء شریف میں اس مضمون کا ایک بیان ہے وہ پورا پورا یہاں درج کیا جاتا ہے۔  
فَصَلِّ لِيْ تَخْصِيْصِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبْلِيْغِ صَلَوةِ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت سے یہ شرف اور بزرگی حاصل ہے کہ جو شخص آپ پر درود اور سلام پڑھتا ہے آپ کو اس کی خبر پہنچ جاتی ہے، بھائی مسلمانو! ہر زمانہ میں علماء اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ تبر شریف پر درود اور سلام آپ خود سنتے ہیں، اور دُور سے پڑھنے والوں کا درود اور سلام آپ کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ یہ دونو باتیں آپ کے لئے خصوصی نشان اور معجزہ ہیں کیونکہ آپ کے سوا یہ دونو باتیں کسی نبی دلی کو حاصل نہیں ہیں۔ یہی بات صحیح

حدیثوں سے ثابت ہے مگر حاضر ناظر کہنے والے ہر مسئلہ میں غالی ثابت ہوئے ہیں، اور ان لوگوں نے یہ نیا عقیدہ گھڑا ہے کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور جو شخص جہاں بھی درود اور سلام پڑھتا ہے آپ اس کو خود سنتے ہیں۔ اب یہ انصاف کرنا آپ لوگوں کا کام ہے کہ حدیث شریف میں کیا عقیدہ بیان ہوا ہے اور یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں۔ اس فصل میں شفاء شریف کا پورا بیان لکھ دیا ہے۔ غور سے پڑھئے۔

حدیث ۱۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے میرا اللہ میری روح مجھے واپس دیتا ہے تو میں اسے وعلیک السلام کہتا ہوں یہ حدیث ابو داؤد مسند امام احمد بن حنبل اور بیہقی میں ہے۔ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ آپ قبر شریف میں زندہ ہیں۔ پھر روح واپس کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ملاً علی قاری فرماتے ہیں ”ابن حجر نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ بولنے کی طاقت بخشے ہیں تو میں وعلیک السلام کہتا ہوں۔ قاضی نے کہا ہے کہ آپ کی روح مبارک ہر وقت بارگاہ الہی کی طرف متوجہ ہے سلام کا جواب دینے کے لئے خداوند تعالیٰ آپ کو ادھر متوجہ کرتے ہیں۔ ابن الملک نے کہا ہے روح واپس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو خبر دیتے ہیں فلاں شخص نے آپ پر درود و سلام پڑھا ہے۔“ مرقاۃ ص ۶ تقریباً شرح شفاء میں بھی یہی مضمون ہے ص ۱۶۲

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں یوں لکھا ہے ”روح واپس آنے کا مطلب بار بار جدا ہو کر واپس آنا نہیں ہے۔ بلکہ عالم برزخ کے حالات سے ادھر متوجہ ہونا مراد ہے۔ بلکہ سنت الہی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روح موت چکھنے کے بعد واپس کر دی

جاتی ہے اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ سلام کا جواب کیا صرف  
 قبر شریف کے زاثرین کو ملتا ہے یا تمام سلام پڑھنے والوں کو جو التَّحِيَّاتِ  
 وغیرہ میں پڑھتے ہیں۔ ظاہر بات تو یہی ہے کہ سب کو ملتا ہے۔ لیکن فرق  
 یہ ہے کہ :- اَلَا اِنَّكُمْ سَلَامُ زَاثِرًا رَا بِنَفْسِ شَرِيفِ بے واسطہ سماع کند  
 و بر دیگران بوساطت ملائکہ سیاحین بود ص ۱۳۷

ترجمہ :- مگر فرق یہ ہے کہ جو لوگ قبر شریف پر زیارت کے لئے آئے ہوں،  
 ان کا سلام آپ کسی درمیانی شخص کے بتائے بغیر سنتے ہیں اور سلام کا  
 جواب دیتے ہیں اور دوسرے لوگوں کا سلام آپ کو ان فرشتوں کے  
 ذریعہ سے پہنچتا ہے جو اس مقصد کے لئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں کہ  
 جہاں کوئی شخص سلام پڑھتا ہو اس کا سلام حضور کی خدمت میں پہنچائیں  
 ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے  
 گا میں اسے سُن لوں گا اور جو شخص دُور سے پڑھے گا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا  
 مولا علی قاری شرح شفاء میں اس جگہ فرماتے ہیں قبر شریف کے پاس پڑھنے والے  
 کا درود آپ بغیر واسطہ کے سنتے ہیں، یعنی درمیان میں کوئی شخص پہنچانے والا  
 نہیں ہوتا اور جو شخص دُور سے پڑھے مجھے اس کا درود فرشتے پہنچادیں گے ص ۱۴۲  
 ۳۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ساری زمین پر سیر کرتے رہتے ہیں جو مجھ کو میری اُمت  
 کا سلام پہنچاتے ہیں۔ حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ  
 يَبْلَغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ۔ یہ حدیث سنائی ص ۱۴۳ مسند دارمی ص ۳۷۳  
 مشکوٰۃ شریف ص ۸۶ البدایہ والنتہایہ ص ۵۱ میں آئی ہے۔ علامہ عزیزی فرماتے

ہیں یہ حدیث صحیح ہے السراج المیر <sup>ص ۵۱۸</sup> تقریباً اسی مضمون کی روایت حضرت  
 اوس بن اوس سے بھی آئی ہے جو ابو داؤد شریف <sup>ص ۱۹۵</sup> دارمی <sup>ص ۱۹۵</sup> ابن ماجہ  
 شریف <sup>ص ۱۵۱</sup> نسائی شریف <sup>ص ۱۵۱</sup> مستدرک حاکم <sup>ص ۲۷۸</sup> میں موجود ہے۔ امام حاکم،  
 اور علامہ ذہبی نے کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے علی شرط البخاری۔ امام ابن خزیمہ  
 ابن حبان دارقطنی اور زوی بھی اس کی تصحیح کرتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر  
<sup>ص ۵۱۲</sup>۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت ابو درداء <sup>ص ۳</sup> سے بھی آئی ہے۔  
 علامہ علی قاری فرماتے ہیں **هَذَا فَخْصٌ مِنْ بَعْدِ عَنْ حَضْرَةِ**  
**هَرَقَلَةَ الْمَنْوُورِ** یعنی فرشتوں کا درود و سلام پہنچانا صرف ان لوگوں کے لئے  
 ہے جو روضہ شریف سے دور ہیں۔

بھائی مسلمانو! انصاف شرط ہے یہ حدیث کتنی معتبر اور پکی ہے اور بڑی بڑی  
 معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ دو جہان کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات  
 بیان فرمائی ہے اس کو چھوڑ کر اپنے پاس سے ایک جھوٹا عقیدہ بنا لینا جس کی  
 نہ جڑ ہے نہ بنیاد۔ نہ کہیں لکھا ہے، نہ اس کا کوئی ثبوت ہے، کتنا ظلم اور کتنا جھوٹ  
 ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ ماننا اور جھوٹ پر یقین کرنا  
 خالص شیطان کی تابعداری ہے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ کوئی ایک حدیث مندر کیا  
 کسی معتبر کتاب سے دکھا دیں جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ میں  
 ہر شخص کا درود اور سلام خود سنتا ہوں۔ جو لوگ ایسی پکی اور معتبر حدیثوں کی پروا  
 نہیں کرتے اور اپنی بنائی ہوئی باتوں پر ایمان لاتے ہیں یہ شیطان کے شاگرد  
 ہیں۔ شیطان ہمیشہ ایسے ہی پھندوں میں لوگوں کو پھالتا ہے۔ یہودی اور نصرانی

اسی طرح گمراہ ہوئے ہیں۔

۴۔ ہر جمعہ کے دن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سلام پڑھو۔ کیونکہ وہ سلام ہر جمعہ کے دن لایا جاتا ہے۔ مولا علی قاری فرماتے ہیں یہ روایت نامعلوم ہے لیکن یہ روایت موجود ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھو کیونکہ میری امت کا درود جمعہ کے دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پس جس نے زیادہ درود شریف پڑھا وہ درجہ میں مجھ کو قریب ہوا۔

۵۔ ایک روایت میں ہے جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے جب وہ فارغ ہوتا ہے۔

مولا علی قاری شرح میں فرماتے ہیں جمعہ کے دن اسی وقت آپ کو پیش کیا جاتا ہے لیکن دوسرے دنوں کا درود شریف جمعہ کو پیش ہوتا ہے، تم جہاں بھی ہوا کرو مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پہنچ جاتا ہے۔ مولا علی قاری شرح میں فرماتے ہیں یعنی فرشتوں کے ذریعے سے پہنچتا ہے۔

۷۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جو درود اور سلام پڑھتا ہے وہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ حضرت مولا علی قاری نے شرح شفاء میں اس طرح ضبط کیا ہے: **إِلَّا بِلَغْه**۔ بعض نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا نام بھی آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

۹۔ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تو مسجد میں جلتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پر سلام پڑھ۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے میرے گھر کو یعنی قبر شریف کو عید نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا۔ اور مجھ پر درود پڑھو جہاں بھی ہو (دور یا نزدیک) کیونکہ تمہارا درود شریف مجھے پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو گے۔

۱۰۔ حضرت اوس کی حدیث میں ہے جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود شریف میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ۔

۱۱۔ سلیمان بن شحیم فرماتے ہیں مجھے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو روضہ شریف پر زیارت کے لئے آتے ہیں پس آپ پر سلام پڑھتے ہیں کیا آپ کو ان کے سلام کا پتہ چلتا ہے؟ فرمایا ہاں اور میں ان کو سلام کے جواب میں وعلیکم السلام بھی کہتا ہوں۔

۱۲۔ ابن شہاب کہتے ہیں ہمیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے روشن رات اور روشن دن یعنی جمعہ اور جمعہ کی رات میں مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ دو تمہارے درود کو مجھ تک پہنچاتے ہیں، اور زمین انبیاء علیہم السلام کے جسم نہیں کھاتی اور جو مسلمان مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو اٹھا کر مجھ تک پہنچا دیتا ہے اور اس شخص کا نام لیتا ہے یہاں تک کہ یہ بھی بتاتا ہے کہ فلاں شخص نے ان لفظوں سے درود پڑھا ہے، بھائی مسلمانو! یہ سب روایتیں شفاء سے لی گئی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک بہت معتبر کتاب ہے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کا دین

ایمان صرف اس بات پر ہونا چاہئے جو حدیث صحیح سے ثابت ہو، اور جو بات قرآن حدیث میں موجود ہو اس کو چھوڑ کر اپنی انکل سے اپنے عقل اور قیاس سے مسئلے بنانا کتنا ظلم ہے؟ دین کے ساتھ کتنی بے انصافی ہے۔ افسوس کہ ایسی صاف ہدایت اور بزرگان دین کی صاف صاف تعلیم کو چھوڑ کر جھوٹے قصے اور کہانیوں پر تسلی کر لیتے ہیں۔ اب یہ سوچو کہ بریلوی حضرات نے یہ عقیدہ کس طرح قائم کر لیا کہ ہر شخص جس جگہ بھی درود اور سلام پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں۔ ان کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ چونکہ آپ عالم الغیب ہیں ہر ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں اس لئے درود شریف کا آپ کو ضرور پتہ چلتا ہوگا

جواب :- قرآن کریم، حدیث شریف، فقہ حنفی اور بزرگان دین میں سے کسی شخص نے بھی آپ کو عالم الغیب نہیں کہا۔ اگر کسی نے کہا ہو تو ہم کو بتادیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوئی اتیج بیج نہ ہو، صاف یہ لفظ دکھائیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں بس اسی بات پر فیصلہ ہو جائے گا اگر آج تک کسی بزرگ نے بھی یہ نہیں کہا تو یہ لوگ خدا کا خوف کریں، نئے نئے مسئلے کیوں نکالتے ہیں۔ چلو یہی لفظ دکھا دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطائی طور پر عالم الغیب ہیں اور نہ دکھائیں اور قیامت تک نہ دکھائیں گے جس کا دل چاہے ان سے پوچھ لیوے۔ اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے تو خدا کا خوف کریں۔ مسلمان قوم کو کیوں جھوٹی باتوں پر پریشان کرتے ہیں۔

۲۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ آپؐ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اس لئے آپؐ ہماری ہر ایک بات سنتے ہیں درود شریف کیوں نہیں سنتے؟

جواب:- صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپؐ نے فرمایا قبر شریف پر حاضر ہونے والے کا درود اور سلام میں خود سن لوں گا اور دُور سے پڑھنے والے کا درود اور سلام مجھ کو فرشتے پہنچانے والے مقرر ہیں۔ اب بریلوی حضرات صرف یہ بتائیں کہ اللہ کے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ان لوگوں کو یقین کیوں نہیں آتا؟ کیا آپؐ کی حدیث معاذ اللہ جھوٹی ہے؟ اور ان لوگوں کا عقیدہ سچا ہے؟ اگر حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ موجود حاضر ناظر ہوتے اور ہر شخص کا درود اور سلام سنتے ہوتے تو آپؐ اس بات کو فرمادیتے۔ اتنی بڑی بات کو آپؐ نے کیوں چھپایا؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ جی کہ چھپائیں اور غلط بات کو ظاہر فرمادیں؟ پھر آپؐ اگر ہر جگہ حاضر ہوتے تو یوں فرماتے۔ میں خود بھی دُور کا درود شریف سن لیتا ہوں اور فرشتے بھی پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث کے برخلاف عقیدہ رکھنا کتنا بُرا ہے مگر ان کو کچھ بھی خیال نہیں آتا۔

۳۔ تیسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ جب ہر بات سنتے ہیں اور ہر جگہ موجود ہوتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ حاضر و ناظر ہوں گے، اس کی دلیل تو کوئی نہیں لیکن ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پیر بر وقت مرید کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ مولیٰ احمد رضا خاں صاحب نے ملفوظات حقہ دوم ص ۲۲ پر لکھا ہے کہ پیر اپنے مرید اور اس کی بیوی کی تنہائی بھی دیکھتا ہے، اور کسی وقت اپنے مرید سے جُدا نہیں ہوتا۔



جواب :- حضرت امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کتببات شریف دفتر اول مکتوب ۱۰۷  
 میں اس عقیدہ کو گمراہی فرماتے ہیں۔ ایسے گمان کو ناسد گمان قرار دیتے ہیں  
 اور اسے اِنَّ بَعْضَ النَّظَرِ اِثْمٌ میں داخل فرماتے ہیں۔ عبارت کا مفہوم  
 یہ ہے۔ شیطان کے القاء سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے جب کہ انبیاء میں  
 القاء شیطانی تصور کیا جاسکتا ہے بلکہ واقع ہوا ہے تو اولیاء میں بطریق  
 اولیٰ شیطان کا القاء ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو شیطان کی بات  
 سے بانجیر کر دیا جاتا ہے اور باطل کو حق سے جدا کر دیا جاتا ہے.....  
 اور اولیاء میں یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ان کو شیطان کے القاء سے ضرور بانجیر  
 کیا جائے۔ کیونکہ ولی نبی کے تابع ہیں۔ ولی اپنے نبی کی شریعت سے دریافت کرتا  
 لیکن جن باتوں سے شریعت خاموش ہو ولی کے لئے حق اور باطل میں قطعی  
 امتیاز کرنا مشکل ہے کیونکہ ولی کا الہام قطعی چیز نہیں ہے بلکہ ظنی ہے.....  
 جاننا چاہئے کہ ولی کے کشف کا غلط ہونا صرف شیطان کے دخل پر ہی ہوتا  
 نہیں ہے بلکہ کئی دفعہ خیال کی قوت میں جھوٹے مسائل نظر آتے ہیں مگر شیطان  
 کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ خواب میں آنحضرت صلی  
 علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں اور غلط مثلے سیکھ لیتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں  
 اس صورت میں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ شیطان آپ کی صورت بنا سکتا ہے  
 کیونکہ علماء کا فیصلہ یہی ہے کہ شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت  
 نہیں بنا سکتا کسی طرح سے بھی۔ پس اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ یہ  
 قوت متخیلہ کی غلطی ہے..... سمجھ لو کہ ولی ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ

کے اخلاق حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو کچھ ایسی صفتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو خداوند تعالیٰ کی صفوں سے نسبت رکھتی ہیں۔ لیکن وہ مناسبت (صرف) نام میں ہوتی ہے اور وہ شراکت صفات کے عموم میں ہوتی ہے، نہ کہ خاص معنوں میں کہ یہ محال ہے اور ناممکن ہے۔ خواجہ محمد پارسا اللہ کے اخلاق حاصل کرنے کے بیان میں فرماتے ہیں اللہ کی ایک صفت مِلک ہے جس کے معنی ہیں سب لوگوں پر تصرف۔ جب مالک اپنے نفس پر قابو پائے اور دلوں پر تصرف کرے تو اس میں بھی یہ صفت پیدا ہو گئی۔

دوسری صفت سَمِیع ہے جس کے معنی سننے والا ہیں جب اللہ کی راہ میں چلنے والا حق کی بات ہر شخص سے خوش ہو کر سنتا ہے اور غیب کے راز سنتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو گیا۔

تیسری صفت بَصِیر ہے۔ بصیر کے معنی دیکھنے والا۔ جب مالک دنیاوی کے نور سے اپنے غیب دیکھنے لگے اور دُوروں کو اپنے سے بہتر سمجھے تو اس میں بھی یہ صفت پیدا ہو گئی۔ اللہ کی ایک صفت فَحِیْ ہے جس کے معنی ہیں، مردوں کو زندہ کرنے والا۔ جب اللہ کی راہ میں چلنے والا چھوڑی ہوئی، اور مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے پر کھڑا ہو جاتا ہے تو یہ صفت اُس میں بھی پیدا ہو گئی۔ اللہ کی ایک صفت مَحِیْت ہے یعنی مارنے والا۔ جب اللہ کا بندہ بدعتوں کو مٹاتا اور مارتا ہے تو اس میں بھی یہ صفت پائی گئی۔

عوام الناس نے اللہ کی صفات حاصل کرنے کا معنی دوسرے رنگ میں سمجھا ہے۔ لازماً گمراہی کے جنگل میں جا بیٹھے ہیں اور خیال کرتے ہیں، کہ

اولیاءِ مُردہ جسم کو زندہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ اکثر غیب کی چیزیں اولیاءِ اللہ پر کشف ہو جاتی ہیں اور ایسی ایسی باتوں کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ جیسا کہ ظاہر ہے فاسد گمان ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:

بعضے گمان گناہ ہیں۔

بھائی مسلمانو! حضرت امام مجدد الف ثانی (رح) کی اس عبارت میں کہنی باتیں معلوم ہوئیں غور سے پڑھئے۔

الف :- شیطان انبیاء اور اولیاء پر اپنی باتیں ڈال دیتا ہے۔ فرق انما ہے کہ پیغمبروں کو وحی سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ بات شیطانی ہے جیسا کہ سورہ حج میں ارشاد ہوتا ہے **فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ** ترجمہ :- شیطان کی ڈالی ہوئی بات کو خداوند تعالیٰ ہی کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ لیکن اولیاء کے پاس وحی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس لئے اولیاء اپنے نبی کی شریعت سے شیطانی بات کو سمجھ جاتے ہیں اور بعض باتیں جو شریعت میں واضح نہیں ہیں ان میں اولیاء اللہ غلطی پر رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کا کشف اور ابہام یقینی چیز نہیں ہے۔ نبی کی تعلیم یقینی چیز ہے۔

(ب) کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کا کشف غلط ہو جاتا ہے۔ مگر اس میں شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے تشبیل یعنی تصور اور خیال کی قوت میں غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مولود کی محفلیں کرانے والے لوگ بدعات سے پرہیز نہیں کرتے کئی دفعہ ان کو خواب میں ایسا خیال اور تصور قائم ہوتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی یا کسی بزرگ کی

اور کوئی خلاف شریعت بات اُن سے بیکھ لی۔ جاہل اس پر پکے ہو جاتے ہیں کہ ہم کو خدا میں یہ پیغام ملا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ دلاں شیطان کا دخل بھی نہیں ہوتا۔ اپنے دماغی تصور اور تخیل کی کارستانی ہوتی ہے۔ اور وہ شخص اپنے خواب میں خیال اور تصور کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ یاد رکھو کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ بہت بڑی بلند نعمت ہے جو صحیح عقیدہ کے ہوا کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تشریح حضرت امام مجددِ رح نے مکتوبات شریف دفترِ اول ص ۲۷۳ تا ۳۵۱ پر بیان فرمائی ہے۔

(ح) حدیث شریف میں آیا ہے تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ ترجمہ۔ اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

اللہ کے اخلاق کیا ہیں؟ اُس کے صفتی نام جو حدیثوں میں آئے ہیں، ان صفتوں کو جتنا ہو سکے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہمارا کام ہے، بزرگی اور قبولیت کا طریقہ یہی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے اخلاق سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔ پھر کابین اولیاء اللہ میں درجہ بدرجہ یہ صفات اور اخلاق پائے جاتے ہیں۔ مدارج ص ۱۵۲

ان اخلاق اور صفات کو پیدا کرنے کا مقصد بندگی کی تکمیل کرنا ہے۔ یہ طریقہ خدا بننے کا نہیں ہے۔ اللہ کی صفت جس طرح اللہ کی شان کے لائق ہے بندہ میں ہرگز ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ ورنہ انسان بھی خدا بن جائے۔ بلکہ اس کی صفات کا عکس یا پرتو۔ جس طرح سورج کی روشنی زمین پر پڑتی ہے تو اس روشنی کو سورج نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح بندہ پر اللہ کے کاموں کی روشنی پڑتی ہے تو اس کو اللہ

کی صفات سے ایک قسم کا تعلق اور نسبت پیدا ہو جاتی ہے اس کو تخلق اور اتصاف کہتے ہیں یہ تعلق اور اتصاف بندوں کو حاصل ہو جاتا ہے اور یہ قرب الہی کی دلیل ہے نہ کہ خدا بننے کی۔ اس تمہید کے بعد خواجہ محمد یار ما کا قول جو حضرت امام مجدد رحمہ نے بیان کیا ہے غور سے پڑھئے۔ اللہ کی صفت ہے سمیع اور بصیر یعنی ہر وقت ہر بات کو سننے والا، اور ہر وقت ایک نظر سے ہر چیز کو دیکھنے والا۔ یہ صفت قرآن کریم کی سورہ دہر میں انسان کو بھی بخشی گئی ہے فَجَعَلْنَا سَمِيعًا بَصِيرًا ترجمہ: ہم نے انسان کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا۔ لیکن کہاں انسان کا دیکھنا سنا اور کہاں خدا کا دیکھنا سنا۔ پھر اولیاء اللہ بھی سمیع ہیں اس طرح، کہ حق کا کلمہ سن سکتے ہیں اور بصیر ہیں اس معنی سے کہ اپنے نفس کے عیبوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ تو مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرتے ہیں۔ اس مناسبت سے وہ بھی اس صفت سے متصف ہیں۔ یعنی اس صفت الہی سے تعلق رکھتے ہیں کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ خداوند تعالیٰ بھی زندہ کرنے والا ہے اور اولیاء اللہ بھی زندہ کرنے والے ہیں اس لئے درنو ایک ہیں یا دونوں کی ایک صفت ہے، یا دونوں کا نام ایک ہے۔ خداوند تعالیٰ کا نام ہے مہیت مارنے والا زندوں کو، جانداروں کو، ہر چیز کو فنا کرنے والا ادھر اولیاء اللہ چونکہ بدعت کو فنا کرتے ہیں اور مارتے ہیں تو وہ بھی اللہ کے اخلاق سے متعلق یا متصف ہیں۔ مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کی اس صفت کی ایک جھلک ان میں بھی ہے نہ یہ کہ اللہ کا مارنا اور اولیاء اللہ کا مارنا ایک جیسا

اس لئے یہ تاعدہ یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں کہیں خداوند تعالیٰ کا کوئی نام کسی بندہ کو بلا ہے، اُس بندہ میں وہ صفت جو خداوند تعالیٰ کی ذات میں ہے ہرگز ہرگز ذرہ برابر بھی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اس کا پرتو اور عکس پایا جاتا ہے۔ جس طرح سورج کا عکس زمین پر پڑتا ہے۔ صرف اس نسبت اور تعلق کی وجہ سے وہ نام بندہ پر بولا جاتا ہے لفظ وہی ہے اور حقیقت وہ نہیں ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو، کہ قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ کے جو نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولے گئے ہیں ان کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہی لفظ روٹ، رحیم، عزیز وغیرہ جب خداوند تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا تو اس کی حقیقت اور ہے اور جب حضور علیہ السلام پر بولا گیا تو وہ اللہ کی صفت نہیں ہے، بلکہ اللہ کی صفات کا پرتو ہے۔ واضح عیاں نے شفاء شریف میں جہاں یہ ناموں کی بحث لکھی ہے اس کے آخر ایک فصل میں یہ سارا مسئلہ پوری طرح واضح کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

”اللہ تعالیٰ کے بعض نام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید میں بولے گئے ہیں۔ اس وجہ سے کوئی کمزور دہم والا بیمار سمجھ والا (بریلوی) یہ نہ سمجھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اللہ کی صفاتوں جیسی ہیں۔ بلکہ یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بزرگی۔ بڑائی، بادشاہی اور اچھے ناموں بلند صفاتوں میں کسی چیز سے مشابہ یعنی بلتا جلتا نہیں ہے، اور کوئی چیز اس جیسی نہیں کہی جاسکتی۔ اور بعض لفظ جو شریعت میں خالق اور مخلوق دونوں پر بولے گئے ہیں تو درحقیقت حقیقی اور اصلی معنی کی وجہ سے خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی

صفتیں اور ہیں، مخلوق کی صفتیں اور ہیں۔ پس جس طرح اس کی ذات کسی ذات جیسی نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی صفتیں بھی کسی مخلوق کی صفتوں جیسی نہیں ہیں۔ کیونکہ مخلوق کی صفتیں کمزوریوں اور عروضوں سے خالی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے لیس کچھ شے اس کی دلیل ہے۔ حضرت واسطی رحم نے اس نکتہ کو خوب بیان فرمایا ہے اور یہی ہمارا مطلب ہے۔ فرمایا: اللہ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں ہے اور اللہ کے ناموں جیسا کوئی نام نہیں ہے۔ اللہ کے کاموں جیسا کسی کام نہیں ہے۔ اللہ کی صفت جیسی کسی کی صفت نہیں ہے فقط وہ لفظ ان لفظوں سے موافق ہیں۔ اور یہ سب اہل سنت والجماعت

کا مذہب ہے، شفاء شریف ص ۱۵۶

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں یہ سارا بیان شفاء شریف کا فارسی ترجمہ کر کے لکھا ہے اور آخر میں فرماتے ہیں۔ اس کلام اصل اصول دین است۔ یعنی یہ کلام دین کا بہت بڑا اصول ہے۔ مدارج ص ۱۵۲ زیادہ وضاحت کے لئے حضرت شیخ عبدالحق رحم کی ایک اور عبارت دیکھ لیجئے ” وہ جو کہتے ہیں کہ بندہ اللہ کی صفتوں سے مؤثف ہو جاتا ہے اور اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بندہ میں خاص اللہ کی صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں ہرگز نہیں۔ یا بندہ کی صفتیں اللہ کی صفتوں جیسی بن جاتی ہیں۔ اس لئے کہ مثل وہ چیز ہوتی ہے جو ہر وجہ سے اس کے ساتھ شریک ہو اور خداوند تعالیٰ کی شان ہے لیس کچھ شے

کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے کچھ روشنی اللہ کی صفوں سے جو بندہ کے حال کے مناسب ہو وہ اس پر پڑ جاتی ہے۔ اس وجہ سے یہ نام بندہ پر بولا جاتا ہے اور حقیقت میں خالق اور مخلوق کے درمیان کچھ بھی شراکت نہیں ہے سوائے اس کے کہ ایک لفظ دونوں پر بولا گیا۔ مثلاً رحمت قدرت عزت جو اللہ کی صفیں ہیں ان کی حقیقت اور ہے اور جو بندہ میں پیدا ہوتی ہیں وہ اور ہیں تخلق یعنی اللہ کے اخلاق دیکھنا یہ صفاتی ناموں میں ہو سکتا ہے، ہم اللہ میں نہیں ہو سکتا اور تعلق تمام ناموں سے ہو سکتا ہے، اشعۃ اللمعات ص ۲۰۲

اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تمام پاک ناموں کے ساتھ تخلق کا طریقہ بتایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: **الْمَلِكُ** بادشاہ جس کے قبضہ میں دونوں جہان ہیں یہ تو اللہ کی صفت ہوئی اور اس نام پاک کے ساتھ تخلق کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس، قلب اور بدن کی حکومت میں تصرف کرے اور ٹاکھ پاؤں کو حکم شرع پر پابند رکھے۔ اسی طرح **الْعَزِيزُ** اللہ کا نام ہے اس کے معنی ہیں زبردست طاقتور بے مثل۔ اور تخلق در اخصاف اس نام سے یہ ہے کہ نفس کی خواہشوں پر بندہ غالب آئے۔

اسی طرح **الْجَبَّارُ** اللہ کا نام ہے اس کا معنی ہے شکتہ چیز کو باندھنے والا زبردستی کرنے والا وغیرہ۔ اس نام کے ساتھ تخلق یہ ہے کہ اپنے نفس کی کمی کو پورا کرے۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الاسماء)

بھائی مسلمانو! معلوم ہوا کہ تخلق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ کے کام بندہ کرنے



نک جاتا ہے، بلکہ تخلق اور اتصاف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں سے  
 بچہ جھڈک جو بندہ کے حال کے مناسب ہو بندہ پر پڑ جاتی ہے اور بندہ کو اس صفت  
 سے نسبت اور تعلق عمومی پیدا ہوتا ہے نہ کہ خاص وہ صفت بندہ میں پیدا ہو جاتی  
 ہے۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان زمین  
 کا خالق کہنے سے بھی نہ ملے۔ الا من والی ضلھا

مدارج النبوت کے شروع میں اس عبارت پر غور کیجئے۔

» اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے تمام صفتی ناموں سے متخلق اور  
 متصف ہیں۔ اس کے باوجود بعض اللہ کے نام آپ کو بطور نام دئے  
 گئے ہیں۔

یعنی خداوند تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ آپ کو تخلق تو حاصل ہے۔ لیکن اللہ  
 کے سب نام آپ پر نہیں بولے جاسکتے۔ اور جو نام اللہ کے آپ کو بھی بطور نام  
 عطا ہوئے ہیں۔ ان میں صرف لفظی شراکت ہے۔ حقیقت اللہ کے ناموں کی اور  
 ہے، آپ کے ناموں کی اور ہے۔ مثلاً رحیم خداوند تعالیٰ بھی ہے اور آپ بھی  
 ہیں۔ لیکن جو رحمت اللہ کی صفت ہے وہ آپ کو حاصل نہیں ہے۔ اور جو آپ  
 کو حاصل ہے وہ اللہ کی شان کے لائق نہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے  
 گا کہ رحیم ایک لفظ ہے جس کے دو الگ الگ معنی ہیں۔

اور مثال لیجئے۔ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہیں۔ یعنی ہر پوشیدہ چیز کو جانتے ہیں  
 اس کے ساتھ تخلق اور اتصاف تو یہ ہو گا کہ بندہ چھپ کر بھی گناہ نہ کرے،  
 لیکن تخلق یہ نہیں ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب ہی کہنا شروع

کہ دیں۔ اللہ کا نام تو آپ پر وہی بولا جائے گا۔ جس نام سے اللہ نے آپ کو نام فرمایا۔ عالم الغیب کہنے والے غور فرمادیں۔

تخلیق کے معنی تو یہ ہیں۔ چنانچہ امام مجددؑ کی عبارت میں آپ نے پڑھ لیا، کہ خداوند تعالیٰ کا نام ہے زندہ کرنے والا، اور اس نام کے ساتھ تخلیق یہ ہے کہ سنت زندہ کی جائے۔ مگر عوام جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ مردے زندہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے ناموں سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ اور آخری بات تو حضرت مجددؑ نے کیا خوب فرمائی کہ عوام الناس جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی اکثر چیزیں اولیاء اللہ کو کشف سے نظر آ جاتی ہیں۔ یہی مہیبت ہے جس میں گیا رہیں والے مبتلا نہیں۔ حضرت پروردگار اور تمام اولیاء اللہ کو ہر وقت حاضر ناظر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ہر وقت پکارتے ہیں۔ لیکن حضرت امام مجددؑ نے بات کتنی صاف کر دی کہ یہ خواب اور فاسد گمان ہیں اور یہ گمان رکھنا گناہ ہے۔ حضرت امام مجددؑ کے زمانہ میں تو یہ بات گمان اور شک کے درجہ میں تھی اور عوام جاہلوں کا گمان تھا۔ آج یہ بات گمان سے گزر کر عقیدہ اور یقین بن چکی ہے۔ حضرت امام مجددؑ یہ تو مانتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو کشف ہو جاتا ہے لیکن یہ گمان بھی بڑا ہے کہ اکثر چیزوں کا اولیاء کو کشف ہوتا ہے۔ اب تو یہ عوام جاہل اور بھی آگے بڑھ گئے اور کشف کی بجائے خود اولیاء کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنے لگ گئے۔ اب کشف کا کیا جھگڑا ہے، اب تو حاضر ناظر کی بحث چلی ہے۔ ہر شخص اپنے پروردگار کو حاضر ناظر سمجھتا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب ملفوظات حصہ دوم ص ۶۶ پر ایک شرمناک واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک بزرگ کی زبانی بیان کرتے ہیں پیر اپنے مرید سے کسی وقت جدا نہیں ہوتا۔

خدا کے لئے ذرا غور کیجئے امام مجددؑ کے زمانہ تک بات کتنی بگڑی تھی اور بعد میں کتنی بگڑی اور دن بدن کتنی بگڑ رہی ہے۔ یہ بات اس لئے وضاحت سے بیان کی گئی کہ بریلوی حضرات نے حاضر ناظر عالم الغیب کہنا شروع کر دیا ہے، اور بشریت کا بھی اسی وجہ سے انکار کرنے لگ گئے ہیں کہ جب اللہ کے بعضے نام آپ کے نام ہیں تو پھر آپ بشر کیوں ہوں اور حاضر ناظر کیوں نہ ہوں، ۴۔ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ سے درود اور سلام پڑھنے والوں کا درود اور سلام خود سنتے ہیں ان کی جو تھی دلیل یہ روایت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر پر ایک فرشتہ قیامت تک کھڑا رہے گا جس کو اللہ نے تمام مخلوق کے کان دے دیئے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ سن کر مجھے پہنچا دیتا ہے۔ چونکہ فرشتہ سن لیتا ہے اس لئے آپ تو ضرور سنتے ہوں گے۔ کیونکہ آپ تو تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔

جواب:- عجیب بات ہے، حدیث کے لفظ تو یہ ہیں فرشتہ سن کر مجھے پہنچاتا ہے۔ مگر یہ لوگ اُلٹ مطلب نکالتے ہیں کہ آپ خود سن لیتے ہیں۔ اتنی بات اپنی اٹکل اور قیاس اور زیادہ کر لیتے ہیں۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ آپ کی شان ساری مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ جتنے کام سب فرشتہ کرتے ہیں وہ آپ بھی کرتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے نبیوں کے پاس وحی لاتے تھے۔ ملک الموت رُوحیں قبض کرتا ہے۔ حضرت اسرافیل صور پھونکنے پر مقرر ہیں۔ کیا یہ سب کام ہمارے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی

کہتے ہیں؟ پھر یہ کس طرح معلوم ہوا کہ فرشتہ جو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے جو کام وہ کرتا ہے وہی کام آپ بھی کرتے ہیں۔ انصافیت کا میاں فضل گلی ہے، اور وہ صرف آپ کو حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت امام مجدد الف ثانی مکتوب ۱۹۲ء میں فرماتے ہیں:- تجویز نمودہ اند کہ اگر..... الخ

ترجمہ:- چھوٹی چھوٹی باتوں میں اگر دوسرے لوگوں کو انبیاء پر فضیلت حاصل ہو تو برج نہیں ہے۔ بلکہ یہ واقع ہے۔

اور قاعدہ اس کے متعلق یہ ہے کہ جو مخلوق جس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے اُسے اپنی ضرورت کے مطابق اعضا اور آلات بخشے گئے ہیں۔ اسی قسم کا علم اور سمجھ دی جاتی ہے۔ وہ فرشتہ فقط درود شریف سننے کے لئے پیدا ہوا ہے اس کے پاس فقط اتنی ہی قوت ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا ہوا ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جتنی قوتیں خادم کے پاس ہیں وہ ساری مزدوم اور آقا کے پاس بھی ہوں۔ لیکن سرداری تو ہر حال میں آقا کی ہے۔

مثال کے طور پر آپ گاڑی میں بیٹھتے ہیں انجن آپ کی خدمت کرتا ہے، لیکن کیا ضروری ہے کہ ہر مسافر کی بدنی طاقت انجن سے زیادہ ہو۔ لیکن فضیلت ہر حال میں مسافر کو حاصل ہے۔ کیونکہ انجن میں صرف ایک قوت مسافر سے زیادہ ہے اور انسان میں کئی علی علی قوتیں ہیں جو انجن میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ملک اور شیطان اپنے خاص خاص کاموں کے لئے پیدا ہوئے۔ ان کاموں کے متعلق تمام معلومات ان کو حاصل ہونا ضروری ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اس سے ہدایت کے متعلق تمام ضروری علوم آپ کو

عطا کئے گئے اور یہی آپ کی سرداری کی دلیل ہے۔ کیونکہ شریعت کے علوم تمام دنیا کے علموں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

اس کے بعد یہ بھی غور کیا جائے کہ یہ حدیث کیسی ہے۔ اس کا ایک راوی اسمعیل بن ابراہیم ابو یحییٰ مٹیہی ہے محدث ابن نمیر کہتے ہیں یہ بہت ضعیف ہے ابن مدینی کہتے تھے یہ ضعیف ہے۔ علم حدیث کے مشہور ناقد علامہ ذہبی فرماتے ہیں تمام محدثین اس کو ضعیف کہنے پر متفق ہیں (میزان الاعتدال ص ۹۹)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں تمام محدثین خاص طور پر امام بخاری، امام ترمذی، امام مسلم، امام نسائی، امام ابوحاتم، امام ابن مدینی، امام دارقطنی، امام ابوالاحمد حاکم امام ابن حبان اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب ص ۲۸۱

ایک راوی اس حدیث کا نعیم بن ضمیم ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال ص ۲۸۱ میں فرماتے ہیں بعض محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ و مثلہ فی مجمع الزوائد ص ۱۶۲ ایک راوی ابن حمیرا ہے۔ علامہ ذہبی میزان ص ۲۷۶ اس کو مجہول فرماتے ہیں یعنی نامعلوم شخص ہے۔ بتائے ایسی کمزور حدیث جس کے راوی ایسے ایسے ہیں بریلویوں کی زندگی کا سہارا ہے۔

## بریلویوں کا ایک سوال

یہ ٹھیک ہے کہ فرشتے آپ کو دُور کا دُور شریف پہنچاتے ہیں، لیکن آپ خود بھی سنتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے اپنی کتاب جاء الحق کے ص ۱۳۳ پر دلائل الخیرات کے مقدمہ کا حوالہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جو لوگ آپ سے غائب ہیں اور جو بعد میں

آئیں گے اُن کے درود شریف کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا میں اہل محبت کا درود خود سنتا ہوں اور دوسروں کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یعنی فرشتے پیش کرتے ہیں۔ فرشتے بھی پہنچاتے ہیں اور آپ خود بھی سنتے ہیں۔ جیسا کہ فرشتے بندوں کے عمل اللہ کی جناب میں پہنچاتے ہیں تو کیا زب کو خبر نہیں؟ جائد الحق ص ۱۲۱

## جواب

دلائل الخیرات کی شرح مطالع المسرات میں اس روایت کی کوئی سند نہیں لکھی جس سے روایت کا نام معلوم ہونا ظاہر ہے۔ دلائل الخیرات کی روایت کیسی ہے؟ ہم اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ روایت آپ لوگوں کو ہنگامی پڑے گی۔ اہل محبت کا درود آپ سنتے ہیں اور دوسرے کا نہیں سنتے یہ بات تو آپ نے مان لی۔ لیکن اب حاضر ناظر کا کیا بنے گا؟ سوچنا یہ ہے کہ کیا صحابہؓ حاضر ناظر پر ایمان نہیں رکھتے تھے؟ اگر صحابہؓ آپ کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے تو یہ لفظ کیوں کہتے جو لوگ آپ سے غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے۔ آج کل تو بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب نہیں ہے اور ہر جگہ ہر وقت آپ موجود ہیں۔ مگر یہ غائب کا لفظ کیا معنی دے رہا ہے۔ یہ روایت جیسی کیسی بھی ہے اس میں تو صرف اتنا ذکر ہے کہ اہل محبت کا درود میں خود سنتا ہوں۔ آپ لوگوں نے یہ مسئلہ کہاں سے بنالیا کہ ہر وقت ہر شخص کی ہر بات آپ سنتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی مثال دے کر تو مفتی صاحب نے سارا مسئلہ حل کر دیا۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کہ ہر بات کی خبر ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہر بات کی خبر ہے۔ معاف رکھنا یہی تو شکایت ہے کہ آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اس مثال نے بریلوی عقیدہ خوب

واضح کر دیا۔ بھائیو! اللہ کی شان بہت بلند ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی  
 ۵۔ پانچویں دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی مسلمان کی بوی  
 اس سے دُنیا میں لڑتی ہے تو جنت کی حُور جو اُس مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے، اس  
 کی آواز سن کر کہتی ہے۔ اپنے خاوند کو تنگ نہ کر یہ تو چند دن کے لئے تیرا بھان ہے  
 معلوم ہوا کہ جنت کی حُور اتنی دُور سے بات سن لیتی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم بھی دُور شریف سنتے ہوں گے کیونکہ سب افضل ہیں

جواب :- یہ ہیں بریلوی حضرات کے غلی دلائل۔ عقیدہ پہلے قائم کر لیا ہے، اور  
 اب جو دلائل کی ضرورت پڑی تو اندھیرے میں جو کچھ ملتا ہے لا کر پیش کر دیتے ہیں،  
 جنت کی حُور سے تو وہ مرد مسلمان بھی افضل ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوئی تو کیا  
 وہ مرد مسلمان بھی حاضر ناظر اور عالم الغیب ہو گیا۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ حدیث  
 کیسی ہے؟ اس کا پہلا راوی عبد الوہاب بن ضحاک ہے۔ مُحدث ابو حاتم کہتے  
 تھے وہ جھوٹا ہے امام نسائی کہتے تھے وہ متروک الحدیث تھا۔ امام دارقطنی  
 اس کو منکر الحدیث فرماتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک وہ صاحب خجائب  
 یعنی وہ عجیب و غریب اور غیر مشہور روایتیں بیان کرتا ہے میزان الاعتدال  
 ص ۱۱۱ امام ابو داؤد کہتے تھے وہ من گھڑت حدیثیں بناتا تھا۔ امام بیہقی کہتے  
 تھے یہ شخص متروک ہے۔ امام صالح بن محمد فرماتے تھے اس کی اکثر حدیثیں خالص  
 جھوٹی ہیں۔ امام حاکم اور ابو نعیم کہتے تھے اس نے جعلی روایتیں بھی بنائی ہیں۔  
 میزان ص ۱۱۱ تہذیب التہذیب ص ۱۱۱۔ اس حدیث کا دوسرا راوی اسماعیل  
 بن عیاش ہے اس کے متعلق امام مسلم نے صحیح مسلم شریف ص ۱۸ اور امام ترمذی نے

ترمذی شریف ص ۳۴ میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی حدیث لکھنے کے قابل نہیں ہے۔  
بتائیے ایسے راویوں کی حدیثیں بریلوی حضرات کے دین و ایمان کا سہارا ہیں۔ پھر  
اس میں بھی تو یہی لکھا ہے کہ مور جس شخص کے لئے پیدا ہوئی ہے اُس کی بریلوی کا جھگڑا  
سنتی ہے۔ بات تو اتنی ہے اس کو کدھر لٹے جا رہے ہیں۔

۶۔ علامہ ابن تیمہ جوزی مشہور محدث امام اہل حدیث نے اپنی مشہور و معروف کتاب  
جلاء الافہام فی الصلوات والسلام میں جو درود شریف اور سلام شریف کے متعلق  
جامع اور بے نظیر کتاب ہے ص ۳۷ پر طبرانی سے یہ روایت نقل کی ہے:-

حدثنا يحيى بن ايوب عن خالد بن زيد عن سعيد بن هلال  
عن ابي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
اكثروا الصلوات على يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهد  
الملائكة ليس من عبد يصلي على الا بلغني صوته

ترجمہ:- جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کر دو کیونکہ وہ حاضر و بالا دن ہے  
اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو بندہ جہاں بھی نماز پڑھے درود پڑھے مجھ کو اس کی  
آواز پہنچ جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپؐ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا میری  
وفات کے بعد بھی۔ اللہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام  
کے جسموں کو کھائے۔

جواب:- بھلا ہو اہل حدیث کے امام اور پیشوا کا جہنوں نے یہ حدیث  
بریلویوں تک پہنچا دی۔ ورنہ اب تک تو ان کے پاس اتنا سہارا بھی کہاں تھا  
اب دیکھنا یہ ہے کہ اس روایت کے راوی کینے ہیں۔ اس سند میں ایک راوی



یحییٰ بن ایوب بلائیب مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہیں۔ ان کے بارہ میں علماء حدیث نے لکھا ہے بہت غلطی کر جاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہاں وہی ہوں۔ دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں یہ بھی غیر منسوب ہیں اس نام کے کئی راویوں میں ایک کی عادت ارسال ہے مگر یہاں عنعنہ ہے اس لئے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں راوی متردک ہے اور شاید جو راوی چھوٹ گیا ہے وہ غیر متردک ہو۔ ایک راوی سعید بن ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے منقطع کہا ہے۔ یعنی یہ شخص روایات کو خلط ملط کر دیتا ہے (کلمۃ من التقریب) پھر کئی جگہ اس روایت میں عنعنہ ہے اس لئے اس حدیث کو متصل ثابت کرنے کے لئے ان راویوں کی ملاقات کا ثبوت درکار ہے۔ ورنہ یہ حدیث منقطع ہوگی دوسری طرف دیکھو تو یہ روایت یقیناً منقطع ہے کیونکہ سعید بن ہلال سنہ ۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تہذیب ص ۹۵ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وفات سنہ ۳۲ھ میں ہو چکی تھی۔ اجمالاً ص ۵۹ جب سعید بن ہلال کی ملاقات ہی ابو درداء سے نہیں ہوئی تو اس روایت کا کیا اعتبار رہ گیا۔ اور درمیان میں راوی نا معلوم ہے نہ معلوم وہ کیسا ہے؟ یہ تو اس حدیث کی روایت پر بحث تھی۔ اب اس حدیث کے متن پر غور کیجئے بَلَعَفَى صَوْتَهُ عربی زبان کا نہایت بھدا بھلا ہے ہمارے ماں تو یہ کہتے ہیں کہ اس کی آواز مجھے پہنچ گئی۔ مگر عربی فصیح میں اس موقع پر سماع یعنی سننے کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم، حدیث شریف اور شعراء عرب کے کلام میں یہ محاورہ کہیں استعمال نہیں ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب ہیں۔ آپ کا کلام ایسا بھدا ہو سکتا ہی نہیں۔ یقیناً ان افظوں

میں تبدیلی کاتب کی غلطی سے ہوئی ہے۔ ایک بزرگ کی کشفی تحقیق ہے کہ یہ لفظ اصل میں بَلَغَنِي صَوْتَهُ ہے اس کا دُرُود شریف ہے پہنچ جاتا ہے۔ صَوْتُهُ کا لام کاتب سے رہ گیا تو صَوْتُهُ بن گیا پس پھر کیا تھا بریلویوں کی جان میں جان آگئی۔ مثال مشہور ہے درزی کی بھول سے فیشن بن جاتا ہے۔ کاتب کی بھول سے بریلوی بن گیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی حاضری کا ذکر ہے۔ اور فرشتے دُرُود پہنچانے کے لئے ہی حاضر ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بارہ روایتیں شفاء شریف سے معتبر کتابوں کی بیان ہو چکی ہیں۔ بلکہ حضرت ابو دُرُود کی روایت بھی اس مضمون کی گزر چکی ہے۔ چونکہ سعید بن ہلال کو خلط طبع کرنے کا مرض ہے اس لئے انہوں نے حضرت ابو دُرُود کی سابقہ روایت کو اس طرح بدل دیا۔ نیز یہ حدیث طبرانی کی ہے اور طبرانی معتبر کتابوں سے معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تیسرے درجہ کی کتاب ہے۔ اس درجہ کے مصنفین کا مقصد صرف روایات کو جمع کرنا تھا۔ قابل عمل قرار دینا نہیں ہے حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۵

اس لئے آواز پہنچنے کی تاویل یہ ہوگی کہ فرشتے اس دُرُود پڑھنے والے کے الفاظ مجھے پہنچا دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

بھائی مسلمانو! اب یہ مسئلہ آپ نے سمجھ لیا ہے کہ دُرُود شریف جو دُور سے پڑھا جائے اس کے متعلق مٹنے کا لفظ تو کسی روایت میں نہیں آیا۔ بریلوی حضرات کے تمام دلائل بھی آپ نے دیکھ لئے۔ ان کے قہیلے میں جتنے پیر تھے وہ آپ نے دیکھ لئے کہ سب کے پر ٹوٹے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ اصلی اور سچا اور پچا ہے

کہ دُور سے پڑھنے والے کا دُرُود شریف آپ کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں سچی کتابوں میں موجود ہیں۔ کوئی انکار کر کے دکھائے۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ احياء العلوم کتاب اسرار الصلوة ص ۱۵۱ میں فرماتے ہیں  
 وَاحْضُرْ فِي قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَةً الْكَبِيرِ يُعْرَفُ  
 ترجمہ :- حاضر کرو اپنے دل میں یعنی تصور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شخصیت  
 مبارک کو۔ اور کہہ تو (التجات میں) بہت بڑا سلام ہو آپ پر اے نبی! اور رحمت اللہ  
 کی اور برکتیں اُس کی۔ اور تجھے بھی اُمید ہونی چاہئے اس بات کی کہ تیرا دُرُود

آپ کو پہنچ جائے گا۔ اور آپ تجھے بہتر جواب عطا فرما دیں گے۔

ناظرین بیکردالی عبارت پر غور کریں کہ بزرگانِ دین کا عقیدہ کیا ہے۔ پہنچ جانے اور پہنچانے کے لفظ حدیث میں آئے ہیں سننے کا لفظ کہیں آیا ہی نہیں۔ اگر ہے تو ذرا دکھا دیں۔ میری بات اس کو پہنچ گئی اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کسی نے پہنچا دی۔ علامہ ابن حجر کی شرح ہمزہ میں فرماتے ہیں إِذَا صَلَّى وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهِ سَمِعَهُ سَمَاعًا حَقِيقًا وَيُرَدُّ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَإِنْ صَلَّى وَسَلَّمَ عَلَيْهِ مِنْ بَعِيدٍ لَا يَسْمَعُهُ إِلَّا بِوَاسِطَةٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ ترجمہ :- جب کوئی شخص قبر شریف کے پاس دُرُود اور سلام پڑھتا ہے تو آپ اس کو حقیقتاً یعنی صحیح معنوں میں سنتے ہیں اور جب کوئی دُور سے سلام پڑھتا ہے اور سلام پڑھتا ہے تو آپ فرشتوں کے واسطے سے سنتے ہیں۔ اس پر بہت سی حدیثیں گواہ ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :- سلام زائرین

بے واسطہ سماع سے فرمائندہ و درودِ سلام نمائندہ و از دیگران بواسطہ ملائکہ و یا جنوں  
 ترجمہ :- قبر شریف کی زیارت کرنے والوں کا سلام آپ خود سنتے ہیں اور جواب  
 عطا فرماتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کا سلام فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچتا ہے،  
 مدارج النبوت ص ۱۸۵ پر شیخ فرماتے ہیں اگرچہ اُمت کا درود آپ پر ہمیشہ  
 ہمیش پیش کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے زمین پر پھرنے والے پیدا کئے  
 ہیں۔ جو آپ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں۔ لیکن جوہ کے دن اور رات میں درود  
 شریف اللہ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرتا ہے۔

## باب دوم

درود شریف اور سلام کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھنے کا بیان  
 پنجاب میں تقریباً تیس چالیس سال سے ایک رواج چل گیا ہے کہ صبح کی نماز  
 کے بعد اور بعض شہروں میں عشاء کے بعد بعض مسجدوں میں اُردھی آواز سے درود  
 اور سلام پڑھتے ہیں۔ پھر کہیں وعظ کی مجلس ہو تو مجلس ختم کرتے وقت اس  
 عقیدہ سے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے  
 ہیں۔ اس لئے ادب اور تعظیم کے لئے اُٹھ کر سلام پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں،  
 اُٹھو! حضرت تشریف لائے اور ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ آپ ہر جگہ  
 حاضر ناظر ہیں۔ لیکن یہ دونوں نقطہ مل کر عجیب بے ربط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تشریف  
 لائے کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ یہاں نہیں تھے اور حاضر ناظر کا مطلب یہ ہے

کہ آپ ہر وقت ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل چند سالوں کی پیداوار ہے۔ اور قرآن و حدیث میں تو خیر، فقہ حنفی تک میں اس کی جڑیں نہیں ملتیں۔ کسی شخص کا یقین اگر سنی سُنی باتوں پر جم جائے اور فقہ کہانی پر اپنا ایمان جمالے، تو یہ اس کی مرضی۔ مگر یہ سوچنا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ یہ مسئلہ کب سے پیدا ہو کر جو ان ہوا ہے۔ ابھی تو مسلمانوں میں لاکھوں انسان ایسے زندہ ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ وہ لوگ تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات اصلی اور پکی نہیں ہے ورنہ شروع سے جاری ہوتی۔ لیکن آنے والی نسلیں اور ہمارے مصوم بچے آنکھیں کھولتے ہی جو کچھ دیکھ رہے ہیں شاید یہ سمجھیں کہ یہ کوئی پرانا مسئلہ ہے جو باپ دادا سے جاری ہے اور شاید دین اسلام یہی ہے کیونکہ ان مسائل نے لوگوں کو اصلی روح اور عملی زندگی سے غافل کر دیا ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ سلام کا طریقہ کب سے پیدا ہوا ہے؟ کیا صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور مجتہدین یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ اور تمام فقہاء اُمت جو نیک پاک اور عاشق رسول تھے ان سے ایسا کرنے کا ثبوت ملتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، پھر اولیاء اللہ کے مشہور سلسلے چار ہیں اور ان کی شاخیں بے شمار ہیں، چشتیہ قادریہ نقشبندیہ، سہروردیہ۔ چاروں گھرانوں کے مشہور و معروف اولیاء اللہ نے اس طرح سے سلام کیوں نہ پڑھا؟ کیا ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ تھی؟ کیا یہ لوگ تعظیم کے قائل نہ تھے؟ پھر اتنے بڑے بڑے کاملین اولیاء کا طریقہ چھوڑ کر یہ لوگ کیوں نئے مسائل بتاتے ہیں؟ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ آج ایک بالکل نیا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جو تمام بزرگان دین کے دستور سے

مخالف ہے اور اس پر اتنا زور شور ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ شامل نہ ہو، اُس کو بے ادب بناتے ہیں، دہلی اورد دشمن رسول گستاخ بے ادب کہتے ہیں، حقیقت میں گستاخ تو وہ لوگ ہیں جو بزرگان دین کا طریقہ چھوڑ گئے ہیں۔ مناسب معلوم ہوا، کہ اس مضمون کو چند فصلوں پر تقسیم کر دیا جائے۔

## فصل اول نماز کے بعد سنت طریقہ ذکر اذکار کا کیا ہے؟

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ استغفار پڑھنے تک اسی طرح بیٹھے رہتے تھے۔ استغفار کا ایک طریقہ تو یہ ہے۔

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَمِينَ بَارٍ - دوسرا طریقہ یہ ہے أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ تَمِينَ بَارٍ اس کے بعد

دائیں طرف یا بائیں طرف یا نمازیوں کی طرف منہ پھیر کر یہ کلمات پڑھتے تھے  
 اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ  
 وَالْإِكْرَامِ ۝ ہر فرض نماز کے بعد آپ یہ بھی پڑھتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا  
 اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ  
 عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا  
 مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

ترجمہ :- اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اُس کی بادشاہی ہے۔ اُس کی تعریف ہے آدروہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اور جو تو نہ دے وہ کوئی دے نہیں سکتا

اور کسی شخص کو خوش نحتی تیرے معاملہ میں فائدہ نہیں پہنچاتی۔

کبھی کبھی آپؐ یہ کلمات بھی پڑھتے تھے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ  
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا  
بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ  
الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ  
إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَكَرِهًا الْكَافِرُونَ-

ترجمہ:- اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک

نہیں۔ اُسی کی بادشاہی ہے اور اُسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر تاد رہے  
نہیں ہے گناہوں سے بچنا اور نہیں ہے نیکی کی قوت مگر اللہ کی مدد سے۔ کوئی نہیں  
معبود اللہ کے سوا۔ اور نہیں بندگی کرتے ہم مگر اُس کی۔ اُسی کی نعمت، اور  
اُسی کا فضل ہے اور اسی کی اچھی تعریف ہے۔ کوئی نہیں معبود اللہ کے سوا،  
ہم صرف اُسی کی بندگی کرتے ہیں۔ خالص کرتے ہیں اُس کی عبادت، اگرچہ ایمان  
امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ تمام ذکروں سے پہلے استغفار پڑھنی چاہئے،  
حضرت امام احمدؒ زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے:-

اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَةَ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّكَ  
الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ  
شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ - اللَّهُمَّ

رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ إِخْوَةٌ لِلَّهِ  
 رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اجْعَلْنِي مُخْلِصًا لَكَ وَأَهْلِي فِي كُلِّ  
 سَاعَةٍ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اسْمِعْ  
 وَاسْتَجِبْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ تَوَسَّلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ اللَّهُ أَكْبَرُ  
 اللَّهُ أَكْبَرُ۔ ترجمہ۔ اے اللہ! اے ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب!  
 اور ہر چیز کے بادشاہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو رب ہے، ایک ہے  
 تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! اے ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب!  
 میں گواہ ہوں اس بات کا کہ محمد کریم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے  
 رسول ہیں۔ اے اللہ! اے رب ہمارے اور رب ہر چیز کے، میں گواہی  
 دیتا ہوں کہ سب بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اے اللہ! اے ہمارے  
 رب! اور ہر چیز کے رب! کر دے مجھ کو مخلص واسطے تیرے اور میرے گھر  
 والوں کو دنیا اور آخرت کی ہر گھڑی میں۔ اے بزرگی والے، اور بزرگی  
 دینے والے! میری دعائیں اور قبول کر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب  
 سے بڑا ہے۔ اللہ زمین آسمان کی روشنی ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ  
 سب سے بڑا ہے۔ کانی ہے مجھ کو اللہ اور اچھا کام بنانے والا ہے، اللہ  
 سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔

واضح رہے کہ صحیح حدیثوں میں ہر نماز فرض کے بعد آیت الکرسی پڑھنے  
 کا بہت ثواب آیا ہے۔ نیز آخری دو سورتیں قرآن مجید کی بھی آئی ہیں  
 ۱۔ ناظرین بھائی بھائی کے لفظ پر غور کریں۔



نیز صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل صحابی کو فرمایا۔ اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پس ہر نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ ترجمہ :- اے اللہ میری مدد کر اپنے ذکر اور شکر اور خوبصورت عبادت پر۔

نیز فرض نمازوں کے بعد بہت مشہور و ظہیرہ معقیات کہاتے۔ معقیات یہ کلمات ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اور اس کے کئی طریقے ہیں۔

۱۔ ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۲۳ بار اللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۳ بار اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ایک بار۔ کل ایک سو بار ہوا۔

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار اللّٰهُ اَكْبَرُ ۲۲ بار یہ بھی ایک سو ہوا۔

۳۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۲۵ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۲۵ بار اللّٰهُ اَكْبَرُ ۲۵ بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ سَارَاتُہ ۲۵ بار۔ یہ بھی سو ہوا

۴۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ ایک دن حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر کے کام کاج میں مدد لینے کے لئے ایک خادمہ حاصل کرنے کو حاضر ہوئیں۔ فرمایا۔ دنیا کی محنت مشقت آسمان سے ہر طرح

گزر جاتی ہے۔ اے فاطمہؑ! اللہ کی بندگی کر اور اپنے گھر والوں کی خدمت کر اور میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔ سونے کے وقت  
 سُبْحَانَ اللَّهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلَّهِ ۳۳ بار اَللَّهُ اَكْبَرُ ۳۳ بار  
 پڑھ لیا کر۔

۵۔ دس دس بار اور گیارہ گیارہ بار کی روایت بھی آئی ہے۔

واضح رہے کہ یہ تمام وظیفہ سنت سے ثابت ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کبھی کوئی پڑھا ہے کبھی کوئی۔ اس لئے سب کو جمع کرنا ضروری نہیں  
 ہے۔ اپنی فرصت اور غنم کے مطابق ان میں سے کوئی وظیفہ مقرر کر لے  
 چاہے عین بار پڑھے یا پانچ سات، دس، گیارہ، پچیس، تینتیس، ستر، سو بار  
 یہ سب گنتیاں سنت ہیں۔ اور اس کی پابندی کرے۔ کیونکہ پابندی میں برکت  
 ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ اگر پانی کا ایک ایک قطرہ کسی پتھر پر ہمیشہ گرتا  
 رہے تو پتھر میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک دفعہ جتنا پانی بھی گزر جائے  
 اس کا اثر نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جن نمازوں میں فرضوں کے  
 بعد سنتیں ہیں وہاں تھوڑا سا وظیفہ سلام کے بعد پڑھ لے۔ بلا وظیفہ سنتوں اور  
 نفلوں کے بعد پڑھنا چاہیے۔ مدارج النبوت ص ۲۰۹ زاد المعاد ص ۷۶  
 امام غزالیؒ نے احیاء العلوم ص ۳۲ میں نماز صبح کے بعد یہ دس وظائف  
 لکھے ہیں۔

۱۔ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له المملک  
 و لله الحمد وهو على کل شیء قدير ۱۰ بار

۱۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ دس بار

۲۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ دس بار

۳۔ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ دس بار

۴۔ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ

الْقَيُّومُ وَأَسْأَلُهُ التَّوْبَةَ دس بار

۵۔ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجُدِّ مِنْكَ الْجُدُّ دس بار

۶۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ دس بار

۷۔ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي

الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ دس بار

۸۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ

النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ دس بار

۹۔ اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَاعُوذُ بِكَ

رَبِّ اَنْ يَحْضُرُونِ ۵ دس بار

قرآن کریم کی بعض آیات جن کے پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے یہ ہیں۔

سُورَةُ فَاتِحَةٍ - سُورَةُ اخْلَاصٍ - اِمْنِ الرَّسُولِ آخِرَتِكَ - شَهِدَ اللَّهُ

اَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ - قُلِ اللَّهُمَّ مَا لِلَّهِ الْمُلْكُ دو آیتیں

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَخْرَجْتُمْ لَقَدْ صدَّقَ اللهُ  
 رَسُولَهُ الرُّسُلَ يَا أَخْرَجْتُمْ - سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت الْحَسْبُ  
 لِلَّهِ الَّذِي - سورۃ حدید کی پہلی پانچ آیات - سورۃ حشر کی آخری تین آیات  
 امام غزالیؒ نے وظائف کی چار قسمیں لکھی ہیں - دُعا - ذکر - تلاوت - فکر  
 دُعا، یعنی اللہ کو پکارنا، اللہ سے مانگنا - ذکر، اللہ کی صفات بیان کرنا  
 تلاوت قرآن مجید پڑھنا - فکر، دُنیا اور آخرت پر غور کرنا -

ناظرین! نماز کے بعد سنت وظائف یہ ہیں - اور اس کے علاوہ بھی ہیں،  
 بطور نمونہ یہ چند وظائف لکھے ہیں - ان میں برکت اور اتباع سنت ہے - لیکن  
 نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ درود شریف پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت  
 نہیں ہے۔ پتا پختہ مستحبات میں کہیں نہیں ہے - جیسا کہ آپ باب اول کی ساتویں  
 فصل میں پڑھ چکے ہیں - البتہ عام قاعدہ یہ ہے کہ ذکر الہی کے ساتھ ہر جگہ  
 درود شریف پڑھ لینا بہتر ہے اِذَا ذُكِرَتْ ذِكْرَاتٌ مَعْنَى سے بھی یہ بات  
 ثابت ہے - اس لئے نماز کے بعد جب درود وظائف پڑھ کر خالص ہو تو اس نئی  
 عبادت کے بعد درود شریف پڑھنے کا موقع پیدا ہو جاتا ہے - امام ابن قیم نے  
 یہ نکتہ زاد المعاد ص ۶۶ میں بیان فرمایا ہے - مگر آہستہ پڑھنا چاہئے - جیسا کہ آگے

## فصل دُوم - ذکر اور دُعا میں فرق اور ان کے آداب کے بیان میں

ذکر کی کئی قسمیں ہیں - زبان سے، دل سے، اعضاء سے -

زبان کا ذکر اللہ کی تعریف، تسبیح اور حمد و ثنا بیان کرنا، قرآن مجید کی تلاوت وغیر

دل کا ذکر - خداوند تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرف متوجہ رہنا۔

اعضاء کا ذکر یہ سب سے کہ تمام اندام نیک کاموں میں مصروف ہوں۔ برائیوں سے

دور ہوں۔ رُوح المعانی ص ۱۹

مگر یاد رہے کہ زبان کا ذکر دل کی توجہ کے سوا بیکار ہے۔ بلکہ اس بات پر

علماء کا اتفاق ہے کہ غافل دل سے ذکر الہی قبول نہیں ہوتا۔ رُوح المعانی ص ۱۹

اصلی ذکر یہی ہے کہ انسان اپنے مالک کی بتائی ہوئی راہوں پر ہمت اور شوق

سے چلتا رہے اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ اٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے

یہ خیال دل میں بس گیا ہو۔ امام ابو بکر جصاص رازی نے اس کو اعلیٰ قسم کا ذکر

کہا ہے۔ یعنی اللہ کی قدرت، عظمت اور اس کی آیات و دلائل میں غور کرتے رہنا

(احکام القرآن) درحقیقت یہ غور و فکر رُوح کی میل کچیل صاف کرنے کا بہترین

صابون ہے۔ دیکھئے پارہ ۲ رکوع الران فی خلق السموات والارض

سارا رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھ جائیے۔

دُعَا۔ بلانا، پکارنا، سوال کرنا۔ یہ لفظ ایسا عام فہم اور مشہور ہے کہ تقریباً

پہر اسلامی ملک میں استعمال ہوتا ہے۔ ذکر اور دعا دونوں لفظوں کو اچھی طرح

پہچان لیجئے۔ یہ دونوں لفظ مناسبت کی وجہ سے کبھی کبھی ایک دوسرے پر بھی

لو لے جاتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کی حقیقت، دونوں کے احکام اور مسائل جدا جدا

ہیں۔ اللہ کا ذکر اللہ کی تعریف اور حمد و ثناء ہے۔ اللہ کو یاد کرنا۔ اس کی بزرگی

بیان کرنا۔ اس کی توحید کا اقرار کرنا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ

کہنا۔ اللہ کے پاک ناموں اور اعلیٰ صفات کو بیان کرنا۔ ثواب کے وعدوں اور

عذاب کی دھکیوں کو بیان کرنا۔ اللہ کے احکام اور منع کی ہتھیاری چیزوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا، علم دین سیکھنا سیکھانا۔ دوزخ سے ڈرانا۔ جنت کی رغبت دلانا یہ سب چیزیں ذکر الہی میں داخل ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت کے انوار عبادات میں یہی بیان فرمایا ہے۔

قرآن کریم نے ذکر الہی کا طریقہ خود بتایا ہے۔ سورۃ اعراف کی آخری آیت  
 وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ  
 مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدِّ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝  
 ترجمہ :- یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہوا، اور ڈرتا ہوا  
 اور ایسی آواز سے جو بلند آواز سے کم ہو۔ صبح کے وقت اور شام کے وقت  
 اور نہ ہو غافل۔

یعنی ذکر کرتے وقت دل میں عاجزی، گڑبگڑانا اور خوف کی کیفیت ہو  
 آواز آہستہ ہو، اور اگر اونچی آواز نکالے تو معمولی اونچی ہو زیادہ بلند نہ ہو  
 دُونَ الْجَهْرِ کا لفظ صاف ہے اور یہ قدیم بات ہے کہ ذکر کرنے والے  
 کے دل میں جب اللہ کا خوف اور عجز دنیا پیدا ہو جائے تو زیادہ بلند آواز  
 نکل سکتی ہی نہیں۔ جیسے کوئی خوشام کرنے والا ڈرا ہوا آدمی کسی کو بلاتا ہے  
 تو زیادہ بلند آواز نہیں نکال سکتا۔ ذکر کرنے والے کے لہجہ میں آواز میں  
 بلکہ ظاہری شکل صورت میں عاجزی نہ ہو تو غفلت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے  
 کہ زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنا منع کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی  
 مخالفت صاف موجود ہے۔ ہاں آہستہ اور درمیانی آواز سے ذکر کی اجازت ہے

امام رازیؒ تفسیر کبیر ص ۲۴۱ پر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ دل میں یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر کرنے والا جو الفاظ زبان پر لاتا ہے اُن کے معنی جانتا ہو۔ خداوند تعالیٰ کی عزت، جلال، بزرگی، بلندی، اس کے سامنے ہو، اور یہ اس لئے ہے کہ زبان کا ذکر جب دل کے ذکر سے خالی ہو تو بے فائدہ ہو جاتا، چنانچہ فقہاء کا فتویٰ ہے۔ اگر کوئی شخص زبان سے کہے یہ چیز میں نے بھی، یا خریدی، اور ان لفظوں کے معنی نہ جانتا ہو تو بیع نہیں۔ یعنی سودا نہیں ہوا، معلوم ہوا سمجھ کر کہنے سے بات پکی ہوتی ہے۔

عہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

فرماتے ہیں۔ میں نے بعض بزرگانِ دین کے متعلق سنا ہے کہ مرید کو چالیس دن تک اکیلا بیٹھ کر ذکر اذکار کا حکم دیتے تھے۔ جب چالیس دن پورے ہو جاتے تو اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے خانوے نام پڑھنا شروع کر دیتے اور فرماتے کہ سب ناموں پر غور کرتا جا۔ جس نام کی تاثیر تیرے دل پر زیادہ ہو، سمجھ لے کہ اس نام سے تجھ پر فیض کا دروازہ کھلے گا۔ پھر اسی نام کی مشق کراتے، معلوم ہوا کہ جتنی تاثیر ہے سمجھنے میں ہے۔

بھائی مسلمانو! اصول نہایت عمدہ ہے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ درود شریف اور روزانہ وظائف کے معنی اچھی طرح سمجھ کر دل میں بیٹھالے۔ کیا کیا جائے، لوگوں کو نماز کا ترجمہ بھی نہیں آتا، بلکہ کلمہ شریف کے معنی بھی نہیں آتے۔ سارا زور اس بات پر خرچ کر دیا کہ ہم میں شنی حنفی، وہ ہے وہابی۔ بے فائدہ باتوں کا شغل بنا رکھا ہے اور اصل دین سے غافل ہو چکے ہیں۔

ہر ذکر کے ساتھ دل کی توجہ ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص معنی نہیں جانتا، تو ذکر یا تلاوت کے وقت اپنے دل کو یوں ہی حاضر رکھے۔ عاجزی اور خوف کے ساتھ پڑھے

امام رازی فرماتے ہیں تضرع یعنی گڑ گڑانا بھی ضروری ہے۔ سورۃ الفہم میں حکم ہوتا ہے قُلْ مَنْ يُخَيِّكُم مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۗ مَعْلُومٌ ہوا کہ عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے

بھی عاجزی سے اور خفیہ پکارنا شرط ہے۔ خوف کی کئی قسمیں ہیں۔ غلوں میں کوتاہی اور سستی کا خوف۔ خاتمہ کا خوف، ناشکری کا خوف۔ انتہی

دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ میں جہر سے مراد جہرِ فہمی نہیں ہے بلکہ جہرِ عادی ہے۔ جیسا کہ لَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ میں ہے۔ اس آیت میں ذکر کے دو

طریقے بیان ہوئے ہیں آہستہ اور ذرا اونچا، یعنی جہرِ معتدل اور سورۃ بنی اسرائیل کی آیت وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافْتُمْ بِهَا فِي أَعْتَادِ کی تعلیم ہے۔

تفسر بیضاوی فرماتے ہیں ذکر کا لفظ یہاں عام ہے۔ تمام اذکار کا یہی طریقہ ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں :-

ذِكْرًا أَرَفٍ لِّنَفْسِكَ وَذِكْرًا أَيْلِسَانِكَ دُونَ الْجَهْرِ۔ پھر فرماتے ہیں جہر سے مراد زیادہ بلند آواز نکالنا ہے اور مَا دُونَ الْجَهْرِ سے مراد درمیانی

آواز ہے ص ۱۵۹ آگے فرماتے ہیں :- اس آیت سے یہ دلیل نکلتی ہے، کہ پوشیدہ ذکر کرنا افضل ہے، اور کچھ اونچی آواز سے جائز ہے۔ اس کی تائید

میں وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کی ہے خَيْرُ الذِّكْرِ



لَخِّنِيْ بِهَيْرِيْنَ ذَكَرَ وَهٖ جَوْدٌ شِدْهٖ هُوَ - اور یہ آیت ماتم کرتی ہے ہمارے  
 زمانہ کے جاہل صوفیوں کا جو ذکر میں ایسی حرکتیں کرتے ہیں جو شرعاً، عقلاً  
 زُفَا رَجِيْحٌ يٰسَ ۱۵۵

اب حدیث شریف کا فیصلہ سنئے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ  
 فرماتے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، لوگوں  
 نے (کسی ٹیلے پر چڑھتے یا اترتے وقت) بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا شروع کر  
 دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! اپنی جانوں پر نرمی  
 کرو، تم جس کو پکارتے ہو وہ بہرا بھی نہیں اور نہ غائب ہے۔ تم جس کو  
 پکارتے ہو وہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے، اور وہ ہر وقت تمہارے  
 ساتھ ہے۔ اور وہ جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواریوں کی گردن سے بھی  
 قریب ہے۔ راوی کہتے ہیں میں آپ کے پیچھے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ پڑھ  
 رہا تھا۔ مجھے فرمایا، اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں  
 سے ایک خزانہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا بتائیے! فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ  
 اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ شکوۃ شریف ص ۱۲، صحیح بخاری مصری ص ۱۹۵، صحیح مسلم شریف  
 ص ۳۱۶، ابوداؤد مجتہبی ص ۲۲، احیاء العلوم ص ۲۷۵۔

اسلام جس قسم کی سنجیدگی، ستانت، اخلاص، عقل اور سمجھ پیدا کرنا چاہتا ہے  
 وہ قرآن و حدیث کے ایک ایک لفظ سے ٹنک رہی ہے۔ فوجی جوش و خروش  
 اُردو کامیابی کے نشہ میں آکر بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا ایک فطری بات تھی اس میں  
 نہ کوئی بظلمت بازی ہے، نہ ہی کسی قسم کا غرور و تکبر ہے۔ مگر قربان جائیے پیغمبر اسلام

صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا پر کہ اس بے ضرورت نعرہ بازی کو کیسے معقول اور مدلل الفاظ سے ٹھنڈا کر دیا۔ لوگو! اپنی جان کو تکلیف میں کیوں ڈالتے ہو، جس کو تم پکارتے ہو وہ تو دل کی بات بھی سنتا دیکھتا ہے۔ اس کو پکارنے کے لئے مگلا پھاڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ ذکرِ بھر سے منع فرمایا تو دلیل کے ساتھ، اور دلیل بھی ایسی جو ذکرِ بھر کی ضرورت ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی ہے۔ اُونچی آواز سے درود شریف پڑھنے والے اس حدیث کا جواب کیا دیتے۔ اور جو لوگ حدیث پر غور کرنے سے پہلے ہی چلانے کا فیصلہ کر چکے ہیں، ان کو کتابی علم سے کیا غرض؟ مفتی احمد یار صاحب گجراتی بریلوی نے ایک کتاب لکھی ہے جہاں الحق اُس میں فرماتے ہیں کہ یہ لڑائی کا موقع تھا، اُونچی آواز سے تکبیر کہنے کا یہ نقصان تھا کہ دشمن کو مسلمان فوجوں کی آمد کا پتہ لگ جائے گا۔ اس لئے آپ نے منع فرمادیا۔

جواب :- ۱۔ کیا صحابہؓ جنگی مسائل سے اس قدر بے خبر تھے؟

۲۔ کیا چھپ کر کہیں ڈاکہ ڈالنا تھا؟

۳۔ کیا اسلامی اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے؟

۴۔ اگر یہی فوجی مصلحت تھی تو آپؐ اتنی بات فرمادیتے آہستہ دہے پاؤں

چلو، یہاں خداوند تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کی تعلیم کیوں دی؟

لیکن بریلوی حضرات آج کل ایک نیا عقیدہ بنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں خداوند تعالیٰ

کے لئے خاص حاضر ناظر کا لفظ کہیں نہیں ہے، اور عالم الغیب تو خدا کس طرح

ہو، جب کہ خدا سے کوئی چیز غائب ہی نہیں۔ ایسی باتیں عوام سے سنی گئی ہیں

مردست حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد سن لیجئے :-  
 ”سبحانہ و تعالیٰ بر احوالِ ہمزوی و کئی او منطلق است و حاضر ناظر“

(ص ۱۲۱ مکتوب ۷۸)

ترجمہ :- خداوند تعالیٰ بندہ کے چھوٹے بڑے حال کی اطلاع رکھتا ہے اور حاضر ناظر  
 نیز فرماتے ہیں، خداوند تعالیٰ نے عالم الغیب کے لفظ سے اپنی تعریف بیان  
 کی ہے اس کا انکار کرنا قرآن کا انکار ہے۔ ص ۱۲۱ مکتوب ۷۸

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ابو داؤد شریف میں یوں ہے :-  
 ہم ایک سفر میں تھے۔ پس جب ہم (واپسی کے وقت) مدینہ منورہ کے

قریب پہنچے تو لوگوں نے (خوشی میں آکر) نعرہ تکبیر کہا ص ۱۲۱

یہ نعرہ خیبر کا واقعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاد سے واپس ہو کر اسلامی فوجیں  
 اپنے گھر کے قریب آچکی تھیں۔ یہاں کچھ رازداری کا معاملہ نہیں ہے اس  
 لئے یہ حدیث ذکر جہر کے متعلق قاعدہ کلمہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام سارا  
 مغربی مخر ہے۔ لیکن جو لوگ اس کو نمائش اور چھلکا سمجھتے ہیں وہ کتنے دور  
 ہیں۔ چونکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کا نام لینے والوں کو دہالی کہہ کر بچھا چاہتے  
 ہیں، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہم بزرگان دین کے طریقہ پر ہیں۔ اس لئے ہم  
 ان کی خدمت میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ کا فرمان پیش کرتے  
 ہیں۔ شاید کچھ سمجھ جائیں۔ امام مجدد فرماتے ہیں :-

”حضرات نقشبندیہ سنت کی پیروی ضروری سمجھتے ہیں اور بدعت کے پرہیز  
 کرتے ہیں۔ اس لئے اگر سنت کی تابعداری ان کو نصیب ہو اور بدل کی

کیفیات ان کو حاصل نہ ہوں تو خوش رہتے ہیں۔ اور اگر دل کی کیفیات کی موجودگی کے ساتھ سنت کی پیروی میں سستی آتی ہو تو ایسی کیفیت اور حال کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سماع اور رقص یعنی ناچ (وہی وجد والوں کا ناچ) کو پسند نہیں کرتے۔ اور جو کیفیت اس سے حاصل ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرنا۔ بدعت سمجھ کر اس سے منع کرتے ہیں، اور اس پر جو تہا ریح مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ ایک دن میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی بائد کی مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال جو ہمارے خواجہ یعنی پیر بزرگوار کے خاص خرید تھے۔ انہوں نے کھانا شروع کرتے وقت آپ کے سامنے بلند آواز سے اللہ کہ دیا۔ آپ کو یہ بات سہت ناپسند آئی۔ اس حد تک کہ سہتی سے منع کر دیا کہ یہ شخص آئندہ کھانے کی مجلس میں کبھی حاضر نہ ہو۔ اور میں نے آپ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤ الدین نقشبند بخارا کے علماء کو حج کر کے حضرت امیر کلال رح کی خانقاہ میں لے گئے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آئندہ نہیں کریں گے، جب حضرات نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرنے میں اتنی زیادہ کوشش کرتے ہیں تو سماع اور رقص اور وجد اور دیکھا دیکھی وجد کے متعلق کیا کہوں۔ جو دل کی کیفیات غیر شرع کاموں سے حاصل ہوں، وہ

استدراج کی قسم سے ہیں (یعنی کافر جو جوگ کے طریقوں سے رُوحانی صفائی کی کوشش کرتا ہے اُس کے ہاتھ سے اگر کچھ عجائبات ظاہر ہوں تو اسے استدراج کہتے ہیں) کیونکہ استدراج والے کافروں کو بھی کشف ہو جاتا ہے۔ یونان کے فلاسفہ افلاطون ارسطو وغیرہ اور جوگی برہمن وغیرہ سب اس بات میں ایک ہیں۔ دل کو جو لذت اور کیفیت حاصل ہوتی ہے اُس کے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ شخص شریعت سے موافق ہو، حرام اور شبہ والی چیزوں سے پرہیز کرتا ہو۔ جان لو کہ کلام اور رقص درحقیقت کھیل تماشے کی قسم سے ہے۔ اور قرآن کی آیت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُزِيدَ مَتَاعًا

کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ مکتوبات شریف ص ۳۳۲ مکتوب ۲۱۶

بھائی مسلمانو! یہ سنت اور بدعت نفی الفاظ ہیں۔ اس لئے یہاں حضرت امام مجدد رحم نے فتویٰ شریعت کا بیان فرمایا ہے کوئی نقشبندی سلوک کی بات نہیں۔ صاف لفظوں میں فرمادیا کہ بلند آواز سے خدا کا ذکر کرنا بدعت ہے اور اس سے اگر بالفرض کچھ دل کو سرور حاصل ہو تو بے قیمت چیز ہے قابل توجہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین نقشبند اپنے سلسلہ کے بانی ہیں۔ علماء کو سنا لے کر جاتے ہیں اور حضرت امیر کلال رحم کو شرعی فتویٰ بتاتے ہیں۔ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔ حضرت امیر کلال رحم یہ فتویٰ قبول فرما کر ذکر جہر کو ترک کر دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص یہ بہانہ بنائے کہ یہ مسئلہ نقشبندی سلوک کا ہے تو اس کی مرضی حضرت امام مجدد رحمی علیہم شریعت

کے مجدد ہیں، اور مجددی لوگوں کے پاس تو یہ فتویٰ نہ قبول کرنے کا کیا عند ہو سکتا ہے، آگے چلئے، میر محمد نعمان نے سوال کیا ہے کہ آپ ذکرِ جہر سے منع فرماتے ہیں حالانکہ اس سے ذوقِ شوق پیدا ہوتا ہے، اور اس کی وجہ آپ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بدعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔ مگر اور کئی چیزیں بھی حضور کے زمانہ میں نہ تھیں مثلاً فرجی شمال اور سلوار وغیرہ۔

حضرت امام مجدد دوم جو اب میں فرماتے ہیں :-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کام عبادت کے طور پر کئے ہیں، کچھ عادت اور رواج کے مطابق کئے ہیں، جو کام آپ نے عبادت کے طور پر کئے ہیں ان کی مخالفت کرنا بڑی بدعت ہے اور ہم اس سے سخت منع کرتے ہیں کیونکہ یہ دین میں نئی رسم، اور نئی پیداوار ہے اور یہ مردود ہے۔ باقی جو کام لباس وغیرہ آپ نے رواج کے مطابق کئے ہیں ان کی پیروی کرنا بہتر تو ہے لیکن اس کی مخالفت بڑی بدعت نہیں ہے کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتے۔ مکتوب طے ۲۳ ص ۲۱۶

حضرت امام مجدد الف ثانی رحمہ کے فیصلہ کے بعد درحقیقت کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن مزید تسلی کے لئے چند حوالے فقہاء اور محدثین کے اور دیکھئے، حافظ ابن کثیر کی شخصیت مشہور آفاق ہے۔ آپ البدایہ والنہایہ ص ۲۷ پر فرماتے ہیں :- الْمَذَاهِبُ الْأَرْبَعَةُ عَلَى عَدَمِ اسْتِحْبَابِهَا ترجمہ :- چاروں مذہب اس بات پر متفق ہیں کہ ذکرِ جہر مستحب نہیں ہے، جس بات پر چاروں امام متفق ہوں وہ کتنی مضبوط اور پکی ہوگی، حنفی شافعی

مالکی حنبلی سب کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کبیری شرح منیۃ المصلیٰ ص ۵۵۶ پر ہے  
 دَلِيلِي حَنِيفَةً اَنْ سَأَعَمَّ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ بِدَاعَةٍ..... الخ  
 امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے اور قرآن کریم  
 کی آیت اذْعُوا سُرْتَكُمْ تَضَرُّعًا وَخَفِيَةً اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ  
 پارہ ۸ رکوع ۱۴ (پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور پوشیدہ بے شک اللہ نہیں  
 محبت کرتا حد سے بڑھنے والوں کے ساتھ) کے مخالف ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں جو شخص بلند آواز سے ذکر کرتا ہے، وہ  
 اس حکم کی مخالفت کرتا ہے۔

یہاں تک عام ذکر جہر کی بحث تھی۔ اب مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے  
 کا حال سنئے۔ مشکوٰۃ شریف باب اثر اطلس الساعة میں ایک حدیث ہے جس  
 میں قیامت کی نشانیوں کا بیان ہوئی ہے۔

- ۱۔ جب مال غنیمت بڑے افسروں میں بٹنے لگے گا۔
- ۲۔ جب امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا
- ۳۔ جب زکوٰۃ کو چھٹی اور تادان سمجھا جائے گا
- ۴۔ جب علم دینا حاصل کرنے کے لئے پڑھا جائے گا
- ۵۔ جب مرد اپنی بیوی کا حکم مانے گا گناہ کے کام میں اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا
- ۶۔ جب آدمی اپنے دوست کی نقد کرے گا، اور باپ سے بے سلوکی کرے گا
- ۷۔ جب مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی۔
- ۸۔ جب برادری کا سردار بدکار ہوگا۔

- ۹۔ جب قوم کا رئیس اور نگہبان کینہ خصمت ہو گا
- ۱۰۔ جب لوگ کسی شخص کی شرارت سے بچنے کے لئے اس کی تعظیم کریں گے
- ۱۱۔ جب گانے بجانے والی عورتیں عام اور ظاہر ہو جائیں گی کہ عام لوگوں سے میل جول کریں گی۔

۱۲۔ جب گانے بجانے کے ہتھیار یعنی طرح طرح کے باجے ظاہر ہوں گے جن کو مزار میر کہا جاتا ہے۔

۱۳۔ جب شراب یا نطفہ آور چیزوں کا استعمال عام ہو جائے گا۔

پس انتظار کرو اس وقت ایک سرخ آندھی کا، اور بڑے بڑے زلزلے کا، زمین میں دھنس جانے کے واقعات کا، اور صورت بدل جانے اور پتھر برسے کا، اور انتظار کرو قیامت کی تمام قریبی نشانیوں کا جس طرح موتیوں کی لڑھی ٹوٹ جاتی ہے تو موتی لگاتار گرتے ہیں۔

بھائی مسلمانو! اس حدیث میں قیامت نزدیک آنے کی تیرہ نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ سائیں علامت یہ ہے کہ مسجدوں میں آواز بلند کی جائے گی، یا عام گفتگو مراد ہو سکتی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ لوگ مسجدوں میں زیادہ بلند آواز سے ذکر کریں گے، چنانچہ حضرت علامہ علی قاری مزفاة شرح مشکوٰۃ ص ۶۷۱ میں فرماتے ہیں وَهَذَا رَحْمًا كَثُرَتْ فِي هَذَا النَّوْمَانِ وَقَدْ نَصَّ بَعْضُ عُلَمَائِنَا بِأَنَّ سَمْعَ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ وَكُوْبًا لِدِكْرِ حَرَامٍ۔ ترجمہ :- یہ بات یعنی مسجد میں بلند آواز اس زمانہ میں عام ہو گئی ہے۔ حالانکہ بعض علماء نے صاف کہہ دیا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو حرام ہے۔



اسی طرح حضرت مولا علی قاری حنیفوں کے مترجم محدث فقیہہ شرح شفاء ص ۱۶۰ پر فرماتے ہیں: رَأَى سَاقِعَ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ وَكَوْنًا بِالَّذِي كَرِهَ حَرَامٌ تَرْجُمَهُ: مسجدوں میں بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔

ص ۱۶۱ پر فرماتے ہیں: فالصحيح من مذهبننا انك يكره رفع الصوت مطلقاً في جميع المساجد۔

ترجمہ: حنفی مذہب میں صحیح فتویٰ یہ ہے کہ تمام دنیا کی مسجدوں میں آواز بلند کرنا ہر صورت میں حرام ہے۔ یعنی گفتگو سے ہو یا ذکر سے۔  
غور فرمائیے حنفی مذہب تو یہ ہے۔

شیخ عبدالحی محمد دہلوی مدارج النبوت باب الاذکار بعد الصلوة ص ۲۰۹ پر فرماتے ہیں:-

”بعض علماء نے کہا ہے کہ تمام قسم کے ذکر و دعا میں پوشیدگی افضل ہے، دعا اور ذکر میں امام اور اکیلا پڑھنے والے کے لئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی ذکر بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہے تو وہ صحابہؓ کو سکھانے اور تعلیم دینے کے لئے تھا تا کہ سن کر سب لوگ سیکھ لیں۔ کسی جگہ اگر امام لوگوں کو کوئی ذکر (سنت) سکھانا چاہتا ہو، تو بلند آواز سے پڑھنا امام کے لئے درست ہے بلکہ اچھا ہے“

یہاں یہ بات صاف ہو گئی کہ امام قوم کو تعلیم دینے کے لئے اتنی اونچی آواز نکال سکتا ہے جس کو حاضرین مسجد سن سکیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تعلیم کے لئے بعض اوقات ایسا کیا ہے۔ لیکن ذکر کے لئے زیادہ بلند آواز نکالنا کھلی

ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری کتاب الکرہیۃ ص ۱۹۱ میں ہے کچھ لوگ کسی جگہ حج ہو جائیں اور سورت فاتحہ بطور دعا بلند آواز سے پڑھیں تو انہیں منع نہ کیا جائے، کیونکہ عوام کی عادت ہو چکی ہے اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ پڑھیں۔

معلوم ہوا کہ سورت فاتحہ آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ لیکن عوامی طرز کے لوگ جن کو شور و غوغا ہی میں لطف آتا ہے اگر بلند آواز سے پڑھنے لگیں تو زیادہ حرج نہیں ہے۔ لایاس بہ کا ترجمہ ہے۔ تشریح آگے آئے گی۔ لیکن درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا تو کہیں ذکر نہیں ہے۔

## نعرہ تکبیر کا بیان

فتاویٰ عالمگیری ص ۱۹۲ کتاب الکرہیۃ میں ہے :-

وَالْتَكْبِيرُ جَهْرًا فِي غَيْرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ لَا يُسَنُّ إِلَّا بِأَزَاةِ  
الْعَدُوِّ وَاللَّصْرِ وَدَقَّاسٍ عَلَيْهِمَا بَعْضُهُمُ الْخَرِيقُ وَ  
الْمَخَافِ كُلِّهَا..... الخ

ترجمہ :- بلند آواز سے ائمہ ابرکھنا ایام تشریق یعنی قربانی والی عید کے آسن میں دونوں میں سنت ہے۔ اس کے سوا کوئی موقع بھی سنت کا نہیں ہے۔ لیکن جب دشمن سامنے آئے یعنی کفار سے جہاد ہو، یا چور ڈاکو آجائیں تو پھر بھی سنت ہے اصلی مثلہ تو اتنا ہے لیکن بعض علماء نے اسی پر قیاس کر کے کہا ہے کہ جب آگ لگ جائے یا خوف پیدا ہو تو وہ بھی اسی میں داخل ہے۔ فیتہ ابو جعفر سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگوں نے ایک جگہ کچھ ورد وظیفہ پڑھا اور اس کے ختم ہونے کے بعد انہوں نے بلند آواز سے ائمہ ابرکہہ دیا تو یہ کیا ہے؟ فرمایا اگر انہوں نے

نے اس وظیفہ پڑھنے کا شکر ادا کرنے کے لئے کہا ہے تو اس میں زیادہ حرج نہیں ہے فرمایا جب لوگ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے بل کر اللہ اکبر کہیں تو یہ مکروہ ہے اور یہ بدعت ہے، اور جب سرحدی چوکیوں میں رہنے والے فوجی سپاہی ایسا کریں تو مکروہ نہیں ہے۔ جب اپنی قوت اور دلیری ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا ہو، اور خوف کا وقت ہو یعنی دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو، اور اگر سرحدی چوکیوں کی مسجدوں میں ایسا کریں جب کہ خوف کا موقع نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

فقہ حنفی ہندیہ کی اس عبارت پر غور کریں، بلند آواز سے تکبیر کی اجازت کتنی جگہوں پر ہے۔

- ۱۔ ایام تشریق میں کیونکہ یہ تکبیر کے مخصوص دن ہیں۔
- ۲۔ میدان جہاد میں۔

۳۔ جب ڈاکو آجائیں تو آبادی کو بلانے کے لئے۔

۴۔ آگ لگ جائے یا حملہ کا خوف ہو۔

۵۔ کوئی وظیفہ پڑھ کر ختم کیا ہو تو شکرانہ کے لئے

۶۔ باڈر پولیس کے سپاہی سرحدی چوکیوں پر قوت ظاہر کرنے کے لئے جب دشمن کا خوف ہو، اور خوف نہ ہو تو مکروہ ہے۔

ہمارے بریلوی دوست نعت سنتے سنتے، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری، اور نعرہ غوثیہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی نعرے ہیں؟ بس ہر کام پر بدعت کی ٹہر لگا دیتے ہیں تاکہ پہچاننے والے کو آسانی ہو، ورنہ وعظ کی مجلس میں نعرہ تکبیر بھی کس قدر بے موقع اور بے ربط ہے۔

بھائی مسلمانو! ہمارا دین آزاد نہیں ہے۔ اللہ اکبر کس قدر با عظمت کلمہ ہے

لیکن اس کو بھی بلند آواز سے پڑھنے پر پابندیاں ہیں، آہستہ پڑھنا ہو تو کوئی پابندی نہیں  
یاد رہے کہ عام ذکر اذکار، کلمہ شریف سبحان اللہ الحمد للہ، اللہ اکبر، لائق و لائقہ  
وغیرہ کا یہی حکم ہے کہ بالکل آہستہ یا درمیانی آواز سے پڑھا جائے، اور یہ دو درجے  
اس لئے مقرر فرمائے گئے ہیں کہ بعض لوگوں کو آہستہ پڑھنے سے وسیعہ دور نہیں  
ہوتا۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت سے چونکہ دوسرے لوگوں کو مسائل کی تعلیم بھی حاصل  
ہوتی ہے۔ اس لئے آہستہ قرآن پڑھنے کی بجائے بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے۔  
بلند آواز سے مراد درمیانہ درجہ ہے۔ کیونکہ زیادہ بلند آواز کی اجازت اذکار میں  
نہیں ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-

الْأَفْضَلُ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ خَارِجَ الصَّلَاةِ الْجَهْرُ

کیونکہ چیخنا تو مؤذن کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ بلکہ اذان فاسد ہو جاتی ہے۔  
در مختار مسئلہ اقتداء میں فرماتے ہیں:-

”اور یہیں سے معلوم ہوا کہ اذان کہنے والا جمعہ وغیرہ میں آواز بلند کر سکتا  
ہے یعنی بلند کرنے کا درجہ، لیکن ہمارے زمانہ میں اذان کہنے کا جو دستور  
گیا ہے۔ بعید نہیں کہ یہ اذان کا مفید ہو، کیونکہ چیخنا بات چیت سے جا ملتا  
ہے۔“

چونکہ بات چیت سے اذان فاسد ہو جاتی ہے اس لئے نامناسب چیخنا بھی مفید ہوگا  
اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں:-

الامام اذا جهر فوق الحاجة فقد أساء ترجمہ:- امام نے اگر

قرأت پڑھتے وقت ضرورت سے زیادہ بلند آواز نکالی تو بُرا کیا۔ ۵۵ شامی  
 اذان ایک شرعی ضرورت ہے، جس کا مقصد ہی لوگوں کو بلانا ہے۔ لیکن جب  
 چیخ کے درجہ پر پہنچ جائے تو حدِ اختلال سے گزر جاتی ہے۔ شاید نعت خواں کو  
 بیچنا جائز ہو۔ اور راگ کی مدد سے نعت پڑھنا بھی کیا جائز ہے؟

قرآن کریم مناسب بلند آواز سے پڑھنا بہتر ہے۔ لیکن باقی دوسرے لوگ جو  
 اُس گھر میں یا مجلس میں ہوں، ان کو سُننے اور توجہ کرنے کا حکم ہے۔ مسئلہ کی  
 تفصیل یہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں ہے:-

وَلَا يَقْرَأُ جَهْرًا عِنْدَ الْمُشْتَغَلِينَ بِالْأَعْمَالِ..... الخ

ترجمہ:- جہاں لوگ اپنے کام کاج میں مصروف ہوں وہاں قرآن مجید بلند آواز  
 سے نہ پڑھے، اور قرآن کا ادب یہ ہے کہ بازار میں چلتے ہوئے نہ پڑھے، اور  
 اگر کسی مجلس میں دُنیا کے طع کے لئے پڑھا تو مکروہ ہے اور اگر رضا و الہی کے لئے  
 پڑھا تو مکروہ نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا طریقہ  
 یہ تھا کہ جب کسی جگہ اکٹھے ہو جاتے تو کسی ایک کو کہتے کہ قرآن کی کوئی سورت  
 پڑھ کرنا۔ باقی سب سُننے لگتے۔ ص ۱۹۱

آگے فرماتے ہیں:-

يَكْرَهُ لِلْقَوْمِ أَنْ يَقْرَأُوا الْقُرْآنَ جُمْلَةً لَتَضْمِنَهَا تَرْكُ الْإِسْتِمَاعِ  
 وَالْإِنْصَاتِ الْمَأْمُورِ بِهِمَا ص ۱۹۲

کسی مجلس میں سب لوگ قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیں، یہ مکروہ ہے کیونکہ اس  
 میں قرآن مجید کے حکم و اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَالصَّوْتِ

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے:-  
جب قرآن پڑھا جائے تو دھیان سے سُنو، اور چپ رہو تاکہ تم پر  
رحم کیا جائے۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن مجید کا مرد تہ طریقہ صحابہؓ کے زمانہ میں نہ  
تھا، ہمارے ہاں کچھ لوگ ایک جگہ بل کر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں،  
کوئی دوسرے کی آواز نہیں سنتا، حضرات صحابہؓ کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص  
پڑھتا باقی سنتے اور سوچتے تھے، جب یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کو سوچتے اور  
سمجھتے تھے، ہم صرف پڑھتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص قرآن پڑھ رہا ہو اور باقی توجہ سے  
سُن رہے ہوں تو آہستہ پڑھنے سے بلند پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ اس طرح  
سے تعلیم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کچھ لوگ سو رہے ہوں، یا اپنے کام میں  
مشغول ہوں، یا باتیں کر رہے ہوں، یا ورد وظیفہ یا نماز میں مشغول ہوں  
تو بلند آواز سے پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:-

فيجب السكوت عند القراءة مطلقاً و لما كان العبرة  
لعموم اللفظ لا لخصوص السبب وجب الاستماع لقراءة  
القران خارج الصلوات..... الخ

ترجمہ:- پس واجب ہوا کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے تو اس کو  
توجہ سے سُنا جائے، اور چونکہ اصول فقہ کا قاعدہ مشہور ہے کہ  
اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے، سبب کے خصوص کا نہیں ہونا،

اس لئے نماز سے باہر جب کوئی شخص قرآن پڑھتا ہو تو اس کو توجہ سے سننا بھی ضروری ہو گیا۔ اسی لئے خلاصہ میں کہا ہے کہ ایک شخص فقہ کے مسائل نیکھ رہا ہے اور اس کے پاس ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے تو یہ گناہ پڑھنے والے کو ہے (کیونکہ وہ شخص بھی دین کے کام میں مصروف ہے، قرآن پڑھنے والے کو چاہئے کہ آہستہ پڑھے، اور اس کو کام چھوڑنے پر مجبور نہ کرے) لہذا اگر کوئی شخص رات کو مکان کی چھت پر بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے جب کہ لوگ سو رہے ہیں، تو گنہگار ہوگا۔ (لیکن جس گھر میں بچے پڑھتے ہوں، اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ) بچہ قرآن پڑھ رہا ہے اور گھر والے سننا چھوڑ کر اپنے سہم میں مصروف ہیں تو اس کی دھڑکتیں ہیں، اگر بچہ کے پڑھنے سے پہلے کام میں مشغول ہیں تو گنہگار نہ ہونگے، اور اگر پہلے بیکار تھے ادھر قرآن پڑھنا شروع ہوا، ادھر کام لائحہ میں لے لیا تو گنہگار ہوں گے بحوالہ ص ۳۲۳

یہ مسئلہ واضح ہو چکا، اور احتیاط تو اسی میں ہے کہ قرآن مجید ختم کرنے والے سب لوگ آہستہ پڑھیں، کیونکہ کوئی شخص قرآن پڑھے تو باقی لوگوں کو سننے کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے۔ اسی دلیل سے حنفی امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے چنانچہ تفسیر درمنثور میں بروایت ابوالشیخ عثمان بن زائدہ کے متعلق منقول ہے کہ ”جب قرآن پڑھا جاتا تو آیت دَاٰ اَقْرٰءَ الْقُرْاٰنِ فَاَسْتَمِعُوْا لَهٗۤ اَعْرٰسٌ لِّمَنْ يَّكُوْنُ وَاٰتٍ مِّنْ سَمٰوٰتٍ مَّوْجِدٰتٍ يُّسْمِعُنَّ سَمْعَهُمْ لِيَسْمَعُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ“ لہٰذا پر عمل کرنے کے لئے کپڑے سے اپنا منہ بھی ڈھانک لیتے تھے، کہ آنکھیں بھی کسی طرف مشغول نہ ہوں اور پوری توجہ سے قرآن سنا جا سکے“

یہ تو کمالِ ادب ہے، ورنہ اتنی احتیاط لازم نہیں۔ لیکن مسئلہ میں کچھ اختلاف ضرور ہے۔ فتح القدیر بحث انصات میں اس کی تشریح اور وضاحت موجود ہے، اور اختلاف اس بات میں ہے کہ جو قرآن پڑھنا نماز سے باہر ثواب یا حفظ یا ناظرہ کے لئے جو تذکیر و تبلیغ کے لئے نہ ہو کیا وہ بھی آیت میں داخل ہے یا نہیں، اس موقع پر وہ روایت بھی قابل ذکر ہے۔ جو عبد اللہ بن منفل سے در مشور میں بروایت ابن ابی شیبہ وغیرہ منقول ہے إِنَّهُ سَأَلَ أَكْثَرَ مَنْ سَمِعَ الْقُرْآنَ يَقْرَأُ وَصَحَبَ عَلَيْهِ السَّمَاعُ وَالْإِنصَاتُ قَالَ لَا..... الخ

ترجمہ ۱۔ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا ہر وہ شخص جو قرآن پڑھنے کی آواز سے اُس پر توجہ کرنا اور چپ رہنا واجب ہے؟ فرمایا نہیں۔

نیز السراج النیر میں خطیب شربینی نے بیضاوی کا یہ قول نقل کیا ہے جو اس آیت کی تفسیر میں موجود ہے۔

”قرآن کے ظاہری لفظوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ جہاں بھی قرآن پڑھا جائے توجہ اور خاموشی سے سنا ضروری قرار دیا جائے، لیکن عامۃ العلماء یعنی جمہور، اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ نماز سے باہر جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خاموشی سے سنا مستحب ہے“ واجب نہیں ہے

طلحطاوی علی مرقی الفلاح کی یہ روایت بھی گنجائش دیتی ہے وَفِي الدَّرَجَاتِ الْمُتَنِيْفَةِ  
عَنِ الْقِنِيَةِ يَكْرَهُ... الخ۔ مکر وہ ہے کہ سب لوگ اکٹھے ہو کر (بلند آواز سے) قرآن پڑھیں، کیونکہ توجہ اور خاموشی کا ترک ہے، اور کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ زیادہ ہرج نہیں ہے۔ لا باس بہ۔



خلاصہ یہ کہ قرآن مجید میں چونکہ دین کی تعلیم ہے اس لئے سننے والے متوجہ ہوں تو بقدر ضرورت بلند پڑھے اور متوجہ نہ ہوں تو آہستہ پڑھے، لیکن عام ذکر اذکار آہستہ یا درمیانی آواز سے پڑھنا قرآن کریم اور حدیث سے ثابت ہے۔ فقہ کی معتبر کتابیں گواہ ہیں امام مجدد القہر ثانی کے ارشادات نے بات کو بالکل صاف کر دیا پھر حنفی مذہب کے معتبر فتووں سے ذکر جہر کی حقیقت معلوم ہو چکی۔ آگے چلے فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب بحر الرائق میں ہے لَا تَنْتَ الْأَصْلَ فِي الذِّكْرِ الْإِخْفَاءُ ص ۳۰۳ ترجمہ ۱۔ ذکر الہی میں اصلی قاعدہ یہی ہے کہ آہستہ اور پوشیدہ کیا جائے، نیز باب الجنائز میں فرماتے ہیں :-

وَلَا يَجْهَرُ بِمَا يَقْرَأُ عَقِبَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ لِأَنَّهُ ذِكْرٌ وَالسُّنَّةُ فِيهِ الْمَخَافَةُ ص ۱۸۲

ترجمہ ۱۔ جنازہ کی تکبیروں کے بعد جو کچھ پڑھا جاتا ہے آہستہ پڑھے اس لئے کہ یہ ذکر ہے، اور ذکر کے متعلق سنت طریقہ یہی ہے کہ آہستہ ہو۔

غناہ شرح ہدایہ شریف کتاب الحج باب الاحرام میں دَبْرُ مَوْجَعٍ صَوْتَهُ بِالتَّلْبِيَةِ کی شرح میں فرماتے ہیں الْمُسْتَحَبُّ عِنْدَنَا فِي الدُّعَاءِ وَالذِّكْرِ الْإِخْفَاءُ ..... الحج ہم حنفیوں کے نزدیک دُعا اور ذکر اذکار میں آہستہ آواز نکالنا مستحب ہے لیکن جب ذکر ایسا ہو کہ اس کے اعلان میں کوئی مقصود ہو جیسے اذان اور خطبہ وغیرہ اور بلیک کو بلند آواز سے کہنے کا مقصد بھی لوگوں کو بتانا ہے کہ میں نے احرام باندھ لیا (کہو کہ حاجی کے جان مال سے کوئی تعرض نہیں کرتا) اس لئے بلیک بلند آواز سے کہنا مستحب ہوا ص ۱۲۶ بر حاشیہ فتح القدیر۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں :- **وَاسْتَدَلَّ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ لَطَلَبِ الْإِسْرَافِ**  
**بِخَبَرِ الصَّحَابِيِّينَ** ..... الخ ترجمہ :- امام بیہقی وغیرہ بزرگوں نے آہستہ ذکر  
کرنے کے لئے صحیح مسلم شریف اور صحیح بخاری شریف کی اس حدیث سے دلیل پکڑ لی ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو (کسی سفر میں) بلند آواز کے ساتھ تکبیر اور  
**لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کہنے سے منع فرمایا، اور یوں فرمایا کہ لوگو تم جس کو پکارتے ہو،  
وہ ہوا اور غائب نہیں ہے۔ بے شک وہ تمہارے پاس ہے، سننے والا دیکھنے والا  
اور سنت ہے پریشدہ پڑھنا سب ذکروں کو سوائے بتیک کے ص ۱۸ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ  
باب صلوٰۃ العیدین میں ہے **فَقَالَ ابُو حَنِيفَةَ سَرَفُ الصَّوْتِ بِاللِّسَانِ بَدْعٌ**  
**يُخَالِفُ الْأَمْرَ**۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت  
ہے اور اللہ کے حکم **وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ** کے مخالف ہے مرقاۃ ص ۲۵۶  
پھر فرماتے ہیں :- **قَالَ النُّوْدِيُّ بَكْرَةَ سَرَفِ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ بِالْعِلْمِ**  
**وغيره قال ابن حجر سئل ما لـ عن سرف الصوت** ..... الخ  
ترجمہ :- امام نووی نے فرمایا مسجد میں بلند آواز نکالنا مکروہ ہے، اگرچہ علم کا  
بیان ہو، یا کچھ اور ہو۔ ابن حجر کئی نے فرمایا ہے، امام مالک سے پوچھا گیا کہ مسجد  
میں علم پڑھانے کے لئے بلند آواز نکالنا کیسا ہے؟ فرمایا اس میں کوئی بہتری نہیں  
ہے، نہ علم کی بات میں نہ دوسری باتوں میں، اور میں نے پہلے زمانہ کے لوگوں کو  
دیکھا ہے کہ وہ ایسی مجلس کو عیب دار سمجھتے تھے۔ اور میں بھی اس کو ناپسند کرتا  
ہوں اور اس میں کوئی خیر نہیں سمجھتا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ  
کے نزدیک یہ مکروہ نہیں ہے اور اس میں کئی وجہ سے سوج بچار کا موقع ہے

کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مسجد میں ہر قسم کی بلند آواز کو مکروہ نہیں سمجھتے جھوٹ اور بہتان ہے۔ بلکہ آپ کا مسلک یہ ہے کہ مسجد میں بلند آواز نکالنا اگرچہ ذکر الہی سے ہو مکروہ ہے۔ ہاں امام صاحب نے مسجد میں درس تدریس کو جائز کہا ہے اور اس دوران میں مسائل پر بحث کی بھی اجازت دی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ نمازیوں کے لئے تشویش اور پریشانی کا باعث نہ ہو۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف

خلاصہ یہ ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ دل کا ذکر اور زبان کا ذکر، دل کا ذکر مراتب ہے اور اس کے بھی درجات ہیں۔

- ۱۔ محض ذات الہی کی طرف توجہ کرنا۔
  - ۲۔ خداوند تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت خالق مالک میں غور کرنا۔
- اور زبان کا ذکر جو دل کے ذکر سے خالی ہو تقریباً بے فائدہ ہے۔ لیکن جب زبان کے ساتھ دل بھی حاضر ہو تو اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ذکرِ خفی، پوشیدہ ذکر، یہ بہت عمدہ اور افضل ہے، قرآن کریم، اور حدیث شریف میں اس کی فضیلت بہت آئی ہے حدیث خیر الذکر الخفی اس کی دلیل ہے۔

۲۔ درمیانہ آواز سے ذکر کرنا۔ یہ جائز ہے، تعلیم مقصود ہو تو افضل ہے۔ پوشیدہ ذکر سے اس کا درجہ کم ہے۔

۳۔ زور زور سے چلا کر ذکر کرنا اس کی اجازت صرف اعلان کے موقع پر ہے جیسے اذان، خطبہ، بیک وغیرہ، عام حالات میں منع ہے۔

ذکر کا بیان بقدر ضرورت ہو چکا، اب دعا کا بیان آتا ہے۔

واضح رہے کہ اس رسالہ کا موضوع فقط صلوات و سلام ہے، چونکہ درود اور سلام دعا کی قسم سے ہیں اس لئے دعا کا ذکر بھی آگیا، اور چونکہ اونچی آواز سے درود اور سلام پڑھنے والے اس کو ذکر الہی کہتے ہیں اس لئے ذکر کا بیان، آداب اور احکام

بھی بیان ہوئے

## دعا کے آداب کا بیان

ادْعُوا مَا تَكُمُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

ترجمہ :- بلاؤ اپنے رب کو عاجزی سے اور پوشیدہ، بے شک وہ نہیں محبت کرتا حد سے بڑھنے والوں سے۔ اور نہ فساد کرو زمین میں اصلاح کے بعد، اور اور پکارو اس کو خوف اور امید سے بے شک رحمت اللہ کی قریب ہے نیکی کرنے والوں سے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں یہاں ایک سوال ہے کہ جس چیز کی ہم دعا کرتے ہیں، اگر تقدیر میں لکھی ہوئی ہے تو خود بدل کر رہے گی، اگر تقدیر میں نہیں ہے تو ہرگز نہیں بل سکتی، پھر دعا کا کیا فائدہ ہے؟

جواب :- یہ اعتراض صرف دعا پر کیوں ہے؟ ہر کام اور ہر عبادت پر ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر اس شخص کے حق میں عذاب سے خلاصی مقدر ہے تو ہو جائیگی، درنہ ہزار نماز کا بھی کیا فائدہ؟ اسی طرح روٹی کھانے اور پانی پینے پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ بھوک اور پیاس کا ختم ہونا اگر مقدر نہیں ہے تو روٹی سے کیا فائدہ؟ پس جس طرح یہ خیال فضول ہے، کیونکہ کوشش نہ کرنا ایک مستقل گناہ ہے، اسی طرح

دُعا نہ مانگنا بھی نافرمانی ہے، کیونکہ دُعا بھی ایک کوشش ہے، بلکہ دُعا کا اصل فائدہ یہ ہے کہ دُعا مانگتے وقت صفاتِ الہی علم قدرت رحمت کی یاد تازہ ہوتی ہے اس سے معرفت بڑھتی ہے۔ جب روٹی مانگنے والے کی طرح ہاتھ پھیلاتا ہے، جب روٹی سی صورت بناتا ہے، جب سر جھکاتا ہے، جب آنسو گراتا ہے تو رحمت کا دریا جوش میں آجاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میرا دراپنا درجہ پہچان لیا۔

آنسوؤں کی لڑائی بھی کتنے قیمتی ہوتی ہیں کہ قبولِ الہی خرید لیتے ہیں۔

صحر یک آہ گرم صیقیل زنگارِ عالم است

۱۔ عاجزی سے بندہ کو اپنا مقام معلوم ہو جاتا ہے اور آہستہ دُعا سے اخلاص کی خوشبو آتی ہے۔

۲۔ دُعا کا خفیہ اور پوشیدہ ہونا بہت ضروری ہے اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے آہستہ دُعا مانگنے کا حکم دیا ہے، اور اس کے بعد فرمایا حد سے بڑھنے والے مجھے پسند نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ بلند آواز سے دُعا مانگنا یہی حد سے بڑھنا ہے اور محبت سے مراد ثواب ہوتا ہے پھر مطلب یہ ہوگا کہ بلند آواز سے دُعا مانگنے کا ثواب بھی نہیں ملتا نہ دُعا قبول ہوتی ہے اور اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف بیان کی ہے اس بات پر کہ انہوں نے خفیہ دُعا کی تھی، اور اس لئے کہ آپ نے صحابہؓ کو ایک سفر میں بلند آواز سے یکبیر کہنے سے روکا، اور اس لئے کہ حدیث میں ہے خفیہ دُعا اعلانیہ دُعا سے ستر بار افضل ہے اور اس لئے کہ آپ نے فرمایا بہترین دُعا وہ ہے جو

خفیہ ہو، اور بہترین رزق وہ ہے جس سے ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ اور اس نے کہ امام حسن بصری نے فرمایا ہے کہ صحابہؓ کی حالت یہ تھی کہ ایک شخص قرآن جمع کر لیتا مگر اس کے ہمسایہ کو خبر تک نہ ہوتی۔ ایک شخص بڑا عالم بن جاتا مگر لوگوں کو خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک شخص رات کو لمبی لمبی نماز پڑھتا مگر اس کے ہمتوں کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عملوں کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ بڑی کوشش سے دعائیں مانگتے تھے مگر ان کی آواز دُور نہ سن سکتا تھا، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ آہستہ۔

۳۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ نماز میں آمین آہستہ پڑھنی چاہئے، وجہ یہ کہ آمین یا تو دعا ہے یا ذکر ہے۔ اگر دعا ہے تو دعا پوشیدہ مانگنے کا حکم قرآن میں آیا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا نام ہے تو ذکر بھی آہستہ کرنے کا حکم ہے اللہ نے فرمایا **وَإِذْ كُنَّا رَبَّكَ رَبِّي نَفْسِكَ** الایۃ ان دلائل سے تو وجوب ثابت ہوتا ہے۔ کم از کم آمین آہستہ کہنا مستحب تو ہوگا۔

امام رازی فرماتے ہیں **عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ** اتنی بات ہم بھی مانتے ہیں **إِنَّهُ لَا يَجِبُ الْمُحْتَدِينَ** دعا میں حد سے پڑھنا یہ ہے کہ آداب کی پروا نہ کرے، یا اپنی ہستی سے بڑھ کر مانگے، کلی اور ابن جوتیج نے کہا ہے حد سے پڑھنا یہی بلند آواز سے دعا کرنا ہے۔ زمین میں فساد کرنے کے طریقے پانچ ہیں۔

۱۔ کسی کی جان یا اعضا کو ضائع کرنا۔

۲۔ حیلہ بازی، چوری، ڈاکہ سے مال کا نقصان کرنا۔

۳۔ کفر اور بدعت سے دین کو تباہ کرنا۔

۴۔ زنا۔ لواطت، تہمت سے نسلوں کو بگاڑنا۔

۵۔ نشہ آور چیزوں سے عقل کو برباد کرنا۔

کیونکہ دنیا میں قابلِ قدر چیزیں یہی پانچ ہیں۔ جان۔ مال۔ نسب۔ دین، عقل پھر یہ بھی شرط ہے کہ دعا کرنے والے کے دل میں اپنے گناہوں کا خوف ہو، اور رحمت کی امید بھی ہو۔ (تفسیر کبیر اسی آیت کی تفسیر)

## دُعا کے عام آداب

۱۔ دُعا کے لئے بہتر وقت تلاش کرے جیسے ۹۔ ذی الحجہ عرفات کا دن

ماہ رمضان، جمعہ کا دن، سحر کا وقت۔

۲۔ خاص حالات تلاش کرے مثلاً جب میدانِ جنگ میں کفر و اسلام کی

ٹکڑ ہو، جب بارش برس رہی ہو۔ جب نماز کی صفیں کھڑی ہونے لگیں،

فرض نماز کے بعد، وظائف اور درود شریف کے بعد، اذان اور تکبیر کے

درمیان، روزہ کی حالت میں، سب وقت اچھے ہیں۔

۳۔ دُعا کے وقت قبلہ کی طرف مٹھ کرے، دونوں ہاتھ اچھی طرح اٹھائے،

پھر دونوں ہاتھ منہ پر پھیر دے، دُعا مانگتے <sup>وقت</sup> نیچے دیکھے آسمان کی طرف

دیکھنا منع ہے۔

۴۔ دُعا کے وقت آواز بلند نہ ہو، اور بے آواز بھی نہ ہو۔

۵۔ دُعا کے وقت الفاظ میں بناوٹ نہ ہو۔ سادہ لفظوں میں اپنی ضرورت

بے تکلف پیش کرے۔ بنائے ہوئے شعر اشعار اور پرتکلف آواز مناسب نہیں ہیں۔ کیونکہ عاجزی سادگی میں ہے۔ حدیث میں ہے دعا میں تکلف نہ کرو بس اتنی دعا کافی ہے، اے اللہ! میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور ایسے کام ایسی بات جو جنت کے قریب کرے۔ اے اللہ! میں دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں، اور ایسے عمل ایسے کام سے بھی پناہ مانگتا ہوں،

۶۔ عاجزی اور جھکاؤ، امید اور خوف کی حالت میں دعا مانگنی چاہئے، حدیث میں ہے کہ اللہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس پر مصیبت بھیجتا ہے تاکہ عاجزی اور زاری سے دعائیں مانگے۔

۷۔ دعا مانگتے وقت قبولیت کی پختہ امید اور یقین ہونا چاہئے، اور دعا میں اس طرح کہے کہ اے اللہ! مجھ کو یہ چیز ضرور دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جبر کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ جب دعا مانگو اس یقین کے ساتھ مانگو کہ ضرور قبول ہو جائے گی، اور غافل دل کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

۸۔ ایک چیز کو بار بار مانگے کم از کم تین دفعہ، اور یہ خیال کبھی نہ کرے کہ اتنا دفعہ دعا کی ہے قبول کیوں نہیں ہوئی، بلکہ مانگتا رہے۔ کسی بزرگ نے ہے کہ بیس سال سے ایک حاجت مانگ رہا ہوں اب تک نہیں ملی، مگر جب امید ہے کہ ضرور مل جائے گی۔ جب قبول ہو جائے تو شکر کرے، اور قبول ہو تو بھی ہر حالت میں شکر کرے۔

۹۔ دعا سے پہلے اللہ کا ذکر کرے، اور اول آخر درود شریف پڑھے



۱۰۔ دُعا کا سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ گناہوں سے سچی توبہ کرے، کسی پر ظلم کیا ہو تو اس کا حق واپس کرے، سچے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو یہی قبولیت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اجیاء العلوم ص ۲۳۱

اس کے علاوہ دُعا کے آداب اور بھی ہیں۔ مثلاً

دل حاضر ہو، عاجزانہ صورت بنائے، بدن جگہ، لباس پاک صاف ہوں، دل میں اللہ کے سوا کسی کی طرف توجہ اور دھیان نہ ہو۔ دُعا سے پہلے کوئی نیک عمل کرے، صدقہ خیرات اور نوافل پڑھے، لقمہ حلال کا کھایا کرے، نگاہ نیچی رکھے، دُعا سے پہلے اور پیچھے اللہ کی تعریف بیان کرے، حدیث کی دعاؤں میں عموماً ایسا ہے، اللہ کی رحمتوں اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے شرمندہ اور ندامت و انوس اپنے دل میں پیدا کرے، کیونکہ ٹوٹا ہوا دل اللہ کو پسند ہے دُعا میں اللہ کے مقبول بندوں کا وسیلہ پکڑنا بھی اچھا ہے۔ لہذا کھانا، ہتھیلیاں پھیلانا، ماتحتوں کو کپڑے سے باہر رکھنا بہتر ہے، کیونکہ اس میں غازی کا اظہار ہے، زور دار لفظوں میں دُعا مانگے، اے اللہ! میں تیرا ذرہ چھوڑوں گا، میں تجھ سے لے کر رہوں گا، بار بار سوال کرے، اے اللہ مجھے دے مجھے دے مجھے دے، دُعا عربی ہو تو معنی سمجھے، رزقہ اپنی زبان میں دُعا مانگئے، انور کے کچھ قطرے نصیب ہو جائیں تو بہتر ہے، تمام مسلمانوں کو اپنی دُعا میں شریک کرے تو اچھا ہے، دُعا ختم کرتے وقت آمین کہے۔ دُنیا والے اپنے مقاصد میں کتنی ہمت دکھاتے ہیں، کتنی خوشامد کرتے ہیں، اور خالی امیدیں کتنا وقت ضائع کر دیتے ہیں، اللہ سے مانگنے والا کیوں اپنا دل توڑ دیتا ہے،

یہ خیالی نہ کرے کہ میں گنہگار ہوں، میری زبان ناپاک ہے، میری دعا قبول نہ ہوگی، شیطان نے جب غضب برس رہا تھا ٹہلت کی دعا مانگی، اور قبول بھی ہو گئی کئی کاموں کا نتیجہ اس کے حق میں بڑا ہوتا ہے اس لئے یوں دعا مانگے، اے اللہ اگر یہ کام میرے لئے بہتر ہے تو مجھے عطا فرما۔

حدیث :- دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، زمین آسمان زُریے، عبادت کا مفر ہے۔

مسلمان بھائیو! یہاں تک آپ ذکر الہی اور دعا کا بیان پڑھ چکے ہیں، آئے جانتے ہیں کہ اس رسالہ کا موضوع درود اور سلام ہے، اب یہ غور کرنا ہوگا کہ

اور سلام ذکر کی قسم سے ہیں یا دعا کی قسم ہے۔ اگر ذکر کی قسم سے ہو تو ذکر احکام اس پر آئیں گے، یعنی ذکر دل میں بھی ہوتا ہے، زبان کے ساتھ پڑھنا ذکر بھی ہوتا ہے اور درمیانی بلند آواز سے بھی ہوتا ہے۔ آپ پڑھ چکے

یہ تین طریقے ذکر کے درست اور صحیح ہیں، جو تھوڑی سی چلا کر بولنا زیادہ آواز نکالنا ذکر الہی میں بھی منع ہے۔ لیکن اگر درود شریف دعا کی قسم سے ہے

اس کا طریقہ فقط ایک ہوگا کہ زبان ہلا کر پڑھا جائے اور پوشیدہ پڑھا جائے دیکھئے دعا کے آداب :- اب دیکھنا یہ ہے کہ درود اور سلام کیا

قسم میں شمار ہوتے ہیں، یا دعا میں؟ اس کے متعلق بزرگان کی تصریح ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصلوة فی لسان العرب

التَّوَحُّدُ وَاللُّغَاةُ شَفَا شَرِيفٍ ص ۶۵

ترجمہ :- عربی لغت کی مشہور و معروف کتاب لسان العرب میں درود کے

رحمت مانگنا اور دعا کرنا۔ نیز ص ۵۹ پر صاف لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت اور رحمت کی دعائے ہے۔ بحث درود شریف

فادائی شامی میں ہے وَلَمَّا كَانَتْ الصَّلَاةُ دُعَاءً چونکہ درود شریف دعائے  
ص ۲۸۶۔ نیز انہا دعائے درود شریف ایک دعائے ص ۲۸۱

بحر الرائق میں ہے۔ درود شریف کے آخر میں حَمِيدٌ مَّجِيدٌ کا لفظ اس لئے ہے کہ دعا کرنے والے کو چاہئے کہ دعا کو اللہ کے ناموں پر ختم کرے لِأَنَّ الدَّاعِيَ يُشْرَعُ لَهُ أَنْ يَخْتِمَ دُعَاؤَهُ بِأَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى ص ۲۲۹  
نیز فرماتے ہیں درود شریف میں بندہ خداوند تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت برکت نازل کرے۔ إِنَّ الْعَبْدَ يَسْئَلُ اللَّهَ أَنْ يُصَلِّيَ ص ۳۲۹ معلوم ہوا کہ درود ذکر نہیں ہے بلکہ دعائے ہے۔

علامہ راجب اصفہانی امام لغت مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:-  
وَالصَّلَاةُ قَالَتْ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ اللُّغَةِ هِيَ الدُّعَاءُ بَهِتٍ سَ  
علماء لغت نے کہا ہے کہ صلوات دعائے ص ۲۸۷ آگے فرماتے ہیں:-  
وَمِنَ الْمَلِكَةِ هِيَ الدُّعَاءُ وَالِاسْتِخْفَامُ كَمَا هِيَ مِنَ النَّاسِ  
درود شریف فرشتوں کی طرف سے دعا اور استغفار ہے جیسا کہ انسانوں کی  
طرف سے۔ اور اس کے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ بی بیوں کے پیر و مرشد مولوی  
احمد رضا خاں صاحب اپنے رسالہ احسن الوعا کے ص ۸ پر فرماتے ہیں بے شک  
درود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے ہے ص ۸۳ پر فرماتے ہیں  
درود بھی دعائے ہے۔ نیز ص ۸ پر درود اور ذکر کو دو چیزیں قرار دیا، علماء اسلام

میں سے آج تک کوئی شخص بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ درود شریف ذکر الہی ہے، کیونکہ دعا اور ذکر میں اتنا واضح فرق ہے جس کو ایک مسلمان بچہ بھی سمجھتا ہے۔ لیکن آپ لوگ تعجب کریں گے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی نے ایک کتاب لکھی ہے، جاء الحق وزهق الباطل، اس میں بلند آواز سے درود شریف کے لئے جب کوئی دلیل میسر نہ ہو سکی تو انہوں نے ایک دنیا بھر سے نیا راز اختیار کیا کہ درود شریف ذکر الہی ہے، یعنی کہ دعا نہیں ہے، اور پھر ذکر کے متعلق کمزور دلائل پیش کر کے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پڑھ چکے ہیں کہ زیادہ بلند آواز سے تو ذکر بھی منع ہے، اور اس کے متعلق ایک

بھی ہمارے پاس موجود ہے جس کا نام ہے القول القوی فی الذکر الخفی۔ اس رسالہ میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے مکتوب علی کی شرح لکھی ہے، اس پر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور اس درجہ کے علماء کی تصدیق موجود ہیں، اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ زیادہ بلند آواز کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے سے تمام علماء متفق ہو کر منع کرتے ہیں، چہ جائیکہ درود اور سلام اتنی بلند آواز سے پڑھا جائے کہ سارا شہر سنے۔ وجہ یہ کہ درود چونکہ دعائے خفیہ ہے، اس کے دلائل، قرآن کریم، حدیث اور فقہ حنفی سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہاں اتنی بات ضرور ہے کہ امام مسجد کو تعلیم دینے کے لئے کچھ دن ادنیٰ دعا مانگ سکتا ہے، لیکن جب وہ ان کو یاد ہو جائے تو پھر سب آہستہ پڑھیں۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں ہے:- اذا دعا بالذکر الخفی

نَهْرًا أَوْ مَعَهُ الْقَوْمُ أَيْضًا لِيَتَعَلَّمُوا الدُّعَاءَ لَا بِأَسْرٍ بِهِ وَإِذَا  
 حَلَمُوا حِينَئِذٍ يَكُونُ جَهْرًا الْقَوْمُ بِدُعَاةٍ... الخ ص ۱۹۴  
 ترجمہ:- ”جب امام ایسی دعائیں جو حدیث میں آئی ہیں بلند آواز سے مانگے، اور  
 نمازی بھی اس کے ساتھ ساتھ سبق سیکھنے کے لئے بلند آواز سے وہی لفظ پڑھیں  
 تو ہرج نہیں ہے اور جب وہ دعائیں سیکھ لیں تو پھر بلند آواز سے دعائیں مانگنا بدعت  
 ہے۔“ کیونکہ تعلیم ختم ہو چکی ہے۔ آگے فرماتے ہیں:-

”جب کوئی واعظ منبر پر منقول دعائیں بلند آواز سے پڑھے اور لوگ بھی  
 اُس کے ساتھ وہی دعائیں مانگیں، پس اگر قوم کی تعلیم کے لئے ہے تو ہرج نہیں  
 ہے اور اگر تعلیم کے لئے نہیں ہے تو مکروہ ہے“ ص ۱۹۴

اصول کی حد تک تو مسئلہ صاف ہو چکا ہے تمام محدثین درود شریف کو دعا کا  
 درجہ دیتے ہیں یہ بات ان کی ترتیب و تہویب سے ظاہر ہے، خود بریلویوں کے پیشوا  
 بھی اس کے قائل ہیں۔ بڑے بڑے بزرگانِ دین کے حوالے آپ نے دیکھ لئے کہ  
 درود شریف دعا ہے۔ اب جو لوگ لاؤڈ سپیکر پر درود شریف پڑھتے ہیں، جو  
 نمازوں کے بعد مسجدوں کو سر پر اٹھا لیتے ہیں یہ ثابت کرنا ان کے ذمہ پر آتا ہے  
 کہ دعائیں بلند آواز سے کیوں اور کہاں سے ثابت ہے، دعا تو ایک رائے دنیا کا درجہ  
 رکھتی ہے۔ اس میں یہ تکلف، یہ گلا پھاڑنا، یہ گردن کھینچنا، اور یہ سکون کے موقع  
 میں حرکت کہاں سے پیدا ہوئی؟

انصاف تو یہ ہے کہ یہ لوگ چونکہ اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں اور اہل سنت  
 وجمہ کے چادر ہی مسلک نہیں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہم حنفی ہیں، تو

پھر کیا ان لوگوں کا یہ حق نہیں ہے کہ حنفی فقہ سے بلند آواز کے ساتھ درود شریف، اور سلام پڑھنا ثابت کریں۔ اگر شافعی وغیرہ نہیں لہاں مذاہب کی کتابوں سے یہ مسئلہ ثابت کریں اور اگر غیر مقلد ہیں تو پھر حدیث سے ثابت کریں، اور اگر حدیث کے بھی منکر ہیں، تو پھر قرآن سے ثابت کریں، لیکن اللہ کی قسم یہ آزاد فرقہ ہے جو غیر مقلدوں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں، کیا مسئلہ انکارِ بشریت، حاضر ناظر، علم غیب کلمی، گیارہویں اور تیجا چوتھا امام ابو حنیفہؒ کی فقہ سے ثابت ہو سکتا ہے؟ یا آج تک کسی بریلوی نے یہ خبرات کی ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کی ہے کہ حنفی کتابوں کی عبارتیں جو ان کے مخالف پڑتی ہیں ان کی تاویلیں کرتے ہیں، لیکن اگر حنفی ہیں تو فقہ حنفی سے ان مسائل کو ثابت کریں، یا غیر مقلد کہلائیں۔ کیا ظلم ہے کہ ان کے تمام مسائل فقہ حنفی کے مخالف ہیں پھر بھی یہ لوگ حنفی ہیں، لیجئے یہی درود شریف بلند آواز کے ساتھ پڑھنے کا مسئلہ، آج تک کوئی بریلوی فقہ حنفی کی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکا، مولوی محمد عمر صاحب کی کتاب مقیاس حنفیت ایڈیشن اول ص ۱۹۱ اور مفتی احمد یار صاحب گجراتی کی کتاب خلاء الحق ص ۳۲۹ تا ۳۳۱ دیکھو اور بھائی مسلمانہ خود تحقیق کرو۔ ایمان بہت قیمتی چیز ہے، کسی ایک حنفی فقہ کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، کیا پھر بھی یہ حنفی ہیں؟

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ان مسائل کو ثابت کرنا ان کے ذمہ ہے، کیونکہ یہ لوگ ان چیزوں کو دین میں داخل کرتے ہیں، بلکہ جو شخص ان باتوں کو نہ مانے اس کو بے ادب اور وہابی غیر مقلد کہتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی عادت ہے کہ ہمیشہ ثبوت ہمارے ذمہ پر ڈالتے ہیں، بس یہی کہتے ہیں کہ چلو بلند آواز سے پڑھنے کا ثبوت نہ سہی مگر تم ہی بتاؤ کہ یہ کہاں لکھا ہے درود شریف آہستہ پڑھنا چاہئے؟

سُنَّے فتاویٰ عالمگیری میں ہے وَالسُّنَّةُ أَنْ يُمَجِّنِي صَوْتَهُ بِاللُّعَاءِ ۲۳۱  
سُنَّتِ طَرِيقَهُ يَهَيِّئُكَ دُعَاؤُ شَيْدِهِ مَانِكِي۔ نیز کتاب المناسک عالمگیری میں  
جہاں روضہ اقدس انور پر سلام عرض کرنے کا بیان ہے فرماتے ہیں وَلَا يَرْفَعُ  
صَوْتَهُ وَلَا يَقْتَصِدُ صَ ۲۴۲ روضہ شریف پر سلام عرض کرنے والا نہ بلند آواز  
نکالے نہ درمیانی آواز نکالے یعنی بالکل آہستہ سلام عرض کرے۔

وجہ یہ ہے کہ روضہ مبارکہ ادب اور ہیبت کا مقام ہے۔ بلکہ روضہ شریف  
آداب وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے آداب تھے  
آپ کے سامنے اونچی آواز سے بولنا خود قرآن کریم نے سختی سے بند کر دیا ہے،  
فرمایا جو ایسا کرے گا اس کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ سورۃ حجرات  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ  
تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ  
بِآيَةِ عَلَى الْمَنْعِ ... الخ

ترجمہ :- علماء نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ آپ کی قبر شریف کے پاس  
اور آپ کی حدیث پڑھتے وقت بلند آواز نکالنا منع ہے۔ اس لئے کہ وفات  
کے بعد بھی آپ کا ادب اُتنا ہے جتنا دنیا کی زندگی میں تھا۔

ملا علی تاروی شرح شفاء ص ۶۲ میں فرماتے ہیں :-

وَاعْلَمَ أَنَّهُ تَنْبِيغِي لِهَذَا السَّمْرِ اعَاة ... الخ

ترجمہ :- آپ کے ساتھ آہستہ بولنے کا حکم جو اللہ نے دیا ہے، مناسب ہے  
کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی مسجد میں خصوصاً روضہ شریف کے نزدیک

اور اسی طرح آپ کی حدیث سنتے وقت، اور اسی طرح قرآن اور اس کی تفسیر سنتے وقت ادب کے خیال سے آہستہ بولنا چاہئے، کیونکہ آپ کا ادب زندگی اور وفات میں ایک جیسا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں **وَاعْلَمِ أَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ ذَوْقِيرٌ كَأَنَّكَ تَعْطِيهِ لَأَنَّهُمُ** ..... الخ  
ترجمہ:- سمجھ لو کہ ادب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی وفات کے بعد اور آپ کی تعظیم اسی طرح ضروری ہے جس طرح زندگی (دنیا) کی حالت میں ضروری تھی، اور یہ ادب اس وقت بھی ہے جب آپ کی حدیث اور سنت اور آپ کا نام مبارک، اور آپ کی سیرت سنی جائے، جب آپ کے گھر والوں اور صحابہؓ اور اولاد کے کوئی معاملہ کیا جائے۔ نیز اہل بیت اور صحابہؓ کی تعظیم،

ابو ابراہیم نے فرمایا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے جب آپ کا ذکر کرے، یا اس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے کہ خشوع خضوع کرے، اور باوقار صورت بنالے، اور ہلنا چھوڑ دے، پورے سکون سے بیٹھے اور آپ کا ادب و احترام اس حد تک کرے جتنا بالقرض آپ ہمارے ساتھ ہوتے تو ادب کرتا، شفا شریف ص ۳۳ ناظرین! اس عبارت میں ایک تو یہ لفظ قابل غور ہے **وَلَيْسَ كُنْ مِنْ حَرَكَتِهِ** یعنی یعنی آپ کا ذکر مبارک سنتے وقت کوئی حرکت نہ کرے۔ ادب کا طریقہ بزرگانِ دین کے تو یہ بتایا ہے مگر ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفی نعت سنتے سنتے اٹھ کرنا چنے لگتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ ص ۲۳۲ میں ہے:-

” امام شمس الدین حلوانی سے پوچھا گیا جن لوگوں نے اپنا نام صوفی رکھ



لیا ہے اور خاص طرز کا لباس پہنتے ہیں اور ناچ میں مشغول رہتے ہیں،  
 اور اپنے لئے بلند مقام کا دعویٰ کرتے ہیں یہ کیسے لوگ ہیں؟ آپ نے  
 فرمایا یہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا اگر یہ لوگ شریعت کی  
 راہ سے پھرے ہوئے ہوں، کیا ان کو جلا وطن کیا جاسکتا ہے؟ یعنی اس  
 جرم کی سزا میں ان کو شہر بدر کرنا جائز ہے؟ فرمایا تکلیف وہ چیز کو دور  
 کرنا حفاظت کا اچھا طریقہ ہے، اور دیانت کی اچھی مثال ہے، اور پلید  
 کو پاک سے الگ کرنا بہت پاکیزہ اور بہتر کام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری  
 کے مؤلف شیخ نظام فرماتے ہیں سادہ قوالی مستنفا، اور کرنا اور نا چنا  
 جو ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفی کرنے ہیں حرام ہے، اہل دل کی بات  
 اور ہے۔ اس کی طرف جانا اور بیٹھنا جائز نہیں اور یہ سرود اور باجے  
 کے برابر ہے لیکن بناوٹی صوفی اس کو جائز کہتے ہیں اور پہلے بزرگوں کی  
 دلیل پیش کرتے ہیں۔ شیخ نظام فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ پہلے  
 بزرگوں نے جو کچھ کیا وہ اور چیز ہے، یہ اور چیز ہے کیونکہ پہلے زمانہ  
 کے بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں کوئی شخص کسی وقت کوئی شعر  
 پڑھتا جس میں ان کے حال سے موافق کوئی مضمون ہوتا تو ان کو  
 پسند آجاتا اور جس شخص کا دل نرم ہو جب کوئی کلمہ حسب حال سن ہو  
 تو کئی دفعہ اس کی عقل پر پردہ بن جاتا ہے، پھر وہ بے اختیار اٹھ کھڑا  
 ہوتا ہے اور اس سے غیر اختیاری حرکتیں ظاہر ہو جاتی ہیں، اور ایسی چیز  
 بعید نہیں کہ ان پر جائز ہو اور انہیں اس سے مواخذہ نہ ہو، لیکن بزرگانِ دین

کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ وہ وہی کچھ کرتے تھے جو ہمارے زمانہ کے  
فاسق، دین سے آزاد اور بے علم لوگ کرتے ہیں۔ کیونکہ دیندار لوگوں  
کی بات سے دلیل پکڑی جاتی ہے (بے دینوں کا کیا ہے)

وجہ کے متعلق مزید تحقیق فتاویٰ ہذا کے صفحہ ۱۹۲ ص ۱۹۴ پر موجود ہے۔ واضح  
رہے کہ شریعت کا گرفت فقط بنا دہلی وجد پر ہے، اور یہی آج کل مردع ہے،  
دوسری بات یہ ہے کہ ردضہ شریف پر آہستہ پڑھنے کا حکم اس لئے ہے کہ  
وہاں آپ خود سنتے ہیں جیسا کہ حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اس لئے اس جگہ کو آپ  
کی مجلس کا درجہ حاصل ہے، اس لئے کہ آپ وہاں موجود ہیں، حاضر ہیں، لیکن  
جو لوگ آپ کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھتے ہیں ان کی عقل پر افسوس کہ وہ اتنی اونچی  
آواز سے درود اور سلام پڑھنے کی گستاخی کیوں کرتے ہیں؟ اگر یہ عقیدہ بنایا ہے  
تو اس کے آداب کا بھی حق ادا کریں۔

سوال ۱۔ خداوند تعالیٰ تعیناً حاضر ناظر ہے پھر دیوبندی کیوں اونچا بولتے ہیں؟  
جواب: بے شک خداوند تعالیٰ حاضر ناظر ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے یہ حکم  
کہیں نہیں دیا کہ میرے ادب کے لئے آہستہ بولو، ورنہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں  
گے۔ لیکن یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو بھی اونچا بولے گا  
اس کے عمل ضائع ہوں گے، اسی اصول کے مطابق قبر شریف پر آہستہ سلام  
پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ یا تو یہ کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و فاق  
شریف کے بعد ختم ہو چکا ہے، پھر جو چاہیں کریں۔ اگر ادب بھی باقی ہے اور آپ  
ہر جگہ سنتے بھی ہیں تو پھر سورۃ حجرات کی آیت پر غور کریں کہ آپ لوگوں کے

پاس اس کا کیا جواب ہے؟

فتاویٰ عالمگیری ص ۱۸۹ وَالْإِحْفَاءُ أَفْضَلُ عِنْدَ الْفَنِّ عَمَّ فِي السَّفِينَةِ  
مَلَأَعَبَتِهِمْ بِالسُّيُوفِ وَكَذَا الصَّلَاةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:- کشتی میں گھبراہٹ کے وقت آہستہ ذکر الہی بہتر ہے، اسی طرح

لڑائی کے وقت، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آہستہ درود شریف

پر طحا افضل ہے۔

حج اور عمرہ میں بتیک بلند آواز سے کہنا سنت ہے جیسا کہ آپ پر طحا چکے ہیں  
لیکن بتیک کے بعد درود شریف کا بھی موقع ہے۔ لیکن جہاں درود شریف  
کا لفظ آیا ساتھ ہی آہستگی کا حکم آگیا۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب المناسک عد ۲۲۳ پر فرماتے ہیں:-

ثُمَّ إِذَا لَبَّى يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ الْمُعَلِّمِ لِلْخَيْرَاتِ وَذَعَا  
بِمَا شَاءَ إِلَّا أَنَّهُ يَخْفِضُ صَوْتَهُ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ

ترجمہ:- پھر جب بتیک کہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نیکیوں کا سبق

دینے والے ہیں درود شریف پڑھے۔ لیکن جب درود پڑھے، تو

آواز آہستہ کرے۔

حنفی فقہ کی مشہور و معروف اور مستند کتاب فتح القدیر میں جو ہدایہ شریف کی

شرح ہے، فرماتے ہیں:-

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ الْمُعَلِّمِ لِلْخَيْرَاتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَإِذَا فَرَغَ مِنَ التَّلْبِيَةِ وَيَخْفِضُ صَوْتَهُ بِدَلِّكَ فَتَحَ الْقَدِيمِ

ترجمہ:- مستحب ہے کہ بتیک سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو

خیر کے معلم ہیں درود پڑھے اور درود آہستہ آواز سے پڑھے۔

مزید تسلی کے لئے اور دیکھیے،

ثُمَّ إِذَا أَحْرَمَ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَبَ

إِحْرَامِهِ سِرًّا وَهَكَذَا يَفْعَلُ عَقَبَ التَّلْبِيَةِ بِرِوَايَةِ شَرِيحِ كَلِمَاتِ النَّبِيِّ

ترجمہ:- پھر جب احرام باندھے تو احرام باندھ لینے کے بعد پوشیدہ درود شریف ص ۳۲۳

پڑھے اور اسی طرح بتیک کے بعد بھی پوشیدہ درود شریف پڑھے۔

واضح ہو کہ ہمز بھید کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ اتنا پوشیدہ درود شریف پڑھے جو راز

کے درجہ میں ہو، کیونکہ درود شریف درحقیقت ایک پوشیدہ راز ہے،

بھائی مسلمانو! یہ کتابیں فقہ حنفی کی جان ہیں، کتنے زور زور سے پکار رہی ہیں،

کہ درود شریف آہستہ بلکہ پوشیدہ پڑھو، بتیک کے بعد خصوصیت سے آہستہ پڑھو

کی تعلیم اس لئے ہے کہ بتیک ذکر الہی ہے اور بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے،

ایسا نہ ہو کہ درود شریف پڑھنے والا بتیک بتیک کے جوش میں درود شریف بھی اونچا

پڑھ دے، اس لئے اس موقع پر خاص طور پر بتایا گیا کہ بتیک بلند آواز سے پڑھو

مگر درود شریف آہستہ پڑھو۔

درد مختار حنفی فقہ کی سردار ہے۔ قنادی شامی اس کی شرح ہے۔ بھائی مسلمانو!

تسلی کے لئے کسی سے پوچھ لینا کہ یہ کتنی معتبر کتاب ہے۔ درد مختار بحث درود شریف

میں فرماتے ہیں:-

وَأَشْعَاجُ الْأَعْصَاءِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ جَهْلٌ وَإِسْمَاحِي دُعَا

وَالدُّعَاءُ يَكُونُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمَخَافَةِ -

ترجمہ :- درود شریف پڑھتے وقت اعضا کو ہلانا بلند آواز کے ساتھ جاہلوں کا کام ہے۔ کیونکہ درود شریف تو دعائے اور دعا ہوتی ہے اُدچی آواز اور پوشیدہ کے درمیان۔

مخافتہ کے معنی لعنت کی مشہور کتاب مفتی اللہ وغیرہ نے لکھے ہیں نہانی گفتن یعنی پوشیدہ بات کرنا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ درود اور سلام پڑھتے وقت ایک سکون اور ٹھہراؤ پسند کیا گیا ہے۔ اعضاء کی حرکت گردن ہلانے پر بھی بولی جائیگی، اور بلند آواز سے پڑھنے والا گردن ضرور اٹھاتا ہے۔ ہمارے اہل عجیب طریقہ ایجاد ہوا ہے، درود اور سلام بھی ختم کی طرح ایک مومہ بن گیا ہے۔ ایک نعت خواں نہارنی کہلاتا ہے، سب اس کے پیچھے آسمان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں، مسلمانوں کے کتاب، مسلمانوں کے گور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ یہ عبارت کتنی واضح ہے کہ بلند آواز کے ساتھ درود شریف یا سلام پڑھتے وقت ہلنا حرکت کرنا جہالت ہے، بے علمی اور بے خبری ہے، دین سے ناواقفیت ہے، پھر دلیل سے ثابت کیا ہے، کہ درود شریف ذکر کی قسم سے نہیں ہے بلکہ دعائے اور دعا کا قاعدہ یہ ہے، کہ اُدچی اور پوشیدہ آواز کے درمیان مانگی جاتی ہے، یعنی سنتے والوں کو دیکھی می آواز معلوم ہو، پتہ نہ چلے کہ کیا کہتا ہے، اور جب دُسرؤں نے آواز سن لی، تو جہر کا وجہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ جہر کے کئی درجے ہیں۔ یہ جہالت اور بے علمی کا لغزہ ان کو کس نے دیا ہے؟ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

بھائی مسلمانو! اب یہ تسلی کرنا آپ کا کام ہے کہ یہ کتابیں جن کا حوالہ اس کتاب میں  
 جا بجا دیا گیا ہے۔ بحر الرائق، فتح القدير، فتاویٰ عالمگیری، در مختار، فتاویٰ ثنائی،  
 شفاء شریف اور اس کی شرح ملاء علی قاریؒ۔ کیا یہ حنفیوں کی معتبر کتابیں ہیں یا  
 نہیں؟ یا تو ایک خط لکھ کر بریلی شریف سے فتویٰ منگالو، یا مولوی احمد رضا خاں صاحب  
 کی کوئی تصنیف فقہ کی دیکھ لو، مثلاً احکام شریعت بس انہی کتابوں پر حنفی مذہب  
 کی بنیاد ہے۔ اب بھی اگر نہ مانیں تو یہ کتنی بڑی جہالت ہوگی، لیکن یاد رکھنا کہ نہیں  
 مانیں گے، کیونکہ دکان بند کرنا بہت مشکل کام ہے۔

اور لیجئے! حضرت ملاء علی قاری رحمہ اللہ کے مشہور محدث ہیں، ان کا نام  
 یہ لوگ اپنے وعظوں میں بہت لیتے ہیں۔ آپ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:-  
 سَأَدَى الدَّارِ قُطْنِي وَابِيَهُمْ قِي أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي  
 عَلَى نَفْسِهِ بَعْدَ تَلْبِيئِهِ..... وَيَسْتَحِبُّ أَنْ يَكُونَ صَوْتُهُ  
 بِهِ رَخْفًا مِنَ التَّلْبِيئَةِ مرقاۃ ص ۱۸۶

ترجمہ:- دارقطنی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 بلیک کہنے کے بعد اپنی ذات پر درود شریف پڑھتے تھے.....  
 (اس لئے ہم کو بھی پڑھنا چاہئے) اور مستحب ہے کہ درود پڑھنے کی  
 آواز بلیک کی آواز سے بہت نیچی ہو۔

اب آپ سمجھ چکے کہ درود شریف آہستہ پڑھنے میں حنفی بزرگان دین نے  
 کتنی احتیاط فرمائی ہے۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب طوابع الانوار حاشیہ در مختار میں حضرت عبداللہ بن مسعود

کے متعلق روایت ہے :-

اِنَّهُ سَمِعَ قَوْمًا اجْتَمَعُوْا فِيْ مَسْجِدٍ يُّهْلِكُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْرًا فَرَاخَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا عَهْدُنَا ذَاكَ عَلَي عَهْدِيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَا اَسَا اَكْمِرُ اِلَّا مَبْتَدِعِيْنَ قَبَائِرِ اَلْ يَدِكُمْ ذَاكَ حَتَّى اَخْرَجَهُمْ مِّنَ الْمَسْجِدِ - انتہی وہلکنا

فی مجالس الابراس وفتاویٰ بزازیہ بحوالہ الْجَنَّة ص ۱۴۱

ترجمہ :- حضرت عبداللہ ابن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں بلند آواز سے

کلمہ شریف اور درود شریف پڑھ رہے ہیں، پس آپ نے ان کے پاس

جا کر فرمایا، ہم نے یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں

نہیں دیکھا، اور میری سمجھ میں تم بدعت نکال رہے ہو۔ بار بار ان کو ایسا

کہا، یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔ انتہی اسی طرح مجالس الابراس

اور فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر الہی کرنے کے لئے آپ کے مبارک زمانہ میں مسجد، اور

دوسری جگہ میں جمع ہو جاتے تھے، یہ اجتماع کبھی تو مسائل کی تعلیم کے لئے ہوتے

تھے۔ ایک دوسرے سے مسائل سیکھتے اور سکھاتے تھے، یا آہستہ ذکر الہی کرتے

تھے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف باب العلم کی ایک حدیث میں ہے :-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسجد نبوی شریف میں صحابہ رضوان

کی دو جماعتیں الگ الگ بیٹھی ہیں، فرمایا دونو اچھے ہیں یہ لوگ تو

اللہ سے دعا مانگتے ہیں اور اس کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اگر چاہئے گا

تو ان کی دعا قبول کرے گا، نہ چاہے گا تو نہ لے گا، اور یہ دوسرے مسائل دیکھتے اور سکھاتے ہیں، پس یہ افضل ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھر آپ تعلیم والوں کے پاس بیٹھ گئے۔“

معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنے اور درس تدریس کی مجلسیں بھی ذکر کی مجلسیں ہیں، اور ان مجلسوں میں بیٹھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی نصیب ہوتی ہے۔ امام نووی کتاب الاذکار ص ۵ پر فرماتے ہیں:-

ذکر کی فضیلت صرف سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، اور کلمہ شریف و غیرہ زبانی اذکار میں ہی بندہ نہیں ہے، بلکہ ہر شخص جو عبادت اور نیک کام کرتا ہے وہ بھی ذکر کرنے والا ہے۔ سعید بن جبیر وغیرہ علماء نے یہی فرمایا عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ذکر کی مجلسیں وہ ہیں جن میں حلال حرام کی تعلیم دی جائے کہ خریدنے بچنے، نماز روزہ نکاح طلاق اور حج کا طریقہ کیا ہے۔

ملا علی قاری مشکوٰۃ شریف باب الذکر کی حدیث جلق الذکر میں یہی فرماتے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کچھ زمانہ گزرا تو کچھ لوگوں نے مسجد میں حج ہو کر بلند آواز سے کلمہ شریف اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس وقت زندہ تھے، علوم نبوت کے تربیت یافتہ تھے، دیکھتے ہی تاڑ گئے کہ بدعت سر نکال رہی ہے اور خدا نخواستہ اس مقدس زمانہ میں اگر یہ چیزیں رواج حاصل کر لیتیں تو اسلام کی سنجیدگی اور متانت اسی زمانہ میں ختم ہو جاتی، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ان لوگوں کو ڈانٹا کہ تم یہ کیا بدعت نکال رہے ہو، اور اس قدر اصرار کیا کہ آخر ان لوگوں کو مسجد سے نکال کر چھوڑا،



چودہ صدیوں کے بعد وہی مژدہ آج پھر زندہ ہونا چاہتا ہے، اور وہ لوگ تو بیٹھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھ رہے تھے آج یہ لوگ کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں یہ بات بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ میں فقہ حنفی کے بانی اور سرچشمہ ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو فی حضرت حماد کے شاگرد ہیں، اور حضرت حماد حضرت ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیں، حضرت ابراہیم نخعی حضرت علقمہ تابعی کے شاگرد ہیں، اور حضرت علقمہ حضرت عبداللہ ابن مسعود صحابی کے شاگرد ہیں، جو بقول مولانا علی قاریؒ خلفاء اربعہ کے بعد تمام صحابہؓ سے زیادہ فقیہ ہیں مرتقاۃ ص ۱۳۱ جنہوں نے مسجد میں حج ہو کر درود شریف بلند آواز سے پڑھنے والوں کو مسجد سے باہر نکالا تھا۔ ابو نعیم رحمہ نے بجز یہی روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود والی نقل کی ہے بحوالہ نظم البیان ص ۱۷ تبرید ص ۱۲ واضح رہے کہ حدیث میں جو ذکر کے حلقوں اور جنت کے باغوں یعنی ذکر کی محفلوں کا ذکر آتا ہے وہ بلائی ہوئی محفلیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان پاک زبانوں میں لوگوں کا دل مسجد سے باہر نہیں لگتا تھا۔ آتے آتے ایک مجلس بن جاتی تھی، اور کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہؓ اکٹھے ہو کر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے تھے، یا کوئی اور ذکر اجتماعی طور پر بلند آواز سے کرتے تھے، حضرت مولانا علی قاریؒ مرتقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام کی روایت میں اَقْلَهَا تَكْلُفًا کے نیچے لکھتے ہیں، صحابہؓ میں بناوٹ اور تکلف نہیں تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ پیدل چل لیتے تھے، زمین پر نماز پڑھ لیتے تھے، ہر قسم کے (سادہ) برتنوں میں کھا لیتے تھے، لوگوں کا جھوٹا پی لیتے تھے

یہ تو ان کے عمل کی سادگی ہے، اور علم میں سادگی یہ ہے کہ غیر ضروری بات میں کلام نہیں کرتے تھے جس بات کا علم نہ ہوتا کہتے تھے یہ مسئلہ مجھے معلوم نہیں ہے، کوئی نزلے آئے تو دوسرے کی طرف بھیج دیتے تھے۔ اسی طرح وہ لوگ قرآن پڑھنے میں سادہ تھے، قرآن کو عربی لہجہ میں بغیر کسی راگ اور تال کے پڑھتے تھے اسی طرح صحابہؓ باطنی حالات میں سادہ اور بے تکلف تھے، نہ وہ دُعد کے طور پر ناچتے تھے نہ چمکتے تھے، نہ بالوں کو بکھرتے تھے، نہ سر جھکا کر مراقبہ میں بیٹھتے تھے، نہ راگ باجے کے لئے اکٹھے ہوتے تھے، نہ ہی ذکر اور دُودِ شریف کو مسجد میں یا اپنے گھروں میں جملہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے۔

ان کے جسم زینتی تھے، رُو میں عرشِ بقیع..... جیسا کپڑا اچھا بڑا میسر آتا پہن لیتے تھے، اُون کا ہو، یا کھدر، یا کتان کا، نہ کوئی مخصوص صفات رکھتے تھے، نہ ہی منقش گودریاں پہنتے تھے، حلال کھانا اور لذیذ چیزیں جیسی میسر آئیں، کھا لیتے تھے، نہ گوشت سے پرہیز کرتے، نہ دُودھ اور پھلوں سے، یہ تمام کمالات ایک کمال مکمل اُستاد کی تربیت سے انہیں نصیب ہوئے تھے مرقاۃ المفاتیح

**فصل سوم کے**  
**بلند آواز کے ساتھ دُودِ شریف پڑھنے والوں کے دلائل کے بیان میں**  
 بھائی مسلمانو! آہستہ دُودِ شریف پڑھنے کا یہ سارا بیان دیکھ لینے کے بعد آپ کے دل میں ضرور یہ سوال پیدا ہوگا کہ جو لوگ بلند آواز سے دُود اور سلام پڑھتے ہیں ان کے پاس بھی کچھ دلائل ضرور ہوں گے، آخر اس جماعت میں جو علماء ہیں، ہر کسی کو اُنتہا کی جناب میں حساب دینے کا خوف ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ

بریلوی مذہب کی بنیادیں ہوا پر قائم ہوں، اور دیکھا دیکھی یہ مسئلہ بن گیا ہو۔ اس بات کا آسان جواب تو یہ ہے کہ شریعت ایک ہے، حنفی مذہب کی یہی مشہور اور فتویٰ کی کتابیں ہیں جن کی عبارتیں آپ نے پڑھ لی ہیں۔ پھر آخر ان کے پاس کیا ثبوت ہے؟ کیا دلائل ہیں؟ یہ بات اتنی دردناک اور شرمناک ہے کہ مسلمان قوم کے چند در چند مصائب اور مشکلات میں ایک بھاری مصیبت اس فرقہ کا وجود ہے جن کے علماء جاہلوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ جہاں بھی کچھ بے خبر لوگوں نے کسی بات کو چلایا، یا کسی پیر نے دکانداری کے لئے کوئی نئی بات نکالی، ان کے مولوی صاحبان جھوٹ کو بیج بنانے کے لئے پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں، کسی آیت یا حدیث کو توڑ مروڑ اللہ کی ذات اور اللہ کی شریعت پر بہتان باندھنے کے لئے حاضر ہیں۔ کسی کتاب کی کوئی عبارت اٹھاتے ہیں اور اس کا جھٹکا کر کے اپنی کتابوں میں لکھ دیتے ہیں۔ پھر بریلویوں میں بدقسمتی سے اکثریت ان لوگوں کی ہے جو دستخط کی بجائے انگوٹھا لگاتے ہیں، اور جو لوگ کچھ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کو ان لوگوں نے ایسا پکھا کر دیا ہے کہ کوئی کلمہ حق کا سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْفِ فِيهِ لَعَلَّكُمْ

تَعْلَمُونَ ۝ اور درحقیقت دلوں پر ٹہر لگ جانا خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک

سزا ہے اس جرم کی کہ بازار سے دو آنہ کی ٹانڈی خریدنے والا تو دیکھ کر خریدتا ہے

لیکن یہ لوگ دین و ایمان کے معاملہ میں چند کہانیوں کے بھترے ہیں آگے، اور

اسی کو اللہ رسول کا دین سمجھ لیا۔ اب کیا ہے، ان کے مولوی دن دن دہا رسر بازار

راستہ چلنے والوں کی آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ حنفی فقہ کی بڑی بڑی معتبر کتابوں

کی عبارتیں بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ مگر کوئی پڑھنے والا نہیں ہے، مسلمان قوم فقر و فاقہ سے دی ہوئی قوم، اقتصادی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی مصائب کے بوجھ سے لڑی ہوئی قوم، قابلِ رحم قوم کو حنفی اور دہلوی کے چکر میں ایسا پھنسا یا کہ علم و عمل کی تمام قومیں اپنا اپنا کام چھیڑ کر ادھر متوجہ ہو گئیں اور اب یہ حال ہے کہ علم و عمل کا بازار بالکل سرد پڑا ہے، اور خود یہ حنفی ہیں، نہ شافعی ہیں، نہ مالکی ہیں، نہ حنبلی ہیں، پھر کیا ہیں؟ آج سے چند سال پہلے حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اب اہل سنت والجماعت کے لفظ کو بدنام کر رہے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے یہی چار مدرسے ہیں، ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ ان چاروں مذاہب کی فقہ سے بشریت، علم غیب، اور حاضر ناظر کے مسائل کسی تصنیف میں ثابت کریں، اور اگر نہ ہو سکے تو کیوں نہ ان کو غیر مقلد دہلوی کہا جائے۔

اس وقت پیش نظر مولوی محمد عمر صاحب کی کتاب مِیَاسِ حَنِیْفَتِ طَبِیْعِ اَوَّلِ، اور مفتی احمد یار خاں صاحب کی کتاب جَاءَ الْحَیُّ بِہے، ان دونوں کتابوں میں بلند آواز سے دُرُودِ شَرِیْفِ پڑھنے کا مسئلہ پورے زور شور اور بریلوی انداز میں لکھا ہے، مولوی محمد عمر صاحب ص ۲۱۵ پر لکھتے ہیں۔

بخاری شریف ص ۱۱۹ مسلم شریف ص ۲۱۴ عن ابن عباسٍ اَنَّ سَمَاعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ۔

ترجمہ یہ کیا ہے۔

”ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بلند آواز سے ذکر کرنا بعد از فراغت نماز  
مکتوبہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، اور فرمایا ابن عباس رضی اللہ  
نمازی جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو میں اس ذکر کو اپنے کانوں سے  
سُننا تھا، اور میں زیادہ جانتا ہوں۔“

اس کے بعد یہ تشریح بیان کی ہے :-

”اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بلند آواز سے بل کر ذکر کرنا بعد از نماز فریضہ  
یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے  
کہ یہاں کون سا ذکر مراد ہو سکتا ہے؟ تو یہ لازمی امر ہے کہ وہ درود شریف  
ہی ہے۔“

یہاں تک مولوی صاحب کی عبارت ہے، اس عبارت پر چند سوال ہیں :-

۱۔ کُنْتُ اَعْلَمُ ماضی استمراری ہے۔ اس کا معنی ہے میں جانتا تھا، میں سمجھ

لیتا تھا۔ مولوی صاحب نے اَعْلَمُ کو اسم تفضیل سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا،

”میں زیادہ جانتا ہوں۔“ معمولی عربی سمجھنے والا اس جہالت پر حیران ہو گا۔

برطولیوں کے شیر پنجاب کی علییت دیکھتے کُنْتُ اَعْلَمُ کو ساری عبارت سے

ٹوڑ لیا۔ اور جناب مولوی صاحب کُنْتُ اَعْلَمُ کے معنی تو یہی سہی، میں زیادہ

جانتا ہوں، لیکن اس کو الگ کر کے باقی عبارت کا مطلب تو کچھ بھی نہیں نکلتا، اور

شیر پنجاب کا علم اگر کسی نے معلوم کرنا ہو تو کسی انگریزی سکول کی چھٹی جماعت

کے طالب علم سے جا کر پوچھتے کُنْتُ اَعْلَمُ کا کیا معنی ہے؟

مولوی محمد عمر صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ فاحش غلطی اگر آپ تسلیم

کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو بریلوی فرقہ کے کسی بڑے عالم کو اس معاملہ میں ثالث  
 کر لیجئے بشرطیکہ فیصلہ اخبارات میں شائع کیا جائے، انڈھوں کی نگری میں  
 سورج کو سیاہ کہنا تو آسان ہے لیکن آپ لوگوں کو کتاب لکھنے کی جرات کیسے  
 ہوئی؟

اور بھائی یہاں زیادہ جاننے کا موقع بھی کونسا ہے؛ جب ذکر کی آواز آتی ہے  
 تو سب لوگ ایک جیسا سنتے سمجھتے ہیں۔

۱۰۔ تشریح میں فرماتے ہیں :- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بلند آواز کے ساتھ  
 بل کہ ذکر کرنا بعد از نماز فریضہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے،  
 لیجئے مولوی صاحب کو سنت کی تعریف کون بتائے۔

فتاویٰ شامی ص ۹۵ میں ہے :-

”شریعت میں جن باتوں کے کرنے کا حکم ہوا، اُن کی چار قسمیں ہیں، فرض،  
 واجب، سنت، نفل۔ پس وہ چیز جس کا کرنا اچھا ہے۔ اگر اس کا  
 چھوڑنا منع ہو تو اگر دلیل قطعی سے ثابت ہوا ہے وہ فرض ہے، اگر  
 دلیل قطعی سے ثابت ہوا ہے تو واجب ہے۔ اور اگر چھوڑنے سے  
 منع نہیں کیا گیا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، یا خلفاء راشدین  
 نے ہمیشہ اُس کام کو کیا ہو تو سنت ہے، اور اگر آپ نے یا خلفاء راشدین  
 نے ہمیشہ نہ کیا ہو تو مستحب اور نفل ہے۔“

بحر الرائق میں علامہ ابن نجیم نے مختلف اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے :-

”سنت وہ ہے جس کام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو،“

لیکن بالکل ترک نہ کیا ہو تو سنتِ مؤکدہ ہوگی، اور اگر کبھی ترک بھی کیا ہو، تو غیر مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کام کو نہ کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی ظاہر فرمائی ہو تو وہ چیز ناجائز ہوگی۔ ص ۱۷

اب مولوی محمد عمر صاحب حنفی مذہب کی کسی کتاب بلکہ حدیث کی کسی روایت سے ثابت کریں کہ نماز کے بعد بلند آواز سے بل کر ذکر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہمیشہ ہوا ہے۔ ورنہ یہ سنت اور سنن کیسا ہے؟ سنت ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کا اکثر عمل ثابت کیا جائے۔

۳۔ تیسری بات خالص فریب اور اعلانیہ جھوٹ یہ بولا ہے۔

”اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کون سا ذکر مراد ہو سکتا ہے؟ تو

یہ لازمی امر ہے کہ وہ درود شریف ہی ہے۔“

چلے نہ کوئی دلیل لکھی ہے نہ ثبوت، نہ آیت، نہ حدیث، نہ کسی حنفی فقہ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ کیا کریں اندھیرے میں ہاتھ مار رہے ہیں۔ کہتے ہیں کوئی شخص ہاتھی خریدنے گیا تھا، ہاتھی نہ بلا تو ایک موٹا سا سانپ پکڑ لایا۔ لوگوں نے کہا، یہ کیا ہاتھی ہے؟ کہنے لگا، بھائی ہاتھی نہیں، تو ہاتھی کی سونڈ ضرور ہے، بالکل اسی قسم کا ہاتھی ہمارے مولوی صاحب پکڑ لائے ہیں۔ فرماتے ہیں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا بیان جو حدیث میں آیا ہے لازمی امر ہے کہ یہ درود شریف ہی ہے۔“ یہ لازمی امر کس طرح ہو گیا؟ کیا مولوی محمد عمر صاحب اس لازمی کوئی دلیل صریح رکھتے ہیں؟ اگر ہے تو اسے فاش کریں۔ دلیل یہ ہونی چاہئے کہ

حدیث صحیح یا حنفی فقہ کی کسی معتبر کتاب کا حوالہ ہو اس بات پر کہ اس روایت میں جو ذکر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد لازمی طور پر دُود شریف ہی ہے۔ اور یہ بات تو ناممکن ہے۔ ہاں جھگڑے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کے متعلق ہمارے حنفی اہل سنت والجماعت بزرگوں نے کیا لکھا ہے؟ صحیح بخاری شریف میں اس روایت کے بعد اور صحیح مسلم شریف میں

اس روایت سے پہلے اسی راوی حضرت عبداللہ ابن عباس کی دوسری روایت موجود ہے جس کے لفظ یہ ہیں کُنِيتَ اَعْرَفُ الْقِضَاءِ صَلَوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لَتَكْبِيرٍ۔ ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر کی آواز سے پہچانتا تھا۔

دونوں حدیثوں کا مفہوم اور راوی ایک ہے۔ اس لئے یا تو ذکر سے مراد تکبیر ہے، جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے، یا تکبیر سے مراد عام ذکر ہے۔ اس حدیث کی شرح صحیح مسلم اور مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوة کی اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھرتے تو بلند آواز سے پڑھتے تھے،  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ  
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ... الخ

یہ روایت اذکار میں بیان ہو چکی ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی محدث شیخ بدر الدین العینی عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں :-

وَاسْتَدَلَّ بِحَدِيثِ الْبَابِ ... الخ

ترجمہ :- اس حدیث سے بعض سلف نے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر پڑھنے



اور ذکر کرنے کے مستحب ہونے پر دلیل پکڑی ہے، اور پچھلے لوگوں میں سے ابن حزم ظاہری نے بھی اس کو مستحب کہا ہے (یاد رہے کہ ابن حزم ظاہری فرقہ کے پیشوا ہیں جو اہل حدیث فرقہ سے بھی ایک قدم آگے ہیں) ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام وہ لوگ جن کے مذاہب کی پیروی کی گئی ہے (یاد رہے کہ قرین اولیٰ میں امام اعظم، شافعی، مالک، حنبلی کے سوا بھی کئی مجتہد تھے) یعنی تمام مذاہب کے پیشوا اور غیر پیشوا اس بات پر متفق ہیں کہ نماز کے بعد بلند آواز کے ساتھ تکبیر اور ذکر کرنا مستحب نہیں ہے۔ فقط، ابن حزم ظاہری مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ اور امام شافعی نے اس حدیث کو تعلیم پر محمول کیا ہے۔ یعنی آپ نے صحابہؓ کو سکھانے کے لئے یہ کلمات بلند آواز سے پڑھے تھے، نہ یہ کہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اور امام شافعی صاحب نے امام اور مقتدی کے لئے یہ پسند کیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد خفیہ خداوند تعالیٰ کا ذکر کریں۔ لیکن اگر امام نے مقتدیوں کو کوئی ذکر سکھانا ہو تو بلند آواز سے پڑھے (اور مقتدی بھی سبق یاد کرنے کے لئے اُدنچا پڑھ سکتے ہیں) پھر جب یاد ہو جائے تو امام اور مقتدی دونوں آہستہ پڑھیں۔ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ مسلمان بادشاہ جو نمازوں کے بعد تکبیر کہتے تھے، اور مقتدی بھی تکبیر کہتے تھے وہ کام صحیح ہے۔ اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ فقہاء میں سے کوئی بھی نماز کے بعد بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہنے کا قائل نہیں ہے۔ مگر ابن حلیب نے

واضحہ میں کہا ہے کہ بادشاہ بن اسلام صبح اورد عشا کی نماز کے بعد نوحی چھاؤں  
 میں تکبیر کہنا پسند کرتے تھے، ابن تاسم نے حضرت امام مالک سے روایت  
 کیا ہے کہ یہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر اورد تکبیر کہنا نئی ایجاد ہے حضرت  
 علیہ سے ہے کہ یہ بدعت ہے۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت علیہ  
 ابن عباسؓ کا یہ کہنا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بعد نماز بنی صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے زمانہ میں تھا۔ یعنی ایسا ہوا تھا۔ یہی لفظ اس بات کی دلیل  
 ہیں کہ جب حضرت ابن عباس نے یہ روایت بیان کی ہے اس وقت اس کا  
 رواج نہیں تھا۔ کیونکہ اگر اس وقت بھی ذکر جہر کا رواج ہوتا تو یہ بات  
 بے معنی ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز کے بعد تکبیر کہنے پر آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے تمام عمر میں ہمیشگی نہیں کی، یعنی یہ فعل ہمیشہ نہیں کیا، اور آپ  
 کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ ضروری چیز نہیں ہے۔ پس انہوں نے اسے  
 اس خوف سے چھوڑ دیا کہ لوگ اس فعل کو نماز کی تکمیل نہ سمجھنے لگیں،  
 اسی لئے فقہاء میں سے کچھ لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا۔

(یعنی شرح بخاری بحوالہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم شیخ الاسلام پاکستان)

ناظرین! یعنی شرح بخاری کی اس عبارت نے کئی راز کھول دیے ہیں:-

۱۔ بعض سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے اس حدیث سے دلیل کر لی  
 ہے کہ نماز کے بعد ذکر جہر کرنا مستحب ہے۔ لیکن ان کا نام بھی نہیں آیا۔ لیکن  
 اہل سنت والجماعت کی بڑی جماعت جو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں تقسیم ہو چکی ہے  
 اور ان چاروں اماموں کے علاوہ بھی قرون اولیٰ میں جتنے مجتہد گزرے ہیں،

ان کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ اختلاف طرازیب میں دیکھی جا سکتی ہے (مکتبہ  
 ابن حزم کے علاوہ اس بات پر شائق ہیں کہ نماز کے بعد ذکر پھر مستحب نہیں ہے  
 ۲۔ امام شافعی نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے امت کو تعلیم دینے کے لئے کبھی کوئی ذکر بلند آواز سے پڑھا ہے اور یہی  
 ان کا فتویٰ ہے کہ تعلیم کے لئے امام اور مقتدی دو بلند آواز سے ذکر پڑھ  
 سکتے ہیں۔

۳۔ آپ نعرہ تجیر کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ سرحدی چوکیں پر غنائے تکرار  
 نعرہ تجیر کہنے کی اجازت ہے اور بالخصوص صبح اور عشا کے وقت نعرہ  
 گرنے کے لئے اور دشمن پر اپنا رعب جانے کے لئے تجیر کیا گیا ہے ہاؤنٹان  
 اسلام کے زمانہ میں فقہا نے اس ذکر کی اجازت دی تھی شاید بریلویوں کا اشارہ  
 بھی یہی ہو۔ حضرت امام مالکؒ اس بلند آواز سے ذکر کو بدعت فرماتے ہیں  
 اسی طرح حضرت عبیدؒ

۴۔ فقہرہ ابن بطلان کی تحقیق خوب ہے کہ اس روایت کے الفاظ ہی اس بارے کی  
 کافی شہادت ہیں کہ جب یہ روایت حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے اس  
 وقت یہ رواج متروک ہو چکا تھا۔

۵۔ اب آپ لوگ غور کریں کہ اس حدیث میں تو تجیر اور ذکر کا بیان ہے  
 ڈروڈ شریف سے اس کو کیا تعلق؟ کسی ایسے معتبر کتاب میں ہی لکھا ہے  
 یہاں اس حدیث میں ذکر سے مراد ڈروڈ شریف ہے۔ پھر کتاب التوسل میں  
 کہ یہ لوگ جن بیچاروں کو کھلا پھاڑنے کی تعلیم دیتے ہیں ان کو کھلا پھاڑو

سچی ڈالنے کے لئے دین برباد کرنے پر تلمے بیٹھے ہیں۔ عا، عا، عا، عا  
 پر درود شریف کے فضائل لکھے ہیں، وہی جو آپ نے اس رسالہ میں پڑھ لئے  
 ہیں، عا پر مشکوٰۃ کی نضالہ بن عبید والی روایت لکھی ہے جس کے ترجمے میں  
 کئی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ امام نوویؒ نے کتاب الاذکار ص ۳۵ پر لکھا ہے کہ اس  
 حدیث کی اسناد ضعیف ہیں۔ آپ باب ازل کی ساتویں فصل میں پڑھ چکے ہیں،  
 کہ اس حدیث میں نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنے کا بیان ہے  
 چونکہ وہ شخص اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اس لئے تشہد میں جہر مفسد نہیں ہے، غالباً  
 رات کی نماز ہوگی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف سے  
 معلوم ہوا کہ اس شخص نے نماز میں درود شریف نہیں پڑھا ہے۔ فرض کیجئے، اگر  
 اس میں نماز کے بعد بطور وظیفہ درود شریف پڑھنے کا ذکر ہو تو ہم بھی اس کے  
 قائل ہیں، آپ یہ بتائیں کہ اس روایت میں زور زور سے درود شریف پڑھنے  
 کا ذکر کہاں ہے؟ آہستہ پڑھ لینا تو سعادت اور نیک بختی ہے۔ لیکن آسمان  
 کو سر پہ اٹھانے کی دلیل کیا ہے؟ اس کی فکر کیجئے۔

عا مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث لکھی ہے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز  
 پڑھ رہا تھا اس حالت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس حاضر تھے  
 یعنی موجود تھے، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آپ کے پاس تھے، پس  
 جب میں بیٹھا یعنی قعدہ میں، تو میں نے اللہ کی تعریف (التحیات) بیان کی، پھر  
 درود شریف پڑھا، آپ نے فرمایا مانگ تجھے دیا جائے گا۔ اس حدیث کا ترجمہ  
 مولوی صاحب نے عجیب و غریب کیا ہے فلما جلست کا ترجمہ ہے

پس جب میں بیٹھا، مولوی صاحب نے ترجمہ کیلئے ”پس جب بھی میں بیٹھا“  
 افسوس لگتا اور کلمہ کا فرق نہیں جانتے، بڑا علم سمجھال رکھا ہے۔ اس حدیث  
 کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے کہ یہاں نماز کے اندر درود شریف پڑھنے کا بیان ہے  
 لیکن اگر نماز کے بعد کا ذکر ہو تو لاؤڈ سپیکر پر درود اور سلام پڑھنا بس طرح جائز  
 ہو گیا؟ کیا اس حدیث میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے  
 ایک اور مسئلہ بھی حل ہوتا ہے کہ صحیح نسخوں میں ”حَاضِرٌ“ کا لفظ موجود ہے،  
 شیخ عبدالحق فرماتے ہیں جہاں موجود نہیں ہے، وہاں مقتدر سمجھا جائے گا۔  
 فقہور کے ایک جید عالم حافظ حکیم خدا بخش صاحب قسوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی  
 تصنیف شرح عربی مشکوٰۃ جس کا نام مَقْتَبَةُ الشَّرْحِ ہے میں لکھتے ہیں  
 حَاضِرٌ کا لفظ صحیح نسخوں میں موجود ہے۔

صحابیؓ کا یہ کہنا ”میں نماز پڑھ رہا تھا اس حالت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 میرے پاس حاضر تھے، اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ ہر وقت آپ کو حاضر نہ نظر نہ  
 سمجھتے تھے، ورنہ حضرت عبد اللہؓ یہ لفظ نہ فرماتے۔

مولوی محمد عمر صاحب کو یہاں ”حَاضِرٌ“ کا لفظ گلے میں اٹک گیا ہے۔ ترجمہ  
 ایسا بے معنی کیا جس کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔ لکھتے ہیں:-

”میں نماز پڑھتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ آپ

کے ساتھ ہوئے۔“

کیا بے معنی فقرہ ہے، ناظرین ذرا سوچیں کیا مطلب نکلتا ہے؟ ایک طرف کچھ  
 تو یہ معنی بنتا ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ نماز پڑھنے لگ گئے۔ ساتھ ہوئے، کا

مطلب یہ ہے کہ آپ کہیں سفر کو چل پڑے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی آپ کے ساتھ ہوئے۔ کیونکہ ساتھ ہوئے سفر کا معنی دیتا ہے۔ آگے آتا ہے۔

”جب بھی میں بیٹھا تو اللہ کی ثنا سے شروع کیا، پھر درود شریف پڑھا“

کوئی پوچھے، ایک نماز میں کتنی دفعہ بیٹھ کر درود شریف پڑھا جاتا ہے؟

واضح ہو کہ حاضر کے معنی ہیں آپ موجود تھے، اور یہ لفظ مرتقاۃ اشعۃ اللغات

مظاہر تہی سب نے لکھا ہے۔ اس کے بعد ایسے دلائل دئے ہیں کہ درود شریف

پڑھنا اچھا ہے، یا یہ کہ بعد از نماز فرض پڑھنا چاہئے۔ لیکن سارے بیان میں ایک

ایسی دلیل نہیں دی جس سے ثابت ہو کہ نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا

کم از کم جائز ہے۔

اب مفتی احمد یار صاحب گجراتی کی باری آتی ہے جنہوں نے جلاء الحق کتاب لکھے

انہوں نے بریلوی کی آنکھ میں اس سے زیادہ مٹی ڈالی ہے۔ یہ صاحب ہندوستانی

ہیں، اردو بھی اچھی ہے، ترجمہ بھی عربی کا اردو میں کر لیتے ہیں۔ انہوں نے درود شریف

کی بحث اس کتاب کے صفحہ ۳۲۹ پر لکھی ہے۔ یہ کافی ہوشیار معلوم ہوتے ہیں، انہوں

نے پہلے ہی سوچ لیا ہے کہ درود شریف اور سلام بلند آواز کے ساتھ پڑھنے کے دلائل

چاروں مذہبوں میں نہیں ہیں اس لئے انہوں نے شروع ہی میں پینترا بدل دیا ہے،

انہوں نے درود شریف کی بجائے بلند آواز کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے کے دلائل

شروع کر دئے ہیں اور اسی طحال مٹول میں کئی صفحے سیاہ کر دئے ہیں۔ ان کا سب

پہلا فقرہ یہ ہے۔

”پنجاب وغیرہ میں قاعدہ ہے کہ بعد نماز فجر دعشا بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں“

جزاک اللہ، مفتی صاحب! خوب کہی۔ یہ مذہب پنجاب کے سوا کہیں نہیں ہے،  
 وغیرہ کا لفظ بھی آپ نے تکلف کیا ہے۔ وغیرہ کہاں ہے۔ بس پنجاب وہ بھی وسطی پنجاب  
 تصور، کھیم کرن، فیروز پور، تینوں شہروں میں یہ قاعدہ جاری ہوا تھا۔ دین تو مکی  
 مدنی ہے، مگر یہ قاعدہ پنجابی ہے۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے بلند آواز کے ساتھ  
 ذکر کرنے کے لئے دلائل پیش کئے ہیں۔ یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے کہ ذکر درمیان بلند آواز  
 سے جائز ہے۔ لیکن آپ پڑھ چکے ہیں کہ درود شریف دعا کی قسم سے بے ذکر اذکار  
 میں نہیں ہے۔ اس لئے یہ تمام دلائل بے موقع ہیں۔ تین دفعے چلنے کے بعد مفتی صاحب  
 کی دیانت بگڑ جاتی ہے اور خراش تراش کا وہی بریلو ہی ہتھیار لے کر حنفی فقہ کی  
 بے گناہ عبارتوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا دین کون ٹٹا سکتا ہے؟  
 ص ۳۲۲ کی پہلی سطر پر ایک عبارت، فتاویٰ عالمگیری کی عبارت آدھا دھڑکاٹ  
 کراتے ہیں۔ ذکر بہر کے دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب پہارم میں ہے قاضی عین الدین جمع عظیم  
 یَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ جُمْلَةً لَا  
 بَأْسَ بِهِ“

ترجمہ یہ کیا ہے:-

”کسی قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت ہو، اور وہ سب مل کر بلند آواز

سے سُبْحَانَ اللَّهِ يَا لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیں تو اس میں ہرج نہیں“

بریلوی بھاٹیو! خدا کے لئے سوچو! بحث تو چلائی ہے بلند آواز سے مسجد میں بعد نماز  
 درود شریف پڑھنے کی، لیکن ثابت یہ کر رہے ہیں کہ کسی قاضی کی عدالت میں بہت

سے لوگ حج ہو کر سُبْحَانَ اللَّهِ يَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھیں تو اس میں ہرج نہیں ہے۔ سوال گندم، جو اب جو اسے کہتے ہیں۔

بھائی مسلمانو! قنادی عالمگیری کی یہ عبارت جو بریلوی مولوی نے لکھی ہے اس میں بہت بڑا دھوکا اور فریب کیا ہے کہ اپنے مطلب کا ٹکڑا کاٹ کر باقی بات کو چھوڑ دیا ہے اس کے بعد جو عبارت چھوڑ دی ہے وہ یہ ہے: وَالْإِحْفَاءُ أَفْضَلُ وَلَوْ جَمَعُوا فِي ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ يَخْفُونَ وَالْإِحْفَاءُ أَفْضَلُ عِنْدَ الْفَرَجِ فِي السَّفِينَةِ أَوْ مَدَامَعَبَتِهِمْ بِالسُّيُوفِ وَكَذَا الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ (نوٹ) ترجمہ اگلی پھلی عبارت کا اٹھا لکھا جاتا ہے تاکہ اچھی طرح بات سمجھ میں آئے

ترجمہ: "ایک قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت لوگوں کی موجود ہے وہ سب مل کر بلند آواز سے سُبْحَانَ اللَّهِ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتے

ہیں تو اس میں زیادہ ہرج نہیں ہے۔ اور آہستہ پڑھنا بہتر ہے اور اگر کہیں لوگ ذکر الہی اور سُبْحَانَ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے کے لئے جمع ہوں تو آہستہ پڑھیں، اور آہستہ پڑھنا افضل ہے جب کشتی میں میں گھبراہٹ ہو، یا میدان جنگ میں تلوار چل رہی ہو، اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف آہستہ پڑھنا چاہئے۔"

یہاں تک قنادی عالمگیری کی پوری عبارت ہے۔ اب آپ لوگ انصاف کریں کہ جتنے جیسے پیکیر لگی ہوئی ہے یہ بریلوی مولوی نے اپنی کتاب میں لکھ دی اور باقی چھوڑ دی قاضی کی عدالت اور مسجد کے ادب میں کتنا فرق ہے؟ اگر قاضی کے پاس کچھ لوگ حج



ہو کر ذکر اپنی کرنے لگے تو اس کے متعلق حکم یہ ملا ہے لا باس بہ زیادہ ہرج  
 نہیں ہے۔ واضح رہے کہ قادی شامی نے جلد اول ص ۶۱ میں کہا ہے لا باس کا لفظ  
 اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز مستحب کے خلاف ہے اور مستحب یہ نہیں ہے بلکہ  
 مستحب اس کے ہوا کوئی دوسری چیز ہے۔ اسی لئے اس رسالہ میں جا بجایہ ترجمہ کیا ہے  
 زیادہ ہرج نہیں ہے لِأَنَّ الْبَاسَ الشَّدِيدَةَ۔ اب دیکھئے مفتی صاحب نے  
 یہاں تک عبارت لکھی ہے کہ ہرج نہیں ہے، اگلی عبارت یہ تھی آہستہ پڑھنا بہتر ہے  
 وہ پھوڑ دی کہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اگلی عبارت صاف ہے کہ اگر ذکر الہی  
 کے لئے اجتماع ہو تو پوشیدہ ذکر کریں، اور آخر میں صاف بتا دیا کہ درود شریف  
 آہستہ پڑھیں۔

آگے چلئے! بریلویوں کے مفتی صاحب اسی صفحہ کی پانچویں سطر میں لکھتے ہیں  
 أَمَّا التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ لَا بَاسَ بَدَا لِدِرَانِ رَفَعِ صَوْتَهُ  
 ترجمہ یہ کیا ہے:-

”سُبْحَانَ اللَّهِ يَا لَإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے میں ہرج نہیں اگرچہ بلند آواز  
 سے کہئے۔

قادی عانگیری کی پوری عبارت یوں ہے:-

ترجمہ:- حاکم میں قرآن پڑھنے کی دو صورتیں ہیں، اگر بلند آواز سے پڑھے  
 تو کمرہ ہے، آہستہ پڑھے تو کمرہ نہیں ہے۔ لیکن سُبْحَانَ اللَّهِ

اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اگرچہ بلند آواز سے پڑھے زیادہ ہرج نہیں ہے

حاکم غلاطت آثار نے کی جگہ ہے اس لئے اس کے احکام مساجد اور ذکر کی محظوظ سے

انگ ہیں۔ مگر یہ حضرت اپنا مطلب نکالنے کے لئے آدمی عبارت لارہے ہیں۔  
 تیسری عبارت ۳۳ پر ہے۔ مفتی احمد یار صاحب فرماتے ہیں :-  
 ”کتاب الاذکار تصنیف امام فودی کتاب الصلوة علی النبیؐ میں ہے یَسْتَحِبُّ  
 لِقَارِئِ الْحَدِيثِ وَمَنْ فِي مَعْنَاهُ..... الخ“

عربی عبارت میں سطر لکھی ہے، پھر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :-  
 ”حدیث شریف پڑھنے والے وغیرہم کو چاہئے کہ جب حضورؐ کا ذکر ہو تو  
 بلند آواز سے صلوة و سلام پڑھیں، ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ تلبیہ میں  
 حضورؐ پر بلند آواز سے درود پڑھے“

ناظرین! مفتی صاحب نے یہاں بھی ایک خطرناک بددیانتی کی ہے۔ اصلی عبارت  
 کتاب الاذکار ص ۵۲ پر یوں ہے :-

”يَسْتَحِبُّ لِقَارِئِ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِ مَنْ فِي مَعْنَاهُ إِذَا  
 ذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْفَعَ صَوْتَهُ  
 بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَالتَّسْلِيمِ وَإِلَيْهَا لَعْنَةُ الرَّفْعِ مَبَالِغَةٌ فَاحْتِثُ  
 ..... وَقَدْ نَصَّ الْعُلَمَاءُ مِنْ عَدَائِبِهَا وَغَيْرِهَا عَلَى  
 أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ أَنْ يَرْفَعَ صَوْتَهُ بِالصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ  
 فِي التَّلْبِيَةِ“

ترجمہ ”حدیث پڑھنے والے یا کسی اور کا ذکر مبارک سننے والے کو چاہئے کہ  
 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو بلند آواز سے درود و سلام  
 پڑھے، لیکن بہت زیادہ بلند آواز نہ نکالے..... ہمارے شافعی مذہب

کے علماء اور دوسرے علماء نے صراحت سے لکھا ہے کہ بیک کے وقت

آپ پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

بھائی مسلمانو! پوری عبارت یہ ہے۔ مفتی صاحب نے اپنی کتاب میں اس عبارت کا پہلا حصہ بھی لکھ دیا، آخری بھی لکھ دیا، لیکن درمیان سے لیکر دالی عبارت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

”زیادہ بلند آواز سے درود اور سلام نہ پڑھے“

اپنی عبارت کھا گئے، یہی عبارت اس ضمن کی جان ہے، اور ان کے ساتھ ہمارا جھگڑا اسی مسئلہ میں ہے کہ زیادہ بلند آواز سے اللہ کا ذکر بھی بجاؤ نہیں ہے، تو درود شریف اور سلام کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ یہی بات کہ یہاں اگرچہ زیادہ بلند آواز سے منع کیا گیا ہے، لیکن بلند آواز کی تو اجازت دی گئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے:-

امام نووی شافعی مذہب کے بزرگ ہیں، ذکر بھر کے مسئلہ میں ان کا اور ہمارا اختلاف شروع سے چلا آتا ہے، یہ لوگ آمین اور بسم اللہ بھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے جتنے مسائل میں شافعی مذہب سے ہمارا اختلاف ہے، ان مسائل میں ان کی تحقیق اپنی ہے، ہماری اپنی ہے، ہم خالص حنفی مذہب رکھتے ہیں، حنفیوں کے مشہور فتاویٰ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ درود شریف ہمیشہ آہستہ پڑھنا چاہئے، احرام اور بیک کے بعد بھی آہستہ پڑھنا چاہئے۔

اب آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ بریلویوں کے پاس بلند آواز سے درود اور سلام پڑھنے

کہ کوئی روایت نہیں ہے۔ اگر ایک روایت بھی ہوتی تو شافعی مذہب کی نپاہ کیوں لیتے؟  
 بریلوی حضرات کے پاس بعد از نماز بلند آواز کے ساتھ دُرود شریف پڑھنے  
 کی فقہی دلیل صرف ایک ہے۔ فتاویٰ شامی حاشیہ جموی سے ایک قول نقل کیا ہے  
 اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استجاب ذکر الجماعة الخ  
 ترجمہ: پہلے پچھلے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجدوں میں بل کر  
 ذکر کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ بلند آواز کسی سونے والے یا نماز پڑھنے  
 والے یا قرآن پڑھنے والے کی تشویش کا باعث نہ ہو۔

**جواب:-** ۱۔ اس عبارت میں دُرود شریف کا تو نام بھی نہیں ہے، یہاں تو  
 ذکر الہی کا بیان ہے۔

۲۔ یہاں نماز کے بعد کا ذکر بھی نہیں ہے، بلکہ سونے والے کا لفظ اس بات  
 کی صاف دلیل ہے کہ نماز کے وقت کے سوا دوسرے وقتوں میں ذکر الہی  
 کی بات ہے، فرض نماز کے وقت مسجد میں سونے والے کا لحاظ ہی کیا ہے؟  
 ۳۔ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں سورج نکلنے تک لوگ نماز پڑھتے رہتے ہیں،  
 اس لئے ایسے وقت میں بلند آواز سے ذکر کرنا بھی منع ہو گیا۔

۴۔ دُرود شریف بلند آواز کا تو یہاں ذکر ہی نہیں ہے بلکہ ذکر الہی کے متعلق بھی نماز  
 کے بعد متصل کا یہاں کچھ ذکر نہیں ہے، اور مسئلہ کی تفصیل ابھی ابھی آپ شیخ  
 بدرالدین مشہور حنفی محدث کی عبارت میں پڑھ چکے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! کہ بریلوی مذہب کے پاس بلند آواز سے بعد از نماز کھڑے ہو کر  
 یا بیٹھ کر یا کسی جلسہ کے بعد بلند آواز سے سلام پڑھنے کی ایک دلیل بھی نہیں ہے

اس کے بعد اگر ان لوگوں کے پاس کوئی کتابی سہارا ہو تو پیش کریں، اس رسالہ کے جواب کا انتظار کیا جائے گا۔

خداوند تعالیٰ کی جناب میں سچے دل سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ڈرود اور سلام میں ہر قسم کی بے ادبی اور بے احتیاطی سے بچائے۔ والسلام

## اب ضروری مسئلہ

بیان ہو چکا ہے کہ درود شریف دعا کی قسم سے ہے، قرآن مجید کے علاوہ کسی ذکر یا کسی دعا میں پاکیزہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ اسی بنا پر عودت کو آیام ہجری میں مستحب ہے کہ وضو کر کے کسی پاکیزہ جگہ میں بیٹھ کر پانچ وقت بقدر ذکر یا دعا میں مشغول رہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دس دن تک اللہ کی یاد سے محروم رہنا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ بحر الرائق ص ۱۹۳ پر یہ مسئلہ موجود ہے۔ واضح رہے کہ یہ وضو صفائی اور عادت قائم رکھنے کے لئے ہوگا۔ طہارت حاصل نہیں ہوتی۔ ہدایہ شریف باب الاذان میں ہے کہ تمام اذکار کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔ بحر الرائق ص ۲۱ میں ہے اما الاذکار فالمنقول اياحتہا مطلقاً۔ ترجمہ:- ہر قسم کے ذکر، جنبی حیض اور نفاس والی پر مطلقاً مباح ہیں۔ یعنی مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے، اس تمام دعائیں اور درود شریف بھی اس میں آگیا۔ فتاویٰ شامی کے متن دربخار میں ہے کما لا تکرہ اذعیۃ تحریماً ترجمہ:- جنابت حیض نفاس کی حالت میں قرآن مجید دیکھنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ جنابت آنکھ میں نہیں داخل ہوتی، جیسا کہ ہر قسم کی دعائیں پڑھنا مکروہ تحریمی نہیں ہے، یعنی تنزیہی ہے۔ علامہ محدث جلیل امام نووی کتاب الاذکار ص ۵ پر فرماتے ہیں:- تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حیض و نفاس والی کے لئے دل سے اور زبان سے سبحان اللہ کہنا، لا الہ الا اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھنا، اور درود شریف پڑھنا، اور دعا مانگنا جائز ہے لیکن قرآن پڑھنا تینوں پر حرام ہے۔ نیز ملاحظہ ہو فتاویٰ شامی ص ۱۷۱

# فہرست مندرجات

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	السلام علیک کی بجائے السلام علی النبی		۲	تعارف و اعتداس	۱
۳۹	التحیات کے کیوں پڑھنا؟ التحیات الفاظ میں سراج شریف کا	۱۲	۹	دُرود شریف کی حقیقت	۲
۴۰	عبداللہ ورسول اللہ کی تشریح	۱۳	۱۱	باب اول: فصل اول دُرود شریف کے فضائل	۳
۴۱	عبد صالح کون ہے؟	۱۴	-	فصل دوم: ۱-۷	-
۴۳	التحیات کے پنج اجزا اور ان کا ربط	۱۵	۱۵	دُرود شریف کی خاصیت اور تاثیر	۴
۴۵	شان رسالت کے متعلق حضرات علمائے دیوبند کے بعض ارشادات	۱۶	-	فصل سوم:-	-
۴۷	توفیقی پیام کے متعلق چند احادیث	۱۷	۱۷	دُرود شریف کے متعلق عجیب و غریب حکایات	۵
۴۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں بے احتیاطی کی گمانت سے	۱۸	-	فصل چہارم:-	-
۵۰	انسانیت کا سب سے بڑا اعمال رسالت	۱۹	۲۳	دُرود شریف کے الفاظ	۶
۵۱	رسول اور وکیل میں فرق	۲۰	۳۰	سلام کا سنت طریقہ	۷
۵۶	فصل پنجم:- افضل دُرود شریف	۲۱	۳۲	ایک غائب سوال اور اس کا جواب	۸
۵۸	دُرود شریف کو روایت پر بند رکھنا ضروری نہیں	۲۲	۳۵	نماز پڑھنے والے کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر نہیں ہوتے بلکہ غائب ہوتے ہیں تو یہ حاضر کا لفظ	۹
۶۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دُرود شریف	۲۳		نماز کی سلام میں کیوں بولتا ہے؟	
۶۲	نور کے معنی	۲۴			
۶۵	شیخ عبدالحق محدث دہلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جسم خاکی کے قائل ہیں	۲۵	۳۶	نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرنا اچھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بعض صحابہ نے	۱۰
			۳۷		۱۱

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۰۱	نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش	۴۰	۶۶	امام حسن بصریؒ کا درود شریف	۲۷
۱۰۲	سب سے پہلی مخلوق	۴۱	۶۸	نماز والے درود شریف کا بیان	۲۷
۱۰۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام نبیوں کے نبی ہیں۔	۴۲	۶۹	ابیم اعظم کا بیان	۲۸
۱۰۵	سب سے پہلے آپ کو نبوت عطا ہوئی	۴۳	۷۰	ابیم اعظم کے متعلق شیخ عبدالقادر جیلانی	۲۹
۱۰۸	نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت پر ایک واضح شہادت	۴۴	۷۱	تیس سترہ کا ارشاد	۳۰
۱۱۰	ساری کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے پیدا ہوئی	۴۵	۷۲	شُرک کے اسباب	۳۰
۱۱۲	نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک عام مغالطہ اور اس کی حقیقت	۴۶	۷۳	شُرک کے نقصانات	۳۱
۱۱۴	حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ اللہ کے نور ذاتی سے پیدا ہوئے، سخت غلطی ہے۔	۴۷	۷۴	کلمہ صلیٰ کی تشریح	۳۲
۱۱۶	لفظ ال کی تشریح	۴۸	۷۵	نام پاک محمدؐ کی لفظی معنی خوبیاں	۳۳
۱۱۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۹	۸۲	حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے بارگاہ کی مختصر تشریح	۳۴
۱۱۸	ہفت ابراہیمی کے بنیادی اصول	۵۰	۸۳	خداوند تعالیٰ کے نور کی حقیقت	۳۵
۱۲۰	نماز والے درود شریف کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۵۱	۹۲	امام راہی رحمہ کے ارشادات تہجد کے بعد پڑھنے کی ایک نورانی دعا	۳۶
۱۲۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر عطیات الہی کا مختصر بیان	۵۲	۹۸	نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ کی روح اور بیج طیبہ ہے	۳۷
			۱۰۰	مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا منکر کا فر ہے۔	۳۸
			۱۰۱	بزرگان دین کے عقیدہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔	۳۹

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۵۳	درود شریف کی غرض و نغایت	۱۲۳	۲۵	روضہ اطہر پر سلام کا طریقہ	۱۲۷
۵۴	وسیلہ کیا ہے	۱۲۴	۲۶	زیارت قبور کے متعلق حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اور دیگر بزرگان دین کے ارشادات	۱۲۹
۵۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا کا نائدہ دعا کرنے والے کو پہنچتا ہے۔	۱۲۵	۲۷	درود شریف پڑھنے کے دیگر مستحب مواقع	۱۵۱
-	فصل ششم:-	-	-	فصل ہفتم:-	-
۵۶	درود شریف قبول ہونے کا بیان	۱۲۸	۲۸	کہا گیا کہ درود شریف پڑھنا مکروہ ہے	۱۵۲
-	فصل ہفتم:-	-	۲۹	دین میں بدعات جاری کرنے والوں کو پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت بریلوی مذہب کے بنیادی اصول	۱۵۵
۵۷	درود شریف کا موقع اور مقام	۱۳۴	۳۰	فصل نہم:-	-
۵۸	درود شریف کہاں کہاں پڑھنا ضروری ہے	۱۳۴	۳۱	درود شریف کے فوائد	۱۵۸
۵۹	درود شریف کہاں کہاں پڑھنا واجب ہے	۱۳۵	۳۲	مریدنی کو پیر سے پردہ کرنے کا حکم	۱۶۲
۶۰	..... سنت ہے	۱۳۶	۳۳	حضرت امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی انتہائی	۱۶۳
۶۱	..... مستحب ہے	۱۳۶	۳۴	مرید کے گھر کا کھانا پیر کے لئے حرام ہے۔ حضرت پیران پیر رحمہ اللہ کا ارشاد	۱۶۳
۶۲	گنبد خضرا کے اشتیاق میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے چند اشعار	۱۴۳	۳۵	درود شریف کامل پیر کا کام دیتا ہے	۱۶۳
۶۳	زیارت مدینہ منورہ کے آداب از مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ	۱۴۴	۳۶	درود شریف کی برکت سے	۱۶۵
۶۴	روضہ اقدس کے فضائل میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے چند ارشادات	۱۴۹	۳۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام ہمیں نصیب ہو جاتا ہے	۱۶۵



نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۹۳	حضرت امام غزالیؒ کا فیصلہ، کہ دور سے بڑھنے والے کا درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں سنتے، بلکہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے، باب دوم:-	۸۲	-	فصل دہم:-	-
۱۹۴	درود شریف اور سلام کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھنے کا بیان فصل اول:- تذکرہ کے بعد ذکر اذکار کا سنت فصل دوم:-	۸۵	۱۴۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ اور اس کا جواب	۷۶
۱۹۶	تذکرہ کے بعد ذکر اذکار کا سنت فصل دوم:-	۸۶	۱۴۴	حاضر ناظر کا عقیدہ اور اس کا جواب	۷۸
۲۰۰	ذکر اور دعا میں فرق اور ان کے آداب	۸۷	۱۴۵	اولیاء اللہ کے متعلق عالم الغیب اور حاضر ناظر کا عقیدہ اور اس کا جواب	۷۹
۲۰۲	ذکر جہر کی تحقیق	۸۸	۱۴۶	اسمائے الہی کے ساتھ تعلق اور چیز ہے اور تصاف اور چیز ہے	۸۰
۲۱۲	ذکر جہر کے متعلق امام مجدد کا فتویٰ	۸۹	۱۸۳	خداوند تعالیٰ کے جو نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا عام مخلوق کو دئے گئے ہیں ان میں صرف اشتراک لفظی ہے	۸۱
۲۱۶	نعرہ تکبیر کا بیان	۹۰			
۲۱۹	اگر ایک جگہ جید آدمی قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوں تو انہیں آہستہ پڑھنا چاہئے، ذکر جہر کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	۹۱	۱۸۵	حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا خود درود شریف سنتے ہیں اس کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۸۲
۲۲۲	ذکر جہر کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	۹۲	۱۸۷	برطانیوں کا ایک سوال اور اس کا جواب	۸۳

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۰	مولوی محمد عمر صاحب کی کتاب مقیاس حنفیت کے ڈھول کا پول	۹۸	۲۲۶	دعا کے آداب	۹۳
			۲۳۲	درود شریف ذکر کی قسم سے ہے، یا دعا کی قسم سے؟	۹۴
۲۵۱	نماز کے بعد ذکرِ جہر کے غیر مستحب بہانے پر علامہ عینی حنفی رح شارح بخاری کا فتویٰ	۹۹	۲۳۷	درود شریف آہستہ پڑھنے کے دلائل	۹۵
۲۷۰	مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کی کتاب جاء الحج کے بیان درود شریف میں چند نیا نیتیں	۱۰۰	۲۴۸	ایک سوال اور اس کا جواب فصل سوم بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کے دلائل، اور ان کا آداب	۹۶

## پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے

پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے، دوسرا ایڈیشن ضروری اضافوں کے ساتھ  
شائع ہو رہا ہے۔ ضخامت ۲۲۲ صفحات سائز ۲۰ x ۳۰ قیمت فی جلد ۱۶

## مَسْأَلَةُ أَصْدَقِ نَخْبَرِي أَذَانِ الْقَبْرِ؟

مولوی حضرات کی نئی ایجاد، دفن کے بعد اذان کہنے کے متعلق پوچھ  
تحقیق، اور تردید۔ ضخامت ۱۶ صفحات سائز ۲۰ x ۳۰ قیمت فی جلد ۱۶

کتاب مرزاوانی کا پتہ: مولوی فضل محمد خان نظم شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ قصور ویسٹ پنجاب  
(لاہور میں طبع ہوئی)